

شاہ جہاں



شاہ جہاں کی زندگی

غضنفر اکیڈمی پاکستان کرچی

غالب اور عصر غالب

(غالب پر چند تحقیقی مقالات)

ڈاکٹر محمد انیس قادری

غضنفر اکیڈمی پاکستان - کراچی

(محمد حقوق محفوظ ہیں)

بار اول - - - - ۱۹۸۲ء
طابع - - - - اساتذہ پریس کراچی



ملنے کا پتہ
شمارت علی E.S. ماڈرن کالونی
منگھوہر روڈ کراچی ۱۹

۲۹۰۲۱۳ فن

فہرست مضامین

۷	آفتاب	
۹	پیش لفظ	ڈاکٹر محمد ایوب قادری (مؤلف)
۱۱	تعارف	ڈاکٹر سہیل الدین قنیل
۱۹	۱۔ نواب الہی بخش خاں معروف کا غیر مطبوعہ کلام	
۳۵	۲۔ غالب اور سرسید احمد خاں	
۴۸	۳۔ غالب اور غیاث اللغات	
	۲۔ غیاث اللغات	۱۔ تصانیف مولوی غیاث الدین
۷۶	۳۔ غالب سے معاصرین کی ادبی چھٹیر چھاڑ	
	۱۔ خلیفہ احمد علی احمد	۱۔ امیر حسن خاں بسمل
	۲۔ مولوی پرواز علی ملکین	۲۔ مولوی علی بخش شکر
	۳۔ شعری کشمیری	۳۔ احسن بگڑی
۹۹	۵۔ غالب اور مارہرہ	
	۱۔ چودھری نظام رسول	
	۲۔ عبدالعزیز ضیا	۲۔ عنایت الہی
	۳۔ حکیم شفاق علی زکی	۳۔ شیخ علی حسین علی
	۴۔ صاحب عالم	۴۔ مولوی فضل احمد مارہروی
	۵۔ شاہ عالم	۵۔ سید عالم
	۶۔ محمد امیر	۶۔ مقبول عالم

۳۱۔ صغیر بکرائی

۱۳۔ برکات حسن

۱۵۔ سید آلی محمد

۶۔ غالب کے چند شاگرد

۱۲۷

۲۔ مولوی سلطان حسن خاں سلطان

۳۔ خان بہادر شجاع خانوٹ جیلین مدبر

۶۔ شیخ صادق علی سوزاں و مداح

۱۔ مفتی سید احمد سید

۲۔ مولوی محمد حسین متنا

۵۔ مولوی عزیز الدین عویذ مصداقی

۷۔ مولانا عبدالمصیح بیگل

۷۔ غالب اور رسول گھنڈ

۱۷۷

۲۔ تلامذہ غالب بیک واسطہ

۳۔ مولانا فضل رسول ہالوی

۱۔ تلامذہ غالب

۲۔ شیخ پور

۵۔ مولوی عبدالقادر رام پوری

۶۔ غالب تذکروں میں

۱۔ ریاض الفردوس

۲۔ تنکیرہ غمیمہ

۷۔ انتخاب یادگار

۵۔ قاموس المشاہیر

۸۔ انتخاب زری

۹۔ داستان تاریخ اردو

ز۔ اہمال نامہ

ج۔ مریح رکب علی خاں فائق

۷۔ غالب شناسی

۱۔ نظامی ہالوی

۲۔ ڈاکٹر عبدالرحمن بجنوری

ج۔ امتیاز علی عروشی

د۔ اکبر علی خاں

- ۷- فی اکثر آثار احمد فاروقی
 ۸- ڈاکٹر عجات بریلوی
 ۹- پروفیسر آل احمد سرمد
 ۱۰- پروفیسر حامد حسن قادری
 ۱۱- ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی
 ۱۲- ڈاکٹر عابد رضا بیدار
 ۱۳- پروفیسر یوسف سلیم چشتی
 ۱۴- کرشن چندر پوری
 ۱۵- صادق

- ۱۶- بانڈاز غالب
 ۱۷- مطبوعات غالب
 ۱۸- مقالہ نگاران غالب
 ۱۹- مطائبات غالب
 ۲۰- قطعات تارکچہ انتقال و مزار غالب
 ۲۱- قطعات

- ۱- مکتوب منشی جعفر حسین دیوبندی
 ۲- منشی فضل حسین برشتہ
 ۳- محمد علی جوہا
 ۴- منیر شکوہ آبادی
 ۵- منشی دبی پرشاد سحر آبادی
 ۶- مفتی محمد حسن خاں بریلوی صد الصدور
 ۷- مولوی عبد الحکیم چوٹی
 ۸- شمس الملک مظفر الدین حمید خاں مظفر جنگ
 ۹- سید آل محمد مارہروی
 ۱۰- قصہ مزار

۱۔ علامہ اقبال، غالب کے مزار پر
 ان حضرات کے ناموں کی فہرست جن کا تذکرہ حواشی میں کیا گیا ہے

۱۔ مرزا اسان علی خاں غالب (مکملتہ)

۲۔ شیخ فضل حق عرف غلام مینا ساحر کاکردی

۳۔ مولوی غلام جیلانی رفعت رام پوری

۴۔ مولوی نذیر الاسلام حق

۵۔ منیر شاہ خاں آشفۃ رام پوری

۶۔ محمد کبیر خاں رام پوری

۷۔ حافظ شاہ جمال اللہ رام پوری

۸۔ مولوی درویش علی جون پوری

۹۔ ابوالفضل محمد عباس مشروانی رفعت

۱۰۔ جعفر حسین دیوبندی

۱۱۔ منشی جمال الدین مدار المہام بھوپالی۔

۱۲۔ شاہ ولد علی مذاق بدایونی۔

۱۳۔ کفایت علی کاشی

۱۴۔ معین الدین نزمیت

۱۵۔ شاہ عبدالغنی مجددی

۱۶۔ سید ظہیر الحسن

۱۷۔ منشی دیب پرشاد سحر بدایونی

کتابیات

انتساب

بخدمت

محمد طفیل صاحب مدیر "نقوش" لاہور

جنہوں نے اس کتاب کے دو مقالے "نقوش" میں شائع
کئے اور ایک مضمون "غائب اور روہیل کھنڈ" پر بانداز خاص
اظہار پسندیدگی فرمایا۔

محمد الیوب قادری

پیش لفظ

مرزا غالب نابھہ سوز گار شخصیت تھے، شعر و شاعری میں خاص انداز و طرز کے مالک، شہرے اور خطوط نویسی کو وقار بخشنا اور بارود و نشر نگاری کو ایک نیا آہنگ دینا، اس وقت کی سوسائٹی میں ایک ممتاز مقام رکھتے تھے، ان کا علاقہ تلمبہ و اجاب بھی وسیع تھا۔

مرزا غالب کی زندگی یہی ہیں، ان کے کام اور حالات سے دل چسپی شروع ہو گئی تھی۔ ان کے درواوین، مشنریات، کلیات اور خطوط کے مجموعے شائع ہوئے اور ان کے حالات لکھے گئے۔

بیسویں صدی عیسوی میں جدید تعلیم یافتہ حضرات نے مرزا غالب کو با انداز خاص دریافت کیا، غالب شناسی کا نیا دور شروع ہوا اور اچھا خاصا کام ہوا۔ ۱۹۶۹ء میں مرزا غالب کے انتقال کو سو سال ہوئے، بڑی بڑی پاکستانی دہندہ میں غالب صدی تقریبات کا سلسلہ شروع ہوا بلکہ دنیا کے اکثر ممالک میں اس کی صدائے بازگشت گونجی، ان تقریبات کے تعلق سے غالب پر خوب کام ہوا اور غالب شناسی میں اضافہ ہوا۔

اس موقع پر خاکسار نے غالب سے متعلق نو مضامین لکھے جو مختلف رسائل

شفق نقوش (لاہور) اردو (کراچی) صحیفہ (لاہور) العلم (کراچی) ادب لطیف
 (لاہور) قومی زبان (کراچی) اور مجدد و صحت (کراچی) میں شائع ہوئے اور علمی و ادبی
 حلقوں میں پسندیدگی کا نظر سے دیکھے گئے۔

عزیز محترم نائب علی خاں نے جو میرے استاد مرحوم پروفیسر حبیب اللہ خاں نقضفر
 دف ۱۵ فروری ۱۹۸۲ء کے فرزند سعید ہیں خواہش کیا ہر کی کہ وہ ان
 مضامین کو "غضنفر اکید می" کی طرف سے شائع کرنا چاہتے ہیں لہذا ان
 پر نظر ثانی کی گئی اور اب ان کو "غالب اور عصر غالب" کے عنوان سے اصحاب
 فکر و نظر کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ کتاب کے آخر میں کتابیات بھی شامل
 کر دی گئی ہے۔

نائب علی خاں کی خواہش اور اصرار پر عزیز محترم ڈاکٹر مسیحی الدین عقیل
 نے مجھ سے تحریری مواد حاصل کر کے تعارف لکھا ہے جس کے لئے میں ان کا شکریہ
 ادا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں عزیزوں کو ہمیشہ ہمارا در رکھے۔

محمد الیوب قادری
 ۱۵ فروری ۱۹۸۲ء

۱۷/۱۲/۱۹۸۲ء
 شمال ناظم آباد کراچی ۲۳
 فون ۶۱۶۱۵۸

تعارف

جناب ڈاکٹر معین الدین حنیبل - کراچی

پروفیسر ڈاکٹر محمد ایوب قادی اردو دنیا میں ایک ممتاز محقق، موصوف اور مترجم کی حیثیت سے خاص شہرت کے حامل ہیں۔ برہنہ عظیم پاک و ہند کی اسلامی تاریخ اور اسما و الرجال ان کی دلچسپی کے خاص موضوعات ہیں۔ اپنی علمی و تحقیقی کاوشوں کے سبب نہ صرف وہ ایک خاص اہمیت اور مقام رکھتے ہیں۔ بلکہ انھیں علمائے ہند اور ہندوستان کی مذہب و اسلامی تحریکات پر استناد کا درجہ بھی حاصل ہے۔ ان کا کمال محض یہ نہیں کہ انھوں نے اپنی تمام زندگی نہایت دقیق اور اوقی موضوعات علم و تحقیق کی تلاش و تجویز گزار دی اور ہماری تہذیب و علمی تاریخ کی بعض اہم کتابوں کو ترتیب، حاشی اور ترجمہ کے ذریعہ اردو دنیا سے متعارف کرایا۔ بلکہ انھوں نے علم و تحقیق کے ایسے موضوعات منتخب کئے اور ایسی شخصیات اور تحریکات پر ذرا تحقیق دی جو علمی دنیا کے لئے بالعموم اجنبی اور اس کی رسائی سے دور رہتے ہیں۔

انھوں نے اپنی ساری زندگی اور ساری دلچسپیاں علم و تحقیق کے لئے وقف کر رکھی ہیں۔ سطر زندگی نہایت سادہ اور دویشانہ ہے۔ فقر و قناعت اور بے نیازی اور خلوص و محبت اور شفقت و پاسداری ان کی شخصیت کے نمایاں اوصاف ہیں۔ ان کی محنت اور لگن اور جانفشانی اور وقت نظری ان کی زندگی کے ہر انداز اور ان کی کمیں ہونے پر ہر سطر سے ظاہر ہوتی ہے۔

وہ اپنی علمی اور زمری زندگی کے ذریعہ مفید اور لائق تحسین خدمات انجام دیتے رہے ہیں۔ ان دنوں اردو کالج کراچی میں شعبہ اردو کے صدر اور اپنے علمی و تحقیقی کاموں میں بہت مصروف ہیں۔ اردو کالج میں اہم اسے (اردو) کی تدریس ہوتی

ہے۔ ان کی شخصیت کے ان اوصاف کی تشکیل میں جہاں ان کی فطری مکن اور نعمت و مانتقانی کا دخل ہے، وہیں وہ اپنے خاندان کے ایک شاندار علمی ورثہ کے بھی حامل ہیں، جس کے زیر سایہ ان کے علمی و ادبی مزاج کی تربیت و تعمیر ہوئی ہے۔

ان کے ایک جہد اعلیٰ حکیم احمد اللہ لہنہ عہد کے نامور عالم اور خطیب تھے ان کا خاندان بدایوں میں قریب پڑیا تھا۔ مگر وہ ہلیوں کے عہد میں قصبہ آفر (ضلع بریلی) میں آکر آباد ہوا۔ نواب علی محمد خاں دہلوی روہیل کھنڈ نے حضرت شاہ فرغاری کی زیارت (واقع منوہ) سے متعلق ایک بڑی اراضی وقف کی تھی، اس کے متول حکیم احمد اللہ تھے، ان کے صاحبزادے حکیم حبیب اللہ علم و فضل میں ممتاز ہوئے، حکیم حبیب اللہ کے فرزند حکیم عظیم اللہ قادری بھی علم و فضل میں ممتاز تھے، انھیں علم الفرائض اور تجوید میں اعلیٰ دستگاہ حاصل تھی، سعادت المیراث، "کاشف الحقیقت" "تفسیر سورۃ العصر" ان سے یادگار ہیں، انھوں نے بعض کتابوں پر حواشی بھی تحریر کئے، درس و تدریس اور مطب ان کے مشاغل زندگی تھے، غالباً اچانکے راس پور یا نواب لاہور نے انھیں "اشرف المکلف" کا خطاب دیا تھا۔ ان کا انتقال ۱۲۸۳ھ میں ہوا۔

ان کے چار صاحبزادے حکیم الہی بخش، حکیم سعید اللہ، میاں وحید اللہ اور حافظ امام الدین تھے۔ ان میں سے مولوی حکیم سعید اللہ مرحوم سے پروفیسر قادری صاحب کا سلسلہ منسلک ہے، حکیم سعید اللہ (۱۸۲۹ء - ۱۹۰۰ء) سلسلہ قادریہ میں بیعت تھے۔ خاندانی ہمیشہ طب اور زمینداروں سے تعلق رہا، کئی کتابیں لکھیں اور کئی کتابوں پر حواشی تحریر کئے، ۱۸۵۰ء میں خانی بہادر خاں کی فوج میں بھرتی ہو کر مگر الم (ضلع بدایوں) اور کنپڑ (ضلع فرخ آباد) میں انگریزی فوج سے مقابلہ کیا، انھوں نے ایک فرزند مولوی رحیم بخش (۱۸۵۰ء - ۱۹۲۰ء) یادگار چھوڑے۔ یہ پروفیسر قادری صاحب کے دادا تھے۔ انھوں نے علوم متداولہ کی اعلیٰ تعلیم حاصل کی تھی، فن خطاطی میں کمال حاصل تھا کئی رسالے اور کتابیں لکھیں، عربی ادب پر گہری نظر تھی اور ان عربی کا خاص مطالعہ تھا۔ انھوں نے ایک فرزند مولوی مشیت اللہ قادری (۱۸۸۹ء - ۱۹۵۹ء)

یادگار چھوڑے۔ یہ پروفیسر قادی صاحب کے والد ماجد تھے۔ انھوں نے ابتدائی تعلیم خلیفہ ضیاء علی سے حاصل کی۔ فارسی کی کتابیں اپنے والد اور مولوی اسد علی خاں سے پڑھیں اور فارسی میں بہت اچھی قابلیت حاصل کر لی۔ عربی اپنے دادا حکیم عبدالرشید قادی سے تحصیل کی اور کتب مندرجات تک جن سے پڑھیں پھر مولانا سراج الدین شاہ جہانپوری سے کچھ کتابیں پڑھیں اور مفتی حنفی خان غزنوی سے تفسیر کی روشنی جو کچھ لال بے بندہ پڑھا بعض دیگر فنون بھی سیکھے۔ فنی شہسوار سے بھی دلچسپی تھی۔ تاریخ و ادب میں کمال رکھتے تھے۔ تاریخ ردھیکھنڈ اور انساب و رجال پر گہری نظر تھی۔ تبلیغ دین اور مناظرہ سے خاص دلچسپی تھی۔ مختلف مقامات پر خصوصاً بیٹھن میں ۱۹۲۶ء سے ۱۹۳۲ء کے دوران قیام میں مناظرے کیے۔ تبلیغی سرگرمیوں میں مصروف رہے اور کئی غیر مسلموں کو مسلمان کیا۔ تحریک پاکستان کے زبردست مؤید تھے۔ ۱۹۵۰ء میں ہجرت کر کے پاکستان آئے۔ دادو (سندھ) میں مقیم ہوئے اور وہی انتقال کیا۔ تاریخ انساب اور رد آریا اور رد شیعہ میں ان سے بعض کتابیں یادگار ہیں۔ پروفیسر قادی کے علاوہ عبدالغفور، قنایت اللہ، اور مفتی اللہ اللہ کے فرزند ہیں اول الذکر نے ۱۹۴۳ء میں ہدایوں میں اور آخر الذکر نے ۱۹۶۱ء میں کراچی میں رحلت پائی۔

پروفیسر قادی صاحب آفرید میں بروز چار شنبہ بتاریخ ۲۸ جولائی ۱۹۲۶ء پیدا ہوئے۔ شہر کے ایک مقتدر عالم اور بزرگ مولوی حکیم عبدالغفور نے ان کے کان میں اذان دی اور چار بچہ علم سے تاریخ پیدائش نکالی۔ حافظ عبدالغنی اور حافظ عبدالغنی سے قرآن کریم پڑھا۔ پھر مدرسہ تعلیم المؤمنین میں تعلیم پائی اور ۱۹۳۹ء میں پرائمری اور ۱۹۴۴ء میں مڈل، درجہ اول میں کامیاب کیے۔ ریاضی میں امتیاز حاصل کیا۔ ۱۹۴۳ء میں ہندی مڈل کا امتحان بھی کامیاب کیا۔ ۱۹۴۶ء میں یونیورسٹی بورڈ سے میٹرک کا امتحان بھی درجہ اول میں کامیاب کیا اور اردو اور ریاضی میں پھر امتیاز حاصل کئے۔ اس اثنا میں اپنے والد اور مولوی اسد علی خاں سے فارسی کی کتابیں پڑھیں۔ میزبان و منشعب مولوی حکیم عبدالغفور سے پڑھیں۔ ہدایوں

ان کا تانا بانا وطن ہے۔ ان کے تانا ساجی و دلبالہ عربین بدلتی بنایت و بندار اور صاحب حیثیت بزرگ تھے۔ تعلیم کے سلسلہ میں پروفیسر قادری صاحب چار سال تک بدایوں میں مقیم رہے۔ اس عرصہ میں انھوں نے وہاں سے اسلامیہ کالج میں انٹرمیڈیٹ کی تعلیم حاصل کی اور ۱۹۵۰ء میں اس کا امتحان کامیاب کیا۔

اپریل ۱۹۵۰ء میں پاکستان کے لئے ہجرت کی اور والد کے ساتھ کچھ عرصہ وارو میں قیام رہا، بعدہ کراچی آکر ۱۲ ستمبر ۱۹۵۰ء کو محکمہ رسد و ترقیات حکومت پاکستان میں ملازمت اختیار کرنی اس عرصہ میں تعلیم کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ اردو کالج کراچی سے ۱۹۵۶ء میں بی۔ اے کا سیاب کیا اور پھر ۱۹۶۲ء میں جامعہ کراچی سے اردو میں ایم۔ اے کا امتحان درجہ اول میں کامیاب کیا۔

ان کی سرکاری ملازمت کا سلسلہ مئی ۱۹۵۷ء تک جاری رہا۔ اسے ترک کر کے وہ مئی ۱۹۵۷ء سے مارچ ۱۹۶۲ء تک پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی میں معاون محقق اور ریسرچ افسر کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ لیکن ساتھ ہی ستمبر ۱۹۶۲ء سے مارچ ۱۹۶۳ء تک اردو کالج کراچی میں جزوقتی استاد و شعبہ اردو کی حیثیت سے منسلک رہے مگر پھر ۵ مارچ ۱۹۶۳ء سے مستقل لکچرار کی حیثیت سے وابستہ ہو گئے۔ یہ تعلق برقرار ہے اور وہ اب ایک سینئر استاد کی حیثیت میں ایک معزز اور محترم درجہ پر فائز ہیں۔

اس عرصہ میں انھوں نے اپنی علمی و تدریسی حیثیت کے سبب ۱۹۷۵ء میں اردو کالج کی جانب سے "ہلال اردو تمغہ" کالج ٹیچرز ایسوسی ایشن کی طرف سے ۱۹۷۶ء میں ایکٹنگ ایوارڈ میڈل "اردو اعلیٰ ثانوی تعلیمی بورڈ کی جانب سے اسی سال قائد اعظم کی صد سالہ تقریبات کے تعلق سے "تمغہ قائد اعظم" حاصل کئے۔ پھر اس عرصہ میں انھوں نے متعدد قومی اور بین الاقوامی مندرجہ ذیل تاریخی اور ادبی کانفرنسوں میں بھی مندوب کی حیثیت سے شرکت کی۔ اور ساتھ ہی برطانیہ پاک و ہند کے کئی اہم کتب خانوں سے بھی استفادہ کیا۔ پروفیسر قادری صاحب ابتدائی تعلیمی زندگی ہی سے علم و ادب سے خصوصی لگاؤ

کا اظہار کرتے رہے ہیں۔ اسی طرح ابتدائی عمر ہی سے انھیں کتابوں کے مطالعہ اور انھیں جمع کرنے کا شوق رہا ہے۔ چنانچہ اس وقت ان کا ذاتی ذخیرہ کتب کی ہزار اہم تاور و کیاب اور سیکڑوں قلمی نسخوں پر مشتمل ہے۔ جن میں تاریخ، جہاں پر نہایت وقیع اور مفید کتابوں کی ایک بڑی تعداد بھی شامل ہے۔ ابتدائی تعلیمی زندگی ہی سے تصنیف و تالیف کا شوق پروان چڑھا اور مختلف رسالوں کے لئے مسامینہ لکھنے کی مشق جاری رہی۔ ان کا ابتدائی علمی و تحقیقی کارنامہ مولانا فیض احمد بدایونی کے حالات پر مشتمل ایک کتابچہ تھا، جو مئی، ۱۹۵۰ء میں شائع ہوا۔ ان کی کلاوشیں علمی دنیا میں انھیں متعارف کرنے کا ایک اہم وسیلہ ثابت ہوئی۔ پھر انھوں نے بہت جلد یکے بعد دیگرے کئی اہم کلاوشیں علمی دنیا کے سامنے پیش کیں، جن میں وقایع مہاراجہ خانی کو علم و عمل کے نام سے دو جلدوں میں اپنے قیمتی حواشی کے ساتھ مرتب کرنا اور مولوی رحمان علی کے معروف اور اہم تذکرہ "علمائے ہند" کو اپنے طویل مقدمہ اور مفید حواشی اور تعلیقات کے ساتھ اردو میں ترجمہ کرنا اور مرتب کرنا شامل ہے۔ علمی دنیا کو چونکاتے اور ان کی طرف متوجہ کرنے کے لئے کافی تھیں۔ اپنی محنت، دقیقہ رسی خلوص اور لگن سے پروفیسر قادری صاحب نے ان کتابوں کو پہلے سے کہیں زیادہ مفید اور وقیع بنا دیا۔ ان کتابوں کے منظر عام پر آنے کے وقت تک وہ پاکستان ہسٹوریکل سوسائٹی سے منسلک تھے۔

اردو کالج سے بحیثیت استاد وابستہ ہونے کے بعد ان کی علمی و تحقیقی تصنیفی سرگرمیوں کا حارہ مزید وسیع ہو گیا۔ اس زمانہ کی کلاوشوں میں "مخدوم جہانیاں جہاں گشت"، "مولانا محمد حسن تاروقی"، "ارباب فضل و کمال" (دربلی)، "آئی سرخ طریاں اور ان کے علمی کارناموں کا مفصل تذکرہ اور پھر تبلیغ جماعت کا تاریخی جائزہ اور جنگ آزادی، ۱۸۵۷ء کے واقعات و شخصیات پر ان کی جامع اور وقیع تصانیف ان کے یادگار علمی کارنامے ہیں۔ ان کے علاوہ تراجم میں "عبدعزیز و صابا ربیعہ" (شاہ ولی اللہ وغیرہ)، "مآثر الامراء" (شاہنواز خاں کی تصنیف کردہ تین جلدیں) (آفتاب انٹرنیشنل)

(محمد اسلم انصاری پسرودی) اور "سیر العارفین" (جمالی) اور تربیت و عرواضی میں
 تاریخ حبیب (کلاپانی)، عہد جنگش کی سیاسی علمی اور ثقافتی تاریخ، مقالات یوم
 عالمگیر، تذکرہ نوری (حالات شاہ ابوالحسن نوری مارہروی) اور جنگ نامہ صف اولہ
 و نواب رامپور (مظلم عباسی) وغیرہ ان کی ایسی کاوشیں ہیں جو علمی دنیا کے لئے مستقل
 استفادہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان کاوشوں کے ساتھ ساتھ شریک مؤلف کی حیثیت
 سے "خط و خطاطی"، "علی گڑھ تحریک اور قوی نظریں" اور "نقوش سیرت" مستقل اہمیت
 کی حامل بن گئی ہیں۔

ان مستقل اور مفصل علمی و تحقیقی کاوشوں کے علاوہ پروفیسر قادری صاحب نے
 بزرگوار پاکستان کے بلند پایہ اور مقتدر علمی و تحقیقی مجلوں اور رسائل میں مستقل اہمیت
 کے حامل مقالات اور مضامین لکھے اور تقریباً پچیس کتابوں پر مقدمات اور ویباچے
 تحریر کیے۔ علمی اور ادبی صحافت میں بھی ان کا دخل رہا ہے۔ سہ ماہی "بصائر و کراچی"
 کے اعوانی نائب مدیر اور ماہنامہ "سرحد" (کراچی) کے اعوانی نگران رہے۔
 اردو کالج کے مجلہ "ہرگ گل" کے ایک عرصہ تک نگراں رہے۔ ان کی نگرائی کے زمانہ
 میں انھیں کے اہتمام سے اور ان کی ادارت میں اس مجلہ کے سرسید نمبر (فتوح ثانی)
 "قیلی پالیسی نمبر" اور "نامہ اعظم نمبر" شائع ہوئے۔ اسی طرح "اعلم" (کراچی) کا غالب نمبر
 انھوں نے مرتب کیا۔

یہ وہ کاوشیں ہیں جو بظاہر ماضی کا حصہ ہیں، لیکن دراصل انھیں مستقبل کے لئے
 ماضی کا ایک نہایت وقیع اور قابل فخر ورثہ قرار دیا جاسکتا ہے۔ پروفیسر قادری
 صاحب کا حال ان کے ماضی سے یقیناً زیادہ وقیع اور اہم ہے اور اسی اعتبار سے یہ
 مستقبل کی علمی دنیا پر زیادہ اثر انداز ہو گا۔ ابھی حال میں انھوں نے مغلیہ عہد کے اہم
 مؤرخ خواجہ نظام الدین احمد کشی کی ضخیم اور مبسوط تاریخ "طبقات اکبری" کا ترجمہ
 مکمل کیا ہے جو سرکاری اردو بورڈ لاہور شائع کر رہا ہے اور ان دنوں وہ غزنوی عہد کے
 ایک عربی نثر و قیید "تعلیم" پر ایک تحقیقی کتاب لکھ رہے ہیں۔ ابھی سال ہی میں انھوں نے

پہلے ایک ڈی کی سند کے حصول کے لئے جاموہ کراچی میں ایک مبسوط تحقیقی مقالہ "اردو نثر کے ارتقا میں علما کا حصہ" پیش کیا تھا جس پر جاموہ کراچی نے انہیں ۱۹۸۰ء میں ٹیٹا کٹریٹ کی سند عطا کی ہے۔ یہ مقالہ اشاعت کے لئے تیار ہے اس موضوع پر پروفیسر قادیوری صاحب کی تخصیص اور اس پر ایک طویل مدت کی جانفشانی یقیناً اس مقالہ کی اہمیت اور اس کے درجہ کا تعین کرنے کے لئے کافی ہے۔

زیر نظر کتاب پروفیسر قادیوری صاحب کے ان تحقیقی مقالوں پر مشتمل ہے جو انہوں نے غالب کے تعلق سے مختلف اوقات میں تحریر کیے ہیں، ان میں سے بعض مقالے ایسے ہیں جنہیں بلاشبہ غالبیات کے موضوع پر مفید اور معلوماتی اضافہ کی حیثیت دی جاسکتی ہے۔ ان مقالوں میں نہ صرف غالب سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے بلکہ ہمارے کلاسیکی ادب اور تاریخ و تہذیب سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے بھی متعدد نئی معلومات اور تاریخ و تحقیق کے کئی نئے گوشے اجاگر اور نمایاں نظر آئیں گے۔ ایسے بہت سے پہلو جو اب تک غالبیات سے — بلکہ تاریخ و تہذیب کے جائزہ میں سمٹ نہیں سکے تھے وہ ان مقالوں کے ذریعہ سے اب وقت عام ہو رہے ہیں۔ یقیناً ہے کہ جہاں اس کتاب کی اشاعت سے پروفیسر قادیوری صاحب کی غالبیات سے دلچسپی کا اندازہ ہو سکے گا، وہیں یہ غالبیات کے ذخیرہ میں ایک مفید معلوماتی اور وسیع اضافہ بھی سمجھ جائے گی۔

معین الدین عقیل

نواب الہی بخش خاں معروف کا غیر مطبوعہ کلام

نواب الہی بخش خاں معروف ، دہلی کے رئیس ، ریاست دہلی کے جاگیردار
صوفی منشی بزرگ ، با ذوق شاعر اور مرزا غالب کے خسر تھے ۔ مرزا غالب اور معروف
کے خاندانی میں متعدد رشتہ داریاں تھیں ، خیال یہ ہے کہ یہ دونوں خاندان کم و بیش
ایک ہی زمانہ میں ترک وطن کر کے ہندوستان پہنچے اس زمانے میں ماوراء النہر میں
سیاسی اہتری انتہا کو پہنچی ہوئی تھی اور کم و بیش یہی حال ہندوستان کا تھا ، مگر
انہی گئے گزرے حالات میں بھی مرزا الہی بخش کے چچا مشرف الدولہ قاسم جان اور
والد مرزا عارف جان نے ہندوستان میں ہاتھ پاؤں ماسے اور اپنی حیثیت
بنا لی ۔ نواب قاسم جان خاصی سوجھ بوجھ کے آدمی تھے ، انہوں نے اول مسین الملک
میر شوگر مرزا پنجاب کے یہاں اشر و رسوخ پیدا کیا اور اس کے بعد ذوالفقار الدولہ
مرزا انجمن خاں (وفات ۱۱۹۹ھ) سے تعلقات استوار کئے اور سرکار و دربار میں خوب
وقار حاصل کر لیا ۔

۱۔ اس سلسلے میں ملاحظہ ہو تاریخ پنجاب تختہ احباب از منشی عبدالکریم رحمتی محمد حسین کھنوسر
۲۔ وما بعد لیکن یہ سارے بیان مرزا قاسم جان کے پوتے حسین الدین کی خاندانی روایات
پر مبنی ہے ، نیز قریب العصر مصنف عبدالقادر کا بیان ملاحظہ ہو علم و عمل روحانی عبدالقادر
خانی (جلد اول مرتبہ محمد ایوب قادری دہلی ۱۳۶۱ھ) ص ۳۱۳ ، ۳۱۸ ۔

نواب قاسم جان کی طرح ان کے بھتیجے نواب احمد بخش خان بھی سیاسی مداخلت میں ذہین و سار رکھتے تھے وہ احمد کے راجا بختاور سنگھ کے معتد اور وکیل ہو کر لارڈ لیک کے ساتھ ہندوستان کی جہات میں شریک رہے اور انہوں نے اپنی ذات سے بھی رسد رکھ کر گورنمنٹ کی خدمات انجام دیں۔ جس کے صلے میں سرکار سے فیروز پور جہر کر وغیرہ کی جاگیر عنایت ہوئی۔ ^{۱۳۱۹} ^{۱۳۲۰} میں احمد بخش خان کا انتقال ہوا۔

نواب الہی بخش معروف 'نواب احمد بخش خان کے چھوٹے بھائی اور صوفی منش بزرگ تھے ان کو سیاست و ریاست سے زیادہ تصوف و شاعری سے واسطہ تھا۔ مشہور چشتی بزرگ شاہ ضیا الدین ہے پوری کے مرید و خلیفہ تھے انہوں نے مروجہ علوم کی باقاعدہ تحصیل کی تھی ^{۱۳۱۹} اور فنون سپہ گری میں بھی جہارت رکھتے تھے۔ مطبوعہ تذکروں میں ان کے بہت مختصر حالات ملتے ہیں۔ البتہ آپ حیات میں شخص اعلیٰ محمد حسین آزاد نے قدرے تفصیل دی ہے۔ لیکن اس میں رنگ آمیزی کا شبہ کیا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ ضروری نہیں ہے کہ آزاد کی ہر بات غلط ہو۔ صاحب المزاج بحث شیخ ابراہیم ذوق سے مشورہ کن کی ہے اور غالباً سب سے پہلے یہ بات منشی خدام علی سندھوی مسند تاریخ جہولیکہ نے لکھی ہے تاریخ جہولیکہ کی مسند تالیف ^{۱۳۱۹} ہے۔ وہ لکھتے ہیں ^{۱۳۱۹} ملہ معروف کے دیوان میں بعض واسطی شہادتی ایسی ملتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے مروجہ علوم حاصل کئے تھے۔ نیز دیکھئے عیار اشعراء از نواب ہندوستان۔ رنوٹ سنوٹ کا پی انجی ترقی اردو کراچی۔ ص ۶۲

۱۳۱۹ء عتقہ از نواب اعظم الدولہ میر محمد خان بہادر سرحد و مرتبہ خواجہ احمد رانی
۱۳۱۹ء - ۱۳۲۰ء

۱۳۱۹ء ملاحظہ ہو آب حیات از محمد حسین آزاد (لاہور ۱۳۱۹ء) ص ۳۳۳ - ۳۳۴

۱۳۱۹ء لکھ لکھ رشتہ از حکیم عبدالحی و اعظم گروہ ۱۳۱۹ء ص ۲۸۹ - ۲۹۰

۱۳۱۹ء تاریخ جہولیکہ از مولوی خدام علی (مطبع قری کشتہ ۱۳۱۹ء) ص ۱۳۳

معروف کے خاندانی حالات اور مرزا نصر اللہ خاں کی مدد پر مشتمل ہے۔ دیوان کے آخر میں نواب مرزا سعید الدین خاں طالب (دف یکم ستمبر ۱۹۲۵ء) شاہ علی احسن مادیہ روی (دف ۵ اگست ۱۹۲۵ء) مولوی محمد یعقوب حسین منیار بدایونی (دف ۵ اگست ۱۹۲۵ء) اور مجتہد الدین عیش بدایونی (دف ۳ فروری ۱۹۵۵ء) کی تقریظیں اور تصویق شامل ہیں۔ جناب مرزا سراج الدین احمد خاں سائل و طبری (دف ۱۹۴۵ء) مولوی محمد یعقوب حسین منیار بدایونی رضی قرا لہ عنہ قرہ بدایونی (دف یکم جولائی ۱۹۴۱ء) اور حاجی عبدالجبار جاتی بدایونی (دف ۲۲ اپریل ۱۹۶۵ء) نے جو قطعات تاریخ طبابت لکھے ہیں وہ بھی شامل ہیں۔

مولانا عبداللہ مادیہ روی معروف کامرن ایک نضر مرزا نصر اللہ خاں صاحب سے دستیاب ہوا۔ اس کی اساس پر انہوں نے یہ دیوان طبع کرا دیا۔ دیوان کی صحت کے سلسلے میں مولانا رقم طراز ہیں :-

”مجھے اصل دیوان میں کاتب صاحبان کی بے شمار غلطیوں کو درست کرنا پڑا۔ یہ مصوبت طبابت کے وقت اور بھی زیادہ پیش آئی۔ حتی الامکان میں نے اپنے سفری مسلوں کے باوجود طبابت و کتابت کی غرض سے کافی نگرانی کی۔ میرے علاوہ چند اشخاص اور بھی اپنا قیمتی وقت صرف کرتے رہے۔ اسی کے بعد بھی جو غلطیاں ہو آ رہ گئی ہوں، ارباب فن معاف فرمائیں۔“

کاتب صاحبان کی غلطیوں کے سلسلے میں مزید لکھتے ہیں :-

”مرزا نصر اللہ خاں امین مرزا احمد سعید خاں امین مرزا غلام خضر الدین خاں امین مرزا علی بخش خاں امین مرزا علی بخش خاں معروف۔“

”شاہ علی احسن مادیہ روی نے اپنے تہذیبی اس بات پر زور دیا ہے کہ معروف کا ذوق سے استفادہ کیا جاسکے۔ ملاحظہ ہو دیوان معروف ص ۲۳۹-۲۴۶۔“

”ملاحظہ ہو دیوان معروف مطبوعہ نظامی پریس بدایوں ۱۹۴۵ء ص ۱۱۱۔“

کاتب صاحبان کی دست ہونے معروف کے کلام کی ذمیت
پر بعض بعض جگہ ایسا اثر ڈالا تاکہ درست شکل ملتی ہو۔

مولانا بابائی کے پیش نظر دیوان معروف کا صرف ایک ہی نسخہ تھا۔ جس کو انہوں نے
اپنے ذوق و وجدان کی روشنی میں خود بھی درست کرنے کی کوشش کی اور اس کے
ملاوہ بعض دوسرے حضرات سے بھی مدد لی جب ہم نے اس کی صراحت چاہی تو مولانا
بابائی نے لکھا ہے۔

”اس کام میں سب سے زیادہ مدد مولوی محمد یعقوب حسین منیاء نے
دی اور کچھ کچھ صحت و درستی مجتہد الدین عیشی اور حاجی جامی صاحب
مروجہ نے بھی کی۔“

مذکورہ بالا تینوں حضرات جہاں کے مشہور اساتذہ سخن تھے مولانا منیاء القادری
بابائی سے جب ہم نے اس سلسلے میں پوچھا تو انہوں نے بتایا ہے
”بڑا ناقص اور بہ خط لکھا ہوا دیوان تھا عامدرمیاں کی خاطر شرمی محنت
کے بغیر کچھ تو کہیں جا کر یہ کام پورا ہوا آپ کا خیال درست ہے
بہت سی پوری غزلیں نکال دی گئیں اور بعض غزلوں میں سے وہ
اشعار بھی حذف کر دیئے گئے جو بڑے صنف میں نہیں آئے۔“

معروف کے دو دیوان تھے۔ جن میں سے ایک دیوان شائع ہوا اور اس میں بھی پورا کلام طبع
نہیں ہوا جیسا کہ اقتباس بالا سے معلوم ہوتا ہے۔

ہمارے کتب خانے میں ذاب الہی بخش معروف کے کلام کا ایک ناقص مجموعہ
ہے جو صرف چھتیس صفحات پر مشتمل ہے سائز $\frac{22 \times 18}{4}$ ہے ہر صفحے میں تیرہ سطریں
ہیں۔ کاغذ و کتابت قدیم ہے۔ کتابت کا انداز بھی چھانا ہے۔ ک یاگ، یائے معروف

نہ مکتوب مولانا عبدالحامد بابائی بنام راقم موعہ ۱۹۶۹ء

نہ مکتوب مولوی محمد یعقوب حسین منیاء القادری بابائی بنام راقم، ۱۹۷۰ء

دیانے بھول میں کوئی فرق نہیں ہے ٹہ پر ہمارے نکلے گئے ہیں۔ بعض اوقات نکلنے سے بھی بے نیازی برتی گئی ہے۔

اس مجموعہ میں ن، و، ہ، ی کی غزلیات شامل ہیں جن میں ی اور ی کی غزلیات پوری تعداد میں شامل نہیں ہیں صرف چند ہیں۔ جب اس مجموعہ کا مقابلہ مطبوعہ نسخہ سے کیا گیا تو معلوم ہوا کہ اس مختصر سے مجموعہ میں معروف کی تین غزلیں ایسی ہیں جو مطبوعہ دلیان میں شامل نہیں ہیں۔ ہم یہاں ان غزلوں کو ناظرین نقوش کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

دل کو خطا ہر میگر آنا چہ نہیں سکتا تو آہ
خواب میں بھی رات کو کیا آپ آ سکتے نہیں
اور بھی معروف پڑھئے اک غزل پر حسب حال
گرچہ تم ہم سے سخن کی داد پا سکتے نہیں

دوستو! اول تو ہم کو وہ بلا سکتے نہیں
جی بھی گرا پنا چلا کر جاتے ہیں دیوانہ تنک
آنکھ و دباں کی بھی ان کے گر جاتے ہیں تو لیں
اور اگر جانا بھی ہوتا ہے تو رہتے ہیں چھپے
گر میسر دیکھنا بھی ان کا پاتے ہیں تو آہ
اور آتے بھی ہیں گر اپنے میں بعد از دیر کے
اس میں گر باتیں بھی جانتے ہیں تو کچھ اور اور
حرف مطلب گرتے ہیں انہیں تو سن کے وہ
اور بلا تے بھی ہیں تو ہم کی چلا سکتے نہیں
آنکھ و دباں کی انہوں کے پھر بھا سکتے نہیں
دمت و پایہ بچھلتے ہیں گھر میں جا سکتے نہیں
دیکھنا پھروں میسر ان کا پا سکتے نہیں
جاتے ہیں پھر آپ سے ایسے کہ آ سکتے نہیں
پھر یہ لگ جاتی ہے چپ باتیں بنا سکتے نہیں
حرف مطلب مشرق سے اُن کو سنا سکتے نہیں
کہتے ہیں اول تو اب ہم دل لگا سکتے نہیں

اور لگا دیں بھی تو کیا معروف تمہ پر جانی سے
بہت ہی مکھی جان کو تو ہم یہ کہا سکتے نہیں

لے کے جس کے ہوتاوں میں سولہاں دو ہیں ہوں
 عمر بھر ہل جبریں قاتلانہ وادی عشق
 شمع روہیں پہ ہوں بس دل سے سدا پروانہ
 ہرق خنداں جھمکتے ہیں سو وہ تر ہے شورش
 تنگ و ناسوس سے کچھ جھکو نہیں ہے مطلب
 رجز ادب فٹاکس پر عیاں ہو یارب
 درد دل ہوں کچھ دل کچھ تر کچھ درد
 مانگیں آپ کو جو بیچ کوئی نس پر بھی

ہے ثانی میں بھی معرفت ہے نام عفتا

جو نہیں معتقد نام و نشان وہ میں ہوں

نہیں ہے تیر تیر سے اسے بستہ ہے چرچک میں
 بنامت موچنی سی ابرو سے خمدار کو ہرگز
 تری چٹکی ہے اسے سرب بھلے معجزہ عیسیٰ
 حقیقت چھوڑ کر عشق مجازی کے مذہبے ہو
 سخاوت وہ عمل ہے سب کو گر چٹکی بھرا ناو
 شمار زخم بسمل سے ترے جو کوئی پوچھے ہے
 کھینچے ہزار سے کس شکل اب تصویر جنوں کی
 کوئی ٹھکی ہے اب زلف کی کو تیری ہی چھوٹا
 چراغ خمدار سے ہرق و کش تیسرا ہم ہو
 مگر کچھ وہ ہم آفرینی پہ راضی ہی جو اب ہر دم

قضا آئی ہے میری بن کے شکل تیر چٹکی میں
 کہ ہے یہ صاف ناوانی جولی ششیر چٹکی میں
 دل مردہ ہو ازندہ یہ ہے تاثیر چٹکی میں
 اٹھا لیتا ہے لڑکا کہ کی قصیر چٹکی میں
 تراک عالم ابھی ہو جائے ہے تسخیر چٹکی میں
 ترے کردہ دکھانا ہے اسے قضا گیر چٹکی میں
 قلم جوں بید کا ہے دم غسر چٹکی میں
 سرافھی یہ آیا ہے بعد تدبیر چٹکی میں
 پردے شب کو سوزن لے کے مردہ چٹکی میں
 قبا کے بندھتے ہیں دم قصیر چٹکی میں

سخن گو وہ ہے معرفت آج جس کے نام کو کس کی

محب کیا ہے جو کپڑی کا اپنا سیر چٹکی میں

اولنہ ہے ہے یہ قید یاں آنے کی بابت ان دنوں
 آگہ دکھاتے ہیں لوگ اولن کو جو وہ اک ہل کہیں
 مدعا اولن کا زہیں ہے ذکر میرا اس لئے
 وہ جو آہ آتشیں کھینچیں تو یوں کہتے ہیں لوگ
 رشک سے لڑتے ہیں اس سے جو دل لیا ہے نام
 آہ آٹختے بیٹھتے گر کیجے تو جانے نہ غیر قطع
 کیا کہوں اسے پہنچینا اہم سے میرے پیر کے
 ناتہ سر پہ گراٹھا سے دن سے شاید نہ پیر
 کیوں نہ میں اپنے وطن کو روڈوں سے معروف آہ
 وصل کے دن یاد گئے ہیں نہایت ان دنوں

اس کے نزدیک تو میں اس سے بچا جاتا ہوں
 یاد آتا ہے وہ حب پان چانا اس کا
 ماہ و خورشید غلط مجھ میں اور اس میں ہے لاگ
 جب چلا قافلہ اشک تو یوں دل نے کہا
 بل دیر گرچہ نہ بکھٹے کجے تو نے اسے چرخ
 ہوں میں نہ سوختہ جاں موت شاخ مر جاں
 واہ کیا غواہی قیمت ہے کہ چوں دُور حنا
 لڑا دلوں کو نہیں حاجت انہار سخن
 صفحہ جہرچہ ہوں مصرعہ عسائی صفحہ ق
 پر کن فہم نہیں کوئی جو کجے بلکہ کر
 ایک ملنے کی طرح ساتھ لگا جاتا ہوں
 کچھ کہتے وہی بس بات چبا جاتا ہوں
 گھر سے تب کجے ہے وہ جب میں چلا جاتا ہوں
 ہٹے کیا ساتھ چلا اور میں رہا جاتا ہوں
 رنگ عاشق کی طرح پر میں اڑا جاتا ہوں
 گرچہ پانی میں ہوں پر تو بھی چلا جاتا ہوں
 جب نہ تب دستِ بیاں کی میں بندھا جاتا ہوں
 شیریں جوتوں ہی سے میں بات کر رہا جاتا ہوں
 تحتِ غفلت تو غرضی سب سے ٹپھا جاتا ہوں
 ہوں زہیں غور طلب اس سے رہا جاتا ہوں

فقد ہر آب ہوں اس بحر فنا میں معروف

لکھنے پاتے نہیں مجھ کو کہ مٹا جاتا ہوں

عالم سنی ساقی ہے کسے پرولے سرو
عشق کے باعث تری یہ منزلت ہے فاختہ
گمشد گنجی میں غل شمع کی مانند حیف
گشت دن و رات اس کا یہ رتبہ ہے بلند
عالم وحدت شاہر رنگ میں ہے جلن گر
مینہ کیا نکیر ہے تیرے عاشق آزاد کا
آبدہ دل پر نہیں قمری ہے یہ پتھر کے نیچے
لوگوں قری ہے غفل شیشہ اے جلے سرو
کہ نہیں معراج سے کچھ عالم بالائے سرو
قہرے کچھ بھی پھل نہ پایا آن کر اے دلے سرو
آب جو بہر قدم بوسہ سے زیر پائے سرو
کیدن نہ انگشت شہادت ہانچ میں ہی ہائے سرو
وہ کرنگ تر بھی لے رنگ قدر دناے سرو
تالار سے حق سرو اور آہ موزوں جائے سرو

ایک دن معروف برہم جو کے یہ غفل تمام

حیف جل دلے گل انوس قمری ہائے سرو

تہیں ہم دیکھیں اور تم آئینہ آئینوں پہر دیکھو
ہر صحر ہر صحر محفل میں یوں تم کی ہے ڈر دیکھو
جو چاہو صحر و سر کو چاندنی میں دیکھئے یک جا
تپ نہ تپے جلے ہے مثل تار شمع فانی
دل بننا کی میرے نہ رکھو اس عشق میں
تہا ہی تیرے کام نہ کر گیا اس دل نہیں مڑنا
اشنانی زلف رنج پر سے جہنم نے دل پراناں
نکلے دن کو تارے گر بھی دیکھے نہ ہوں تم نے
نثار و شک و محنت دل کے مت بدل دیکھو ہر دم

یہ کس صورت کی محبت ہے ذرا انصاف کر دیکھو
دیکھیں پیار کی نظروں سے جب دیکھو اور دیکھو
تو پالے سے طلسم اگر شب اپنی بام پر دیکھو
عجب بوا نہیں پر اس نیم چیل کی ہاتھ دھر دیکھو
یہ جگنو ہے چمک دامن میں اس کی ہانک دیکھو
اسے کیا دیکھئے ہر دم میرا حبس دیکھو
پیلے صبح کے جوتے لگا چکے تجس دیکھو
ترا پناہ خال عارض آئینہ میں اس نظر دیکھو
یہ بخشش کچھ نہیں آنکھوں اور اپنا بھی گھر دیکھو

غرض ہر ایک ہاں تک ہے کہ بال آجائے شیشہ میں

جو عینک دکھ کے اے معروف تم اس کی کر دیکھو

دل سے وہ سرو ناز و زلف دو جاگرو
رکھے گلے کا ہر جوہر دل رہا گرو
جاں نواز زلف میں دل چمکے سوئے رخ
قمری کی طرح لیجئے بندھا کر گلا گرو
گل دو بجے نہاں جو بندھا کر گلا گرو
سبب جنس نہ عشق یہ ہے جاں باگرو

میں ہیں مریختی عشق میرا لیت کر ملاج
 دل مول نکاحیں بہت کافرن کی بک نگاہ
 تازاں ہیں اپنے بہت چہرہوں پہ جوں ہما
 تب جانے وہ کہ ہیں اسے کہتے ہی اضطراب
 کیا طاقت اب جواٹھ سکے تیرا رخصتی غم
 سودا جو کرتی مول سے ہزار عشق میں
 با محبت ہے سب یہ سستی خانہ خواب کا
 حوت گنگ ہے میں تجھے کیا سب اہل جہنم

معرفت تب سے بیٹھے ہیں ہم گزشتہ گمیر جو
 دل حب سے ایک چوہہ نشیں کو دیا کرو

تجھ سے اسے آئینہ رو کس شخص جیرانی نہ ہو
 پختہ مغواں جنوں کو رنگ جہانوں سے
 کشتہ تیغ تغافل کو نہ مجھ کو آشتیاب
 خاک اس کے درد کی داند کر ہی بارو طبیب
 نامہ و پیغام سے تسکین دل معلوم ہے
 روز و عرصے کے ترے گنناہوں میں اہل دنیا
 نہ سماؤ چھپے کیا بتا کہاں عاشقی ہے تو
 دوستو آج ایک مجھ سے ایسی نادانی ہوئی
 آہرو کے ڈر کے مارے میں نے چھوڑا بارو
 اب یہ میری سزا ہے لے کے تیش آبار

دل کو با جزاقت میں کید کمر پریشانی نہ ہو
 اب کہاں کا نام و رنگ اسے عقل دیوانی نہ ہو
 بار جانی ہو کے پیار سے دشمن جانی نہ ہو
 جس کر یہ دکھ ہو کہ جس دکھ میں دو اکھانی نہ ہو
 جب تک تم سے ملاقات اپنی جسمانی نہ ہو
 ہے عجب تہیج اگر میری سیلانی نہ ہو
 کیا کہوں جو بات نامحرم سے بتلائی نہ ہو
 طفل نادان سے بھی ایسی ہر گز ناٹائی نہ ہو
 کب تک اس بے آہروئی کی پشیمانی نہ ہو
 دے دے دلاں مجھ کو کرو جس گنگ پانی نہ ہو

بہر حال اک برق دھن کے دل ہے اپنا مشرب

طبع میں معرفت کیوں کر گرم جملانی نہ ہو

ابو میں مطلع سر دیوان آرزو

قیامت تیرا ہے سر و خسران آرزو

فرقت میں تیرے کیا کہوں اے جانِ آرزو
 کیا چرگیا جو قیس بھرا دشتِ عشقِ سحر
 پاتا ہوں روزِ سحر میں ایک آرزوئی
 جانِ عزیزِ چھوڑ گئی تو بھی یہ رہی
 اے نورِ صبر ہر خدا ناخدا بن اب
 دیکھے وہ آکے سینہ پہ داغِ گورے
 یہ تجھ سے مانگ لیتے بعد آرزو غزل
 معرفت ہوتے آج اگر خسانِ آرزو

تعریف ہر اس رنگِ گلستان کی پڑھو
 ایک آن نہیں بھولتے میں باتِ انا ہے
 حیراں نہ کرو مجھ کو بیتِ جہنمِ دو درگاہ
 یہ بے سرو سامانی ہیں سامانِ طرب ہے
 میں تم سے کہوں آؤ لپ یار کی باتیں
 معرفتِ غموشی کا سبب کیا کہوں تم سے
 مت لے کے قسم تم لے متد آن کی پڑھو

چپ کیوں نہ کرو اس کی جو تم شان کی پڑھو
 آہ جس جا سبزِ باغ ارمِ روئیدہ ہو
 دفن ہوں جس جا تیرے تیرے گلاب ملے تیرے
 دشتِ وحشتِ عزیزِ خاں لے پڑتے ہیں پائو
 کیا بری ہوتی ہے صورتِ دلِ ظالم کی ہر دم
 دانہ الماسِ غم کھایا ہے دل نے کیوں نہ آہ
 ہاں گریہ ہے باغِ خاطرِ عاشق کا حال
 حسرتِ دیدار میں گریاں چلا ہوں زیرِ خاک
 میں مورِ ضعیف آپِ سلیمان کی پڑھو
 میں امینِ یوں تو بختِ بد سے ہم روئیدہ ہو
 کیوں نہ دایِ کمرِ نیستاں یک قلمِ روئیدہ ہو
 درغزل کا پھول تا ہر قدمِ روئیدہ ہو
 تم ریزی مہر کی کچی ستمِ روئیدہ ہو
 لالہ بختِ جگر اب دمِ دمِ روئیدہ ہو
 جو گلِ شادی بھی ہر دمِ خارِ غمِ روئیدہ ہو
 کیا عجب زگر گلابِ باہشتمِ غمِ روئیدہ ہو

نغمہ تیشہ کہے گر سر پہ خون کو دوات سرگدشت اپنی لکھاؤں تجھے منہ ہانکے ہاتھ
کیوں نہ معروف کرے غم سر تسلیم نیاز
جب علم تیغ جو تجھ سے ستم ایجاد کے ہاتھ

بے ہے تر وہ چمکتی خون سے جہن قصا کا تختہ وہی بیچے وہاں جو عثمان ایسے تخت یا تختہ
نہ ہو کس شکل سے باشند گاہ کو پاں کے حیرانی کہ ہے تصویر کا عالم یہ ہندوستان کا تختہ
نہ ہو چھ تختہ واسع وہ پھل کاری کے جانے کے ہر اک تھا تختہ لکھنؤ سے بھی نزہت فراتختہ
سر ہو مکہ مسکن خوبی نہ زمین و خط کی میں اس کے یہ دونوں طرف سے گرم کاغذ کا کیا تختہ
بہر آئی چشم یکسر ہائے غمراں کے تصویر میں ٹکڑاں ناز کاڑھا کوئی رکھتے ہی پا تختہ
جہٹ مت رکھ دل فاضل ہر تختہ بیباں کی کہ ہے سر پہ کھڑی تیرے لئے ہر دم فضا تختہ
کیا سچے کو بہنے اپنے گل کھا کھا کے یوں جیسے دکان پر بھول والوں کی ہوجھروں سے بھر تختہ

اگر معروف اسے احوالِ اشک چشم لکھتا ہے
تو یہ کاغذ بہا اور کاغذ ابری کا لا تختہ

وہ بے خالی لب آئینے میں دیکھو تو اسے سیدی مرے اتنے چڑھا منہ
خاکم تو یہ دل کا دیو نہ ناک میں پرزہ مجھے اب نظر غم سے یہ آیا خاک میں پرزہ
یکل عاشق کے قہنے اپنے لئے تامل کئے پرزے کہ ہر اک مل گیا اس کا بدن کا خاک میں پرزہ
جو یاد و ساقی گلفام میں مرجاؤں ایسے سوہم تو میرا ہم لکھ کر باندھ رکھنا تاک میں پرزہ
لگا پڑا بنانے حب انیوں جان کر نقطہ پڑھا جو شیخ نے شب نشتر تریاک میں پرزہ
مجھے غم کیوں نہ ہو اب کہیں شادی میں لگا دیا گیا بندھا ہے سرش جو نہ بت بیباک میں پرزہ

دیا معروف اپنے خون کے لادری کا لکھ بہنے

بوقت قتل دست تاملِ تنہا میں پرزہ

عشق کیا ہے کوئی بلا ہے یہ وہاں ہی جاتے جھے ہوا ہے یہ
میں اسے دیکھوں اور وہ آئینے کو دیکھنا طرفہ صاحبِ راجہ ہے یہ

لے مطہر و مستوی اس شعر کو خدو کر دیا گیا ہے۔

عشق کی ابتداء میں تھا گریاں
نہ تو جیتا ہوں نہ مرنا ہوں
چہ رواں اشک دیدہ بلیقوب
کم ٹہرتے ہیں اس لئے یہاں لوگ
دارخ بردل تھے سینہ چاک ہوئے
اس سے بخت کو کتنے دوسیاہ
خود بخائی خدا کو جسے ہے فریب
دل جو مثل سرخک ہے پامال
ایک عالم اسی مرض سے موا
گور کیا جاتے قدر نقش قدم

اب جو حیراں ہوں انتہا ہے یہ
اس لب و چشم سے گلا ہے یہ
قافلہ مصر کو چلا ہے یہ
کو فلک بے سستوں کھڑا ہے یہ
اب دنیا اور گل کھلا ہے یہ
کشتہ چشم سر ماسا ہے یہ
ہم سے بندوں کو بدنا ہے یہ
کس کی نظروں سے اب گڑا ہے یہ
زبیت ہے یا کوئی و با ہے یہ
ہم کو آنکھوں سے بھی سوا ہے یہ

بادشاہی کرے نہ کیوں معترف

کس کے در کا بھلا گرا ہے یہ

نہ کیوں باہم کریں گل اور شبنم خندہ و گریہ
کہے تھا دیکھ کر ہر ایک کریدو یا نہ ہوئے گا
نہ کیوں خنداں گریاں ہوں میں کیا اس چشم نے گوں کو
بھلا کیوں کرنے شب پروا دل سوز صدمے جو
مغان قتل کو کس اور دیکھ کر چشم تر ساغر
بکھر غافل کر اس آغا زاد اور انعام پر تیرے

کہ ہے روزا نزل سے یعنی تو ام خندہ و گریہ
کہے تھا تین چٹکی میں جو حسد و خندہ و گریہ
کو سوچے ہے نشے میں سب کو ہم خندہ و گریہ
کو یعنی شمع رکھتا ہے (وہ) عالم خندہ و گریہ
نہ کہہ اس دور میں رہوئے یہ جم جم خندہ و گریہ
چلا آتا ہے اندھوں کو بھی بہیم خندہ و گریہ

یہاں تک تھریں اس آئینہ رو کے تصور میں

سمجھتے ہی نہیں معرفت کچھ ہم خندہ و گریہ

جو اٹھاتا تھا اندھوں سے عاشق بیدل کے ہاتھ
تھا اشارہ سب سے چلتے جو تھے بسمل کے ہاتھ
خاک ہے اب زندگی بیک جا نہیں تھ کو قرار

رنگ ہی تھ کو حنا ہاند سے ہے اس قاتل کے ہاتھ
کس نے لاکر تیغ دی تھی آج اس قاتل کے ہاتھ
ہو گیا سیلاب میں قرا اضطراب دل کے ہاتھ

آہد اب کیا وہی دنیا کی اب باقی کر ہے
 کائنات گلاب بروج دامن ساحل کے ہاتھ
 ہے قسم تجھ کو نہ ہرگز بھولیو اسے نامہ بر ق
 یہ لہانی کیوں نامہ برے کے اس فاضل کے ہاتھ
 گر نہیں کھتے جواب خط نہ لکھو مہرباں
 پر خیر بھیجا کرو ہر ہر روز منزل کے ہاتھ
 قافیہ قراب بدل کر لکھو منزل معروف یہ
 داد ولی سے جا پہلے گر طالب آمل کے ہاتھ

مرکو نہ کہہ کر ہے مے رخسار کی شبیہ
 یاروں کے ہے یہ دیدہ بیدار کی شبیہ
 کیا ہی دیکھے غور سے آنے نہیں نظر
 نقاش کھینچے کیا کربار کی شبیہ
 عین نے مہر حسنہ کوئی دم سراود یا
 دیکھی جو یار گل تھے سے بیدار کی شبیہ
 ہوں میں سپاہی وضع تصور نہ بانجوں کیوں
 اہد سے اس کے ملتے ہے تھوار کی شبیہ
 چہرے سے گرفتار اشیا دیکھتے تو پھر
 یکدمت کھینچنے آئینہ سکار کی شبیہ
 آخون جی الف ہی کہوں کا ہزار بار
 کس واسطے کر ہے یہ قد یار کی شبیہ
 معروف شرط عشق یہی ہے کہ کھینچنے

اب لوح دل بچو حیدر گزار کی شبیہ
 شیرین نے بے ستوں میں جو نالے کئے شوق
 ملاؤں تھا اس حزی وہ کہار ساتھ ساتھ
 ملاؤں کی طرح لئے گلزار ساتھ ساتھ
 پھرتا ہے وہاں گہوار ساتھ ساتھ
 پھرتا ہے وہاں گہوار ساتھ ساتھ
 ہے میری بے کسی کے جلو میں قرین ہے ق
 اقبال دور دور اور ادبار ساتھ ساتھ
 معروف اپنے سایہ قد کی طرح سے جب
 دیکھے وہ مڑکے ہے یہ گنہگار ساتھ ساتھ

الہی یاد ہے دل میں مرے کس ماہ پاک سے کی
 جواب یک جا قرار اس کو نہیں ماندا پاسے کی
 جلت کرنا ہے اس دنیا ہی تو تعمیر ہے نعم
 جگہ ہے یہ تو ہے ناداں مسافر کے اتارے کی

لے مطہر و نسخہ میں اس غزل کے ان اشعار کو حذف کر دیا گیا ہے

جگر لگتا ہے پھٹنے، ٹکڑے ٹکڑے لکے ٹکڑے ہیں
جنا جس وقت یاد آتی ہے ہم کو اپنے چاہیے کی
خیالِ خالیِ چشمِ بارِ جودِ دل سے نہیں جاتا

نہ ڈر معروف تو گرواپ دریاے محبت میں

گزر جا اپنے جہ سے گر نہیں صورت گزارے کی

یقین ہے جگر یہ بلیک کہ دلبر آئے ہے آئے
جہاں کی اندھیری رات اور تنہائی کا عالم
تسوا آٹھ لگا گیا جب چشم سے اس آئینہ رو کا
وہ الفت میں شل شل گر گیا یہ سرکش ہو
پھٹنے پر ہی طرح گرد و کسو ہیر و مکے بس میں
گم ہے تیرا چشم مست کے کہیں کو تو تیسری
ہنس اس کی خبر یاد آئے تو آئے کیوں نہ پھرنا
کھن ہے اس کا آنا اس طرف لے نہ ہفت

نہ آئے وہ تو سچ ہے کوفت ہی پر آئے ہے آئے
نہ دکھلائے غدار تم کو بھی دُعا آئے ہے آئے
تو حال دریاں سندِ سکندر آئے ہے آئے
جہاں رکھا قدم زیرِ قدم سرا آئے ہے آئے
تو تیرے کو رسمِ مجھ پر لے تم گرا آئے ہے آئے
جودِ دل میں بات ہو آفرین نہ ہاتھ ہے آئے
جہاں یہ برقی بجلی سینہ مقرر آئے ہے آئے
جو قتل پر رکھے اپنے تو لے کر آئے ہے آئے

کوئی ماضی منشی معروف کا گردِ دِل کھودے

ذکرِ کمر آئے باور اس کو باور آئے ہے آئے

غالب اور مسرید احمد خاں

مرزا غالب یوں تو آگرہ میں پیدا ہوئے، مگر ان کی ساری عمر دکن میں گزری۔ بقول خواجہ الطاف حسین حالی سات برس کی عمر سے دکن میں آنے والے لگے تھے۔ تیرہ سال کی عمر میں نواب الہی بخش معروف رت ۱۲۴۳ھ کی مساجدادی کے ساتھ عقد ہو گیا۔ پھر آربار اور بٹوہ گئی اور کچھ دنوں کے بعد تو مستقل طور سے دکن کے باسی ہو گئے۔

خانان لوہارو، دکن کا ایک نامور اور مشہور خاندان تھا۔ نواب فخر الملک احمد بخش خاں (رت ۱۲۴۳ھ) سرکار و دیار میں اعزاز و منصب کے مالک تھے رتوں معنی سے بھی مشہور اور انگریزی سرکار کے بھی خدمت گزار غالب کے اس خاندان سے دہرے دہرے رشتے تھے، بلکہ اس سے زیادہ مرزا غالب اپنے چچا نصر اللہ بیگ خاں (رت ۱۲۰۶ھ) کی سرکاری خدمت گزاری کے سلسلہ میں پنشن کے تحت ٹیپوے۔ امراتہ و رؤسا میں شمار ہوا، دیار میں کرسی مل، خلعت و انعام سے سرفراز ہوئے۔ سرکاری خط و کتابت میں "خاں صاحب بیار مہربان دوستاں" لکھا گیا۔ بادشاہ دکن کے

شاہ یادگار غالب خواجہ الطاف حسین حالی۔ (شیخ مبارک علی، لاہور ۱۹۴۲ء) (حصہ ۱۳)
 لکھ آغا غالب قاضی عبدالودود (مظلوم علی گڑھ میگزین، ۳۹ - ۱۹۴۸ء) علی گڑھ
 ۱۹۴۹ء) حصہ ۴۔ مگر مولوی عبدالحامد بدایونی نے دیوان معروف کے مقدمہ میں
 ان کا سال انتقال ۱۲۴۳ھ لکھا ہے۔ دیوان معروف، طبع نظامی پریس
 بدایون ۱۹۳۳ء) حصہ ۱۔

ہاں سے نجم الدولہ ویر الملک نظام جنگ کا خطاب پایا اور مرزا غالب دلی کی
اصلی سوسائٹی کے ایک رکن بن گئے۔

سر سید احمد خاں کا خاندان بھی دلی کا ایک ممتاز اور صاحب منصب خاندان
مستعار سر سید کے والد جواد الدولہ میر تقی (وفات ۵ رجب ۱۲۵۴ھ) اور اکبر شاہ ثانی
سے ذاتی تعلقات تھے، بلکہ ایک موقع پر بادشاہ نے ان کو وزارت کا منصب سونپا
چاہا جسے انہوں نے اپنے خسر نواب فرید الدولہ فرید الدین احمد خاں (۱۲۴۲ھ کو
ولوا دیا۔ فرید الدولہ دوم مرتبہ اکبر شاہ ثانی کے وزیر رہے۔ وہ انگریزی حکومت کے
بھی مشورتل و مستند تھے، بلکہ انہوں نے سرکار انگریزی کی خاص خدمات انجام دی
تھیں۔ اس طرح سر سید احمد خاں کا خاندان اور نوابان لوہارو کا خاندان دونوں
کم و بیش برابر کے درجے کے تھے اور ان دونوں خاندانوں میں تعلقات ہر نے بعضی
تھے اور یہ تعلقات تھے بھی۔ چنانچہ سر سید احمد خاں، نواب ضیاء الدین احمد خاں
نیر اور خاں (وفات ۱۴ رمضان ۱۲۰۲ھ) کے حال میں لکھتے ہیں:

”چند وسعت خلق کا یہ حال ہے کہ اگر اس کو خلق محمدی سے تعبیر کریں
تو بجا ہے۔ راقم کو اس سرگروہ اراکین روزگار کی خدمت میں بہت
اخلاص اور کمال اختصاص ہے اور دعویٰ اتحاد و پیوند ازاں اور اس
قدوہ اہل کمال کی طرف سے بھی کفرین عبادت پر مراسم الطاف اور طرح
اعطاف اس طرح سے مبذول ہیں کہ زبان تقریر کو نہ طاقت سخن ہے
اور نہ بارائے بیان“

سر سید احمد خاں نے آثار الصنادید میں بدھرمہ شعر انواب ضیاء الدین خاں
کے علاوہ اس خاندان کے دو افراد نواب زین العابدین خاں عارف ابن نواب غلام حسین خاں

۱۔ سید فرید احمد خاں (مترجم محمود احمد بکائی) (پاک ایڈیٹری کراچی سنٹر) ص ۱۰۰
۲۔ آثار الصنادید سر سید احمد خاں (پاکستان پبلیکیشن سوسائٹی کراچی ۱۹۶۶ء) ص ۳۱۲ - ۳۱۳

محکمہ فکر بھی کیا ہے۔ مرزا غالب خاندانِ لہار کے متعلقین و متوسلین میں تھے۔ لہذا ان سے بھی سرسید احمد خاں کے تعلقات تھے، بلکہ ان کے بھائی سید محمد خاں رف ۱۳ ذی الحجہ ۱۲۶۱ھ) سے تو غالب کے گہرے روابط تھے، یہاں تک کہ وہ ان کو اپنا روحانی دوست سمجھتے تھے۔ چنانچہ غالب اپنے ایک انگریز دوست کو لکھتے ہیں کہ

”آں کہ مدبارۂ سید الاخبار وادھکارش دادہ اند منتے دیگر بریں نہادہ اند“
اور پھر اسی خط میں لکھتے ہیں

”نہاں نمائد کہ نقش مطبع سید الاخبار آگینزہ طبع یکے از دوستانِ روحانی من است۔“

محمد عتیق صدیقی تو سرسید احمد خاں کے متعلق بھی لکھتے ہیں کہ

”مرزا غالب اور سید احمد خاں میں گہرے تعلقات تھے۔

حالانکہ غالب اور سرسید کی عمروں میں بیس سال کا تفاوت ہے۔

مرزا غالب کا اردو دیوان سب سے پہلے شعبان ۱۲۵۷ھ (اکتوبر ۱۸۴۱ء) میں سرسید احمد خاں کے بیٹے بھائی سید محمد خاں کے قائم کردہ پریس میں چھپا تھا اور اس میں نواب ضیاء الدین احمد خاں کی تقریظ بھی شامل ہے۔ اس دیوان کے سرورق کی عبارت یہ ہے

”دیوان اسد اللہ خاں بہادر غالب مخلص مرزا نوشہ صاحب مشہور

سید سرسید احمد خاں آئندہ الصنادید، پاکستان ہسٹریکل سوسائٹی کراچی ۱۹۶۶ء، ص ۳۲۱-۳۲۲

۲۔ ”سکھ کلیات مرزا غالب“ اسد اللہ خاں غالب (مطبع نول کشر کانپور ۱۸۷۵ء)، ص ۱۹

۳۔ ”ہندوستانی اخبار نویسی محمد عتیق صدیقی (انجمن ترقی اردو ہند، علی گڑھ ۱۹۵۷ء)، ص ۲۶

۴۔ ”ہندوستانی اخبار نویسی“ ص ۲۶۸

۵۔ ”ہندوستانی اخبار نویسی“ ص ۲۶۹

اچھن دشمن پڑواں دوست، فرزند با فرو فرہنگ جواد الدہلوی سید
 احمد خاں بہادر عارف جنگ آں کہ خامہ را در نگارش افسوں زندہ
 کردن نام بدایں دوستی کو آنی داد کہ نام آوران روز فرو رفتہ را زندگی
 جاودانی داد۔

سر سید احمد خاں سے غالب کی خط و کتابت بھی رہی تھی۔ جس میں ذیل کے (۱۸۴۶ء تا ۱۸۴۶ء) میں سر سید احمد خاں فتنہ بریکری میں منصف تھے انہوں نے مرزا غالب کو ایک خط لکھا تھا اور غلام امام شہید (ف) ۲، اکتوبر ۱۸۴۹ء کے دوا شکار پیچھے تھے کہ ان کو قصصیں کروا جائے۔ یہ بات مرزا غالب کے طبع نازک پر سخت گراں گزری وہ قتل (ف) ۲۳ ربیع الاول ۱۲۳۳ھ کے شاگرد غلام امام شہید کو کب اس مرتبے کا سمجھتے تھے کہ ان کے اشعار کی قصصیں کریں۔ اس سلسلے میں مرزا غالب نے جو خط سر سید احمد خاں کو لکھا ہے، وہ ملاحظہ ہوئے۔

ہنام جواد الدہلوی سید احمد خاں بہادر منصف فتح پور۔

نواب علی القاب و سید عالی جناب سلامت۔

بعد رسیدن منشور رافت نشان شامداں شدم و ازاں چہ مرا ہر انعام
 آں فرماں دادہ اندغیں، یک دو بیت از دیگرے گرفتن و بہاں گفتار
 دو چار بیت از خوشیش افزون کردن کدام آئین کن وری و کدام شیوہ
 معنی پروری است۔ خاصۃً ای دو بیت کہ جز شکوہ الفاظ تازی بچکانہ

سہ غالب کا یہ خط بہار دانش کے ایک علمی نسخہ میں بھی شامل ہے، جو انجمن محمدیہ آگرہ کے کتب خانے میں موجود ہے۔ اس نسخہ سے اس خط کو نثار احمد فاروقی نے نقل کر کے اپنے مضمون "نواور غالب" میں شامل کیا ہے۔ ملاحظہ ہو ماہ نامہ آج کل (۱۹۶۴ء) ص ۳۴

معنی نازک نثار و سیما و سحر سے واقع شدہ کہ کچھ کس از اسیرانیاں و دران
 بحر غزل گفتہ: انچہ بریں و نہایت افزائید خواہی آن رامندی نام نہند و
 خواہی تریج بند خوانند، خاص از بہر آنست کہ گدایاں یا و گیرند و برود یا
 یا ہنگ حویں بخوانند کہ ام عاشق خاتم المرسلین بساج ای اشعار از خود
 رود و گر بیان دور عاشق حاشا خندوی مبروی غلام اسام شہید ستر
 اللہ تعالیٰ ہرچہ گفتہ اند و خوشتر ازین نتوان گفت، لیکن ای شاعری و
 سخن درنی نیست، چیزے دیگر ہست کہ در مجلس مولود و شریف قرنی خوانند
 فقیر حیرا و در لغت اشرف المرسلین علیہ وآلہ السلام قصیدہ ہار شریف
 است، از ان جملہ یک مشنوی نقل کردہ بخدمت می فرستم، ای را بنگرند و
 بخوانند و از بندہ اشخاصے کہ نہ شیوہ سخن گستران باشند و آرد و نگنند و
 بندہ خود انگارند و بخدمت ہمیں برادر خود سلمہ اللہ تعالیٰ سلام رسانند
 والسلام
 از اسد اللہ

اس خط کے تیار بناتے ہیں کہ سرسید احمد خان کی یہ فرمائش غالب کی طبع نازک پر گراں
 گزری لیکن تعلقات بدستور قائم رہے۔

سرتیو احمد خان تصنیف و تالیف کا شغف رکھتے تھے۔ چھوٹی بڑی مقدمہ و کتابوں
 کے علاوہ آثار الصنادید ان کی شہرہ آفاق کتاب ہے۔ وہ تاریکے کا بھی نہایت اعلیٰ
 ذوق رکھتے تھے۔ ولی کے ایک مودگر حاجی قطب الدین مرحوم نے سرسید احمد خان سے
 درخواست کی کہ اگر وہ علامی ابراہیم الفضل کی کتاب "آئین اکبری" کی تصنیف و تہذیب کر دیں
 تو وہ اس کو چھپا دیں گے اور اس کے معاوضے میں سو سو روپے کی قیمت کی مطبوعہ
 کتابیں ان کو دیں گے۔ بقول حمائی و ہل کی ملازمت کے زمانے میں وہ ان کے ایک تاجر
 سے یہ معاملہ کرنا سرسید احمد خان نے مناسب نہ سمجھا، لیکن جب وہ بخیر پینچے

قرآنہوں نے یہ کام شروع کر دیا اور نہایت محنت شاقہ کے بعد مختلف نسخوں کی مدد سے اس کتاب کو مرتب کیا، جو غانی اور کی مٹی اس کو چھوڑا، صبح نقشے اور حدود میں بنوائیں اور حاجی قطب الدین مرحوم نے حسب وعدہ اپنے بھائی شیخ اسماعیل کے نام سے دہلی میں ایک "مطبع اسماعیلی" قائم کر کے اس کتاب کو ۱۲۷۲ھ ہجری میں طبع کرایا۔ اس طرح سرسید احمد خاں نے ایک عظیم کارنامہ انجام دیا۔ سرسید احمد خاں کو اس سلسلہ میں جو کوشش و کاوش کرنی پڑی، وہ "غائۃ التفسیر" کی عبارت سے واضح ہوتی ہے۔ چنانچہ سرسید احمد خاں لکھتے ہیں:

میزواں را سپاس کہ تصحیح این حالات را آگاہی انجام پذیرفت، دل رسیدہ
آرامش یافت و جان از غم و رقت بانجا آمد۔ مدتہائے نقد و ان عمر در پی
کار صحت شد تا کہ ہر یک کائنات شنائی بدست آمد و زمانے در پیرشانی
سہری گشت تا این منتخب مجملہ معنی و فہرست و متر و تائید و شجر ازہ تصحیح
در برگرفت اگر نیک نگریستہ آید بنیدگان را آئینہ جہاں نما ماہ گشت
و گویاں را حاصلے راہ ابتدا بدست افتاد و روح را از دلبہ تربیت ہم
رسید، آگاہ دلائل را چشم بصیرت کشادہ تر گشت و راہ گم کردگان را چراغ
ہدایت افروختہ شد، نے نے من کہا و ای سخن سراغی از کیا ای ہم معنی آراخی
سازانست کہ ہند گاہ آگاہ دل و دلا گوہراں قدسی نفس ای بگر کاوی
را پسند کردند و داد تحسین و آفرین دادند، نقطہ انتخاب ہر یک از پی
ہندوگان سودیدائے و لم گشت، من هیچ در حساب را ہزاراں سامان عزو
جہاں آمانہ شد، اگر بہ نکت ہدیہ از خود صد ہزار بار نامزم رواست و کلامہ کر

ملہ حیات جاوید، خراجہ الطاف میں حال (اکادمی پنجاب، لاہور ۱۹۵۷ء) ص ۱۳۲
۳۰ ابراہیم الفضل، آئینہ اکبری (تبصیح و تہذیب سرسید احمد خاں) (مطبع اسماعیل) دہلی

افتخار بنگلہ رسالہ سزا سست، باہنہ اور تعارضیہ کر پڑ گئے، عالی بہت بر
تعمیم اس نگار پر نامہ رقم فرمودہ اند، پایہ خود را بنگلہ الا نلاک می رسام
دوستان دینے پر شکوری سعی خویش بہت ہی آرام۔

سر سید احمد خاں کے اس کام کی اصل یورپ نے خاص طور سے واو دی اور اس کتاب
کے انگریزی مترجم ایچ بلاک میں، اپر نیل کلکتہ کالج نے اس ایڈیشن سے بہت فائدہ
اٹھایا۔ بلاک میں اس کتاب کی اہمیت کے سلسلہ میں رقم طراز ہے۔

میں کہ کتاب مسلمانوں کی تاریخوں میں جو ہندوستان میں کبھی گئی ہے، اپنی نظیر
نہیں رکھتی۔ یہ فی الواقع اس سلطنت کی جو ۱۵۹۰ء کے قریب مٹی ایک
اپنے مفسر فیض راجہ نے اور نقشہ جات ہیں، ان میں اکبر کے عہد کے وہ تمام
حالات اور واقعات درج ہیں جن کے لئے ہم اس زمانے میں ایڈمنسٹریشن
رپورٹوں، نقشوں اور گزٹیروں کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

آئین اکبری کے متعلق خواجہ الطاف حسین حالی اپنی رائے ان الفاظ میں پیش کرتے
ہیں۔

”پس سر سید کا ایک ایسی نادر الوجود کتاب کی تصنیف و تہذیب میں کوشش
بیخ کے اس کو از سر نو زندہ کرنا صرف یہی نہیں کہ وہ کئی مضمون کام
نہ تھا، بلکہ فی الحقیقت بنگلہ پر ایک بہت بڑا احسان تھا اور مسلمانوں
کے ایک نامور مصنف اور نامور بادشاہ کے کاتائے کو دنیا کے سامنے

لے سر کشی ضلع بجنور۔ سر سید احمد خاں (سلطان اکیڈمی کراچی) ۱۹۶۷ء ص ۶۵

۱۲۶ (حیات جاوید ص ۱۲۶)

۱۲۷ آئین اکبری مطبوعہ اسماعیل پریس دہلی ۱۳۶۲ ہجری راقم الحروف کے کتب خانے میں
محفوظ ہے۔

۱۲۸ حیات جاوید ص ۱۲۶ - ۱۲۷

ایک دل نشین صورت میں پیش کرنا تھا۔

سر سید احمد خاں نے اس کتاب پر مرزا غالب اور نواب مصطفیٰ خاں شیفہ رن (۱۲۸۶ھ / ۱۸۶۹ء) سے تعارف لکھا تھا۔ مرزا غالب نے جو تعریف لکھی اس میں انہوں نے انگریزوں کی ایجادات و آئین کی تعریف کی اور سر سید احمد خاں کو مرقہ پرستی کا طعنہ دیا۔ مرزا غالب نے وہی لکھنؤ اور کلکتہ تک کا سفر کیا تھا۔ وہ جدید عالم و فنون اور ایجادات و اکتشافات سے باہر استحقاق و متنازعہ تھے، لہذا انہوں نے صاف صاف اپنی رائے ظاہر کر دی۔ چنانچہ وہ کہنے لگے یہ

گرز آئین می رود با ما سخن	چشم بکشا و اندری دید کہیں
صاحبان انگلستان را بنگر	شیوہ و انداز ایساں را بنگر
تا چه آئین با چه آورده اند	انچه ہرگز کسی ندید آورده اند
زی ہنرمندان ہنرمیشی گرفت	سہی بر پیشینیاں ہمیشی گرفت
حق ای قسمت "آئین" داشتن	کس نیدر ملک بہ زی داشتن
داد و دانش را ہم پیوستہ اند	ہند را صدگونہ آئینی بستہ اند
آتشے کو سنگ ہر دو آورند	ای ہنرمندان زخس چوں آورند
تا چه افسر خواندہ اند ایناں پر آب	دو کشتی را بھی راندہ در آب
گر دغان، کشتی بجوں می برد	گر دغان، گردوں بہاوں می برد
غفلت گر دغل بگرداند دغان	نزدہ کار و واسطہ را مانند دغان
از دغان زور قی بہ فشار آمدہ	باود موج ای ہر دو بے کار آمدہ
نغمہ ہا بے زخمہ از ساز آورند	حرف چوں طائر بہرہ واز آورند
ہی، نمی بینی کہ ای دانا گروہ	در دھجم آمد حرف از صد گروہ
ہی ز شدہ آتش بیاد اندر بھی	ہی در خشد باد چوں انگلی بھی

مرزا غالب نے ایک دو اشعار میں یہاں تک لکھ ڈالا۔

پیشِ امیں آئی کہ دہ درو زگار گشتِ آئین و گر تقدیم پار
مردہ پر دہلی سہارک کارِ نصیت خود بجز کاں نیز جز گفتار نیست

غالب کی یہ صاف گوفی اور بے لاگ شہرہ سرسید احمد خاں کو پسند نہ آیا اور انہوں نے یہ تقریظ غالب کو واپس کر دی۔ اتفاق کی بات کہ خواب مصطفیٰ خاں نے عربی میں تقریظ لکھی، مگر انہوں نے بھی آخر میں ایک فارسی شعر ایسا لکھ دیا کہ جس سے مترشح ہوتا تھا کہ ان کے دل میں بھی آئین اکبری کی کچھ زیادہ وقعت نہیں ہے۔

سرسید احمد خاں نے یہ دونوں تقریظیں اپنے کتاب میں شامل نہیں کیں، صرف مولوی امام بخش صہبائی کی تقریظ شامل کی۔

یہ بات صحیح ہے کہ غالب تاریخی کا وہ فوق نہیں رکھتے، جو سرسید احمد خاں کو تھا اور یہ بھی حقیقت ہے کہ کتب تواریخ میں آئین اکبری کی اہمیت مسلمہ ہے، مگر مرزا غالب نے اس تقریظ میں جن امور کی طرف اشارہ کیا ہے وہ سراپا حقیقت تھے۔ اس میں نہ انگریز پرستی کو دخل تھا اور نہ ابراہیم الفضل کی تکخیف مقصود تھی اور سچی بات تو یہ ہے کہ جب سرسید احمد خاں نے اپنی اصلاحی اور تعلیمی مہم شروع کی تو انہوں نے بھی یہی کہا، بلکہ انہوں نے انگریزوں کے آئین، علوم و فنون، معاشرت اور ایجادات و اکتشافات کی اس سے زیادہ تعریف کی اور اسی کی ترویج و تشریح کی کہ جو بات مرزا غالب اپنے ان چند اشعار میں کہہ گئے ہیں، اس سے مرزا غالب کی وسعت نظر و دماغی اور ذہن نگاری کا اندازہ ہوتا ہے۔

یہ ایک خالص علمی معاملہ تھا اس سے سرسید احمد خاں اور مرزا غالب میں ایک نوع کا بقدر ہو گیا اور بقول حاکمیؒ: دونوں کو حجاب و اس گیر ہو گیا تھا۔ سرسید احمد خاں بجنور میں تھے کہ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کا آفتاب ہو گیا اور پھر اس کی

پہٹ میں پورا ملک آگیا۔ اس کے مابعد اشاعت میں غالب اور سرسید دونوں مبتلا رہے۔ ماری شہداء میں جب مرزا غالب پہلی مرتبہ رام پور سے واپس جوتے ہوئے خراؤ آباد کی سرائے میں ٹھہرے اور سرسید احمد خاں کو معلوم ہوا تو وہ ان کو اپنے گھر لے گئے اور یہ حجاب رفع ہو گیا۔ چنانچہ حال کھتے میں لے

”سرسید کہتے تھے کہ جب میں مراد آباد میں تھا، اس وقت مرزا صاحب نواب یوسف علی خاں مرحوم سے ملنے کو رام پور گئے تھے۔ ان کے جانے کی تو مجھے خبر نہیں ہوئی، مگر جب واپس آئے تو وہاں جاتے تھے۔ میں نے سنا کہ وہ مراد آباد میں سرائے میں ٹھہرے ہیں، میں فوراً سرائے میں پہنچا اور مرزا صاحب کو مع اسباب اور تمام ہواہیوں کے اپنے مکان میں لے آیا۔

ظاہر اسباب سے کہ سرسید نے تفریط مہیا کرنے سے انکار کیا تھا وہ مرزا سے اور مرزا ان سے نہیں ملتے تھے اور دونوں کو حجاب وامن گیر ہو گیا تھا اور اور اسی لئے مرزا نے مراد آباد میں ٹہرنے کی ان کو اطلاع نہیں دی تھی۔

جب مرزا سرائے سے سید کے مکان پہنچے اور پاکی سے اترے تو ایک بوگن ان کے ہاتھ میں تھی۔ انہوں نے اس کو مکان میں لاکر ایسے موقع پر رکھ دیا، جہاں ہر ایک آتے جاتے کی نگاہ پڑتی تھی۔ سرسید نے کسی وقت اس کو وہاں سے اٹھا کر اسباب کی کوٹھری میں رکھ دیا۔ مرزا نے جب بوتل کو وہاں نہ پایا تو بہت گھبرائے۔ سرسید نے کہا، آپ خاطر جمع رکھئے میں نے اس کو بیت احتیاط سے رکھ دیا ہے۔ مرزا صاحب نے کہا، بھئی بھے دکھا دو۔ تم نے کہاں رکھی ہے؟ انہوں نے کوٹھری میں لے جا کر بوتل دکھا دی۔ آپ نے اپنے ہاتھ سے بوتل اٹھا کر دیکھی اور سکا کر کہنے لگے کہ بھئی اس میں تو کچھ شیان ہوئی ہے۔

بچ جاؤ کس نے پی ہے؟ شاید اسی لئے تم نے کوٹھری میں لاکر رکھی تھی۔ ملاحظہ فرمائیے کیا ہے۔

واعظان کایں جلوہ بر محراب و منبری کنند

چوں بخت ی روند آن کار و گبر می کنند

سر سید انس کے چپ جو رہے اور اسی طرح وہ رکاوٹ جو کئی برس سے چلی آتی

تھی، رفع ہو گئی۔ مرزا دو ایک دن وہاں ٹھہر کر واپس چلے آئے تھے۔

اس طرح ان دونوں کے تعلقات پھر استوار ہو گئے، بلکہ مولانا ابراہیم الکلام آزاد

دف ۱۹۵۵ء نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ مرزا غالب کی پنشن کی بمال کے سلسلے

میں بھی سر سید احمد خاں نے کوشش کی تھی۔ چناں چہ وہ اپنے ایک مضمون "مرزا

غالب مرحوم کا غیر مطبوعہ کلام" (مصائب غدر، تلخ سلا کی تباہی، وقاداری و

ہجرت کی ایک قدیمی حکایت) میں لکھتے ہیں تھے۔

مجھ لوگوں نے مرزا مرحوم کی صفائی کے لیے خاص طور پر کوشش کی

تھی، مجھے معتبر ذرائع سے معلوم ہو رہا ہے کہ ان میں سر سید مرحوم بھی

لے مولانا استیازیل عریقی لکھتے ہیں کہ سر سید کے پاس دو ایک دن قیام نہیں کیا تھا، بلکہ اس دن

روانہ ہو گئے تھے (مکاتیب غالب، مرتبہ استیازیل عریقی، ص ۱۰۳)

لے مرزا غالب دومری مرتبہ (دسمبر ۱۹۶۶ء) رام پور سے واپس ہوتے ہوئے مرزا آباد میں مولوی

محمد حسن خاں بریلوی صدرا الصدور دف تقریباً ۱۸۷۳ء کے یہاں ٹھہرے تھے۔ بعض لوگوں نے

ان دونوں واقعات کو گڑبگڑ کر دیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے (شارانمر فاروقی کا مضمون "نوادیر غالب"

آج کل، دہلی فروزی ۱۹۶۶ء، ص ۳۰)

لے اقبال، مارچ ۱۹۱۳ء مطابق ۲۶ رجب ۱۳۳۲ھ (ص ۳۲۷-۳۲۸)۔ نیز دیکھیے

ڈاکر غالب (ص ۱۳۶-۱۳۷)۔ غالب۔ غلام رسول مہر (لاہور ۱۹۶۳ء) ص ۳۱۹

لے مولانا ابراہیم الکلام آزاد نے اس معتبر ذریعے کی ضمانت نہیں کی (باقی اگلے صفحہ پر)

بھی تھے۔ اس واقعے سے سید صاحب اور مرزا مرحوم میں صفائی بھی ہو گئی
تھی کہ باہمی تعلقات قدیمانہ آئین اکبری کی تقریظ کے قصبے سے کچھ سکڑ ہو
گئے تھے۔

مرزا اور سرسید کے تعلقات تو مرزا کی رام پور سے واپسی پر پہلے ہی بحال ہو چکے تھے، مگر
ان کی بکالی کی عملی تعمیر اس وقت ظاہر ہوئی جب سرسید احمد خاں نے پنشن کی بکالی
میں کوشش کی۔

جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے بعد جب ولی پور انگریزوں کا دوبارہ قبضہ ہو گیا تو
سرسید احمد خاں کے بڑے ماسوں خواجہ وحید الدین کو کسی گورنر نے گھر میں گھس کر
گول مار دی۔ ان کے سانپ اور خال بہ غالب نے مندرجہ ذیل قطعہ تاریخ کہا ہے۔

تاریخ وفات ناظر وحید الدین

کہو چوں ناظر وحید الدین زونما انتقال

گفتم، آیا برکھام آئیں ہر سال وفات

گفت غالب کہ سرزاری اگر نامش برد!

خود ہمیں ناظر وحید الدین، ہر سال وفات

۱۳۹۳ھ

†

(نوٹ گذشتہ سے) حیرت بات اور بھی کھل کر سامنے آئی کہ سرسید احمد خاں کی کوششوں کو کس حد

تک دخل تھا اور وہ ذرا بعد کہاں تک قابل اعتبار تھا۔

سید کلیات غالب فارسی (مجلس ترقی ادب ایڈیشن) ص ۳۰۵

غالب اور غیاث اللغات

برصغیر پاک و ہند میں مسلم حکومت کا قیام عرب و جم کے فاتحین کے ہاتھوں عمل میں آیا اور حکومت کے احکام کے ساتھ ساتھ پاک و ہند کے بہت سے قبائل و گروہ اسلام کی دولت سے مالا مال ہو کر مسلم معاشرے کا حصہ بنے مگر حکومت کے اصل مناصب اور عہدوں پر بڑی حد تک باہر کے آئے ہوئے لوگ ہی قابض و ذخیل رہے ترکوں اور پٹھانوں کے دور سے لے کر مغلوں کے آخر زمانے تک یہ روایت قائم رہی کہ قافلے کے قافلے ایران و توران سے آتے، حکومت کے نظم و نسق میں منسلک ہو جاتے، مشرف و مجبور اور امتیاز و اختصاص کے مالک ٹھہرتے، معاشرے میں ان کا اعلیٰ مقام ہوتا رہی و جہ سے کہ پاک و ہند کے لوگ ہمیشہ ایران و توران کی نسبت پر فخر کرتے رہے اور بڑی حد تک یہ کوشش ہوتی کہ ان کا نسب عرب، عراق، ایران و توران کے کسی معروف آدمی پر منہی ہو۔ اور یہی آئی بڑھی کہ بہت سے اصل کے اعتبار سے ہندوستانی قبائل اور جماعتوں نے اپنے نسب عرب قبائل، کسی امام یا صحابی سے ملانے کی کوشش کی۔

باہر سے آئے ہوئے لوگ مالی اور اقتصادی اعتبار سے بہتر حالت میں ہوتے تھے منصب اور جائیداد کے مالک اور حکومت میں ذخیل ہوتے تھے لہذا وہ مقامی لوگوں کو نظر انداز کرتے تھے اور ان کو کم حیثیت سمجھتے تھے۔ ایران و توران کے شرفاء کے علوم و فنون، ادب و انشاء، تہذیب و آداب، زبان، مادہ و ہر چیز

استناد کا درجہ رکھتی تھی اور وہ مقامی لوگوں کی نظر میں معزز و ممتاز ہوتے تھے۔ اس صورت حال پر تبصرہ کرتے ہوئے مولوی عبدالغلام پوری (وفات ۱۸۴۵ء) لکھتے ہیں:

”حقیقت یہ ہے کہ ملک ہند اس لائق ہے کہ دوسرے ملک والوں کے غیر منصفانہ ماحول سے اس پر طرح طرح کے معاصب وارو چوں کہ چونکہ اس سرزمین میں باہر کے لوگوں کی اس قدر تعظیم کی جاتی ہے کہ وہ اپنے آپ کو مبرا کہلاتے ہیں۔“

مرزا غالب کے دادا بھی مغل شاہزادوں کے زمانے میں وارو ہند ہوئے اور مختلف امراء کے ساتھ وابستہ رہے ان کے باپ اور چچا فوجی ملازمتوں سے منسلک رہے مرزا غالب بہ وقت ”خاک پاک نوران“ کی نسبت کا اعلان کرتے اور ”مرزا باں زاوہ سرفرد“ چہونے پر فخر کرتے تھے۔ مرزا غالب کو فارسی زبان و ادب سے فطری لگاؤ تھا وہ فارسی زبان کا اعلیٰ ذوق رکھتے تھے انہوں نے فارسی زبان و ادب کا گہرا مطالعہ کیا تھا اس کی باریکیوں اور نکلتوں کو ایسا ذہن نشین کیا تھا کہ ان کو فارسی زبان اور ادب کی زبان سے ایک طبعی مناسبت پیدا ہو گئی تھی ان کی ذہانت، تیز بینی، نگاہ اور ذوق سلیم نے سونے پر سہانگے کا کام کیا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ہندوستان کے فارسی گو شعراء اور فرہنگ نویسوں کو خاطر میں نہیں لاتے امیر خسرو کے سوا کوئی دوسرا ان کے معیار پر نہیں اترتا فیضی کے بابے میں بھی وہ کہتے ہیں کہ اس کی بھی کہیں کہیں ٹھیک شکل جاتی ہے، جمال الدین الخجہ، محمد حسین شیرازی اور عبدالرشید پر کڑی تنقید کرتے ہیں مرزا محمد حسین قتیل اور مولوی غیاث الدین رام پوری کو گویا ان کی ”چڑ“ ہیں وہ علمی اختلاف رائے میں مجاہد اور مکابہ پر اتر آئے ہیں۔ ان کو ان لوگوں کے صحیح نام لینا بھی گوارا نہیں بیچارے قتیل کو تو ہر جگہ ”کھتری بچہ“ لکھتے ہیں اس

سلسلے میں دو انصاف کے واسطے کو بھی ہاتھ سے رہے دیتے ہیں۔ قاطع بہانہ را ذکر کرتے ہوئے مولوی نجم الغنی خاں رام پوری لکھتے ہیں۔

مرزا اسد اللہ خاں قاتل متوطن اکبر آباد ساکن دہلی نیز برہنہ
از لغات کتاب مذکور بر بہان قاطع اعتراض نمودہ است بسبب
ہیشتر انصافی را اظہار دادہ و ظلم مرتکب فرمودہ است قطع نظر از یہ کہ
بر سر الفاظ ستم با کردہ است و معافی رام پور مالہا کے جو رسپر وہ
فحش و شتم نام را کہ موقیال لب بہ اظہار آں نکشانیہ سامان دادہ
است و گفتار یعنی را کہ بازریاں نیز از اں حذر نمائید ہنیا دہا کہ

علمی اختلافات میں تہذیب و آداب کے حدود و نظرائے انداز نہیں ہونے چاہئیں۔ مولوی
غیاث الدین رام پوری مولف غیاث اللغات کے بارے میں بھی مرزا غالب کی ایسی ہی
روش ہے کہ وہ تنبیہ کی بجائے تنقیص و تضییع پر اتر آتے ہیں حالانکہ مولوی غیاث
الدین اپنے زمانے کے مشہور مدرس و مصنف تھے۔ دوسرے رام پور ان کے حلقہ
تلمذ سے وابستہ تھے۔

مولوی غیاث الدین ایک ذی علم گھرانے میں تقریباً ۱۲۸۰ھ میں پیدا ہوئے
ان کے والد مولوی جلال الدین تھے اور دادا مولوی شرف الدین صاحب علم و فضل تھے
منشی امیر احمد پٹائی لکھتے ہیں۔

لے یہی ادیب از مولوی نجم الغنی خاں رام پوری (ذیل کشور پریس کمپنیشن ۱۹۱۹ء) کے غشی میرٹھی نے
لکھا ہے کہ ۱۲۸۰ھ میں اتر پردیش کی مجلس امتیاء کا انتخاب یا دکار رام پور ۱۲۹۰ھ) ۲۲
۱۲۸۰ھ حافظ احمد علی خاں شوق نے تذکرہ کا ملان رام پور دہلی ۱۲۹۰ھ) ۲۳ نے مولوی
غیاث الدین کے والد کا نام مولوی شرف الدین لکھ دیا ہے جو صحیح نہیں ہے۔ انہوں نے خود
غیاث اللغات میں اپنے والد کا نام جلال الدین لکھا ہے۔ (ملاحظہ ہو غیاث اللغات)
مطبع نزل کشور کانپور ۱۲۹۰ھ) ۲۴

مولوی شیخ جلال الدین خلیف ارشد مولوی شرف الدین صدیقی
 الاصل تھے۔ صاحب علم و فضل تھے۔ مولوی غیاث الدین صاحب
 عزت کے چہرہ بزرگوار اپنے والد کے فیض تعلیم سے علوم ظاہری
 میں مستثنائے روزگار ایسے قانع و متواضع کہ مشکل ان کا خواب بڈل
 نفس و ممال میں انتساب مولوی غلام جیلانی مرحوم کی جو صحبت پائی
 مذاق فقر کی کمی لذت انسانی ستر پر ہی کا سن پایا بارہ سو بائیس ہجری
 ہجری میں اکیسویں ماہ ذی قعدہ کو زیر خاک آرام فرمایا۔

مولوی غیاث الدین نے اپنے والد مولوی جلال الدین اور مولانا غلام جیلانی رفعت
 کے کتب و تالیفات میں علم طب کی تحصیل حتیٰ غایت ان کے ایک بزرگ مولوی نور الاسلام

سے مولوی غلام جیلانی نام، رفعت تخلص، ملا عبد العزیز بھٹو اور شاہ عبد العزیز دہلوی
 کے شاگرد تھے۔ فارسی میں نہایت اعلیٰ یافتہ رکھتے تھے۔ نامور علماء ان کے شاگرد ہیں
 ۱۲۳۴ھ میں ان کا انتقال ہوا دو کتابیں فارسی دیوان اور جنگ نامہ موجودہ و فارسی
 ۱۸۱۹ء کتب خانہ رام پور میں موجود ہیں رفعت کا ایک عربی غیر منقطع قصیدہ راقم الحروف
 کے کتب خانے میں ہے، تذکرہ علماء ہند درحمان علی، مرقبہ و مترجم محمد ایوب
 قادری و کراچی ۱۹۶۱ء ص ۵۹، ۶۰ علم و عمل جلد اول ص ۵، تذکرہ کاسلاں
 رام پور ص ۳۸ - ۳۹ انتخاب یادگار ص ۱۵۱ - ۱۵۲

سے۔ مولوی نور الاسلام سے مولوی سلام اللہ خاں دہ حق کے نامور عالم۔ علوم معقول
 ریاضی اور طب میں فاضل اعلیٰ تھے ان کے دور سارے کتب خانہ رام پور میں موجود
 ہیں ملاحظہ ہو علم و عمل جلد اول ص ۵ (حاشیہ)

رام پور کے فارسی کے نامور اساتذہ عنبر شاہ خاں آشفقہ اور کبیر خاں نسیم سے بھی استفادہ علمی کیا۔ زہد و تقویٰ اور اخلاقِ عالیہ کے مالک تھے۔ منشی امیر احمد مینائی لکھتے ہیں :-

”فنِ طب کے بھی خوب ماہر، ورع و تقویٰ ان کا کمال الشیخ فی القبر۔
الہٰیکر طائر، طب میں مولوی ذوالاسلام خیر شاہ عبدالحی محدث
دہلوی کے شاگرد و رشید، اس ذاتِ جمیع الصفات زویدہ زینت
عنبر شاہ خاں اور کبیر خاں سے سب کچھ استفادہ فرمایا ہے بہت
سے استادانِ کامل سے فیض اٹھایا ہے۔“

مولوی غیاث الدین کی تمام عمر درس و تدریس اور تصنیف میں گزری ان کا حلقہ درس بہت وسیع و وسیع تھا۔ فواب یوسف علی خاں ناظم (ف ۱۲۸۱ھ) اور فواب کلب

نہ عنبر شاہ خاں ولد صورت خاں آشفقہ تخلص، رام پور کے نامور شاعر ادیب، ان کی متعدد تصانیف کتب خانہ رام پور میں موجود ہیں ۱۳۳۹ھ میں مراد آباد میں انتقال ہوا ملاحظہ ہو تذکرہ کامران رام پور ص ۲۸۱ - ۲۸۸ انتخاب یادگار ص ۳۳ - ۴۱، تذکرہ طبقات اشعار از قدرت اللہ شوق در مرتبہ نثار احمد فاروقی، مجلس ترقی ادب لاہور (۱۹۶۸ء) ص ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔ ۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔ ۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ ۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔ ۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔ ۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔ ۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔ ۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔ ۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔ ۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔ ۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔ ۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔ ۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔ ۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔ ۱۰۰۱۔ ۱۰۰۲۔ ۱۰۰۳۔ ۱۰۰۴۔ ۱۰۰۵۔ ۱۰۰۶۔ ۱۰۰۷۔ ۱۰۰۸۔ ۱۰۰۹۔ ۱۰۱۰۔ ۱۰۱۱۔ ۱۰۱۲۔ ۱۰۱۳۔ ۱۰۱۴۔ ۱۰۱۵۔ ۱۰۱۶۔ ۱۰۱۷۔ ۱۰۱۸۔ ۱۰۱۹۔ ۱۰۲۰۔ ۱۰۲۱۔ ۱۰۲۲۔ ۱۰۲۳۔ ۱۰۲۴۔ ۱۰۲۵۔ ۱۰۲۶۔ ۱۰۲۷۔ ۱۰۲۸۔ ۱۰۲۹۔ ۱۰۳۰۔ ۱۰۳۱۔ ۱۰۳۲۔ ۱۰۳۳۔ ۱۰۳۴۔ ۱۰۳۵۔ ۱۰۳۶۔ ۱۰۳۷۔ ۱۰۳۸۔ ۱۰۳۹۔ ۱۰۴۰۔ ۱۰۴۱۔ ۱۰۴۲۔ ۱۰۴۳۔ ۱۰۴۴۔ ۱۰۴۵۔ ۱۰۴۶۔ ۱۰۴۷۔ ۱۰۴۸۔ ۱۰۴۹۔ ۱۰۵۰۔ ۱۰۵۱۔ ۱۰۵۲۔ ۱۰۵۳۔ ۱۰۵۴۔ ۱۰۵۵۔ ۱۰۵۶۔ ۱۰۵۷۔ ۱۰۵۸۔ ۱۰۵۹۔ ۱۰۶۰۔ ۱۰۶۱۔ ۱۰۶۲۔ ۱۰۶۳۔ ۱۰۶۴۔ ۱۰۶۵۔ ۱۰۶۶۔ ۱۰۶۷۔ ۱۰۶۸۔ ۱۰۶۹۔ ۱۰۷۰۔ ۱۰۷۱۔ ۱۰۷۲۔ ۱۰۷۳۔ ۱۰۷۴۔ ۱۰۷۵۔ ۱۰۷۶۔ ۱۰۷۷۔ ۱۰۷۸۔ ۱۰۷۹۔ ۱۰۸۰۔ ۱۰۸۱۔ ۱۰۸۲۔ ۱۰۸۳۔ ۱۰۸۴۔ ۱۰۸۵۔ ۱۰۸۶۔ ۱۰۸۷۔ ۱۰۸۸۔ ۱۰۸۹۔ ۱۰۹۰۔ ۱۰۹۱۔ ۱۰۹۲۔ ۱۰۹۳۔ ۱۰۹۴۔ ۱۰۹۵۔ ۱۰۹۶۔ ۱۰۹۷۔ ۱۰۹۸۔ ۱۰۹۹۔ ۱۱۰۰۔ ۱۱۰۱۔ ۱۱۰۲۔ ۱۱۰۳۔ ۱۱۰۴۔ ۱۱۰۵۔ ۱۱۰۶۔ ۱۱۰۷۔ ۱۱۰۸۔ ۱۱۰۹۔ ۱۱۱۰۔ ۱۱۱۱۔ ۱۱۱۲۔ ۱۱۱۳۔ ۱۱۱۴۔ ۱۱۱۵۔ ۱۱۱۶۔ ۱۱۱۷۔ ۱۱۱۸۔ ۱۱۱۹۔ ۱۱۲۰۔ ۱۱۲۱۔ ۱۱۲۲۔ ۱۱۲۳۔ ۱۱۲۴۔ ۱۱۲۵۔ ۱۱۲۶۔ ۱۱۲۷۔ ۱۱۲۸۔ ۱۱۲۹۔ ۱۱۳۰۔ ۱۱۳۱۔ ۱۱۳۲۔ ۱۱۳۳۔ ۱۱۳۴۔ ۱۱۳۵۔ ۱۱۳۶۔ ۱۱۳۷۔ ۱۱۳۸۔ ۱۱۳۹۔ ۱۱۴۰۔ ۱۱۴۱۔ ۱۱۴۲۔ ۱۱۴۳۔ ۱۱۴۴۔ ۱۱۴۵۔ ۱۱۴۶۔ ۱۱۴۷۔ ۱۱۴۸۔ ۱۱۴۹۔ ۱۱۵۰۔ ۱۱۵۱۔ ۱۱۵۲۔ ۱۱۵۳۔ ۱۱۵۴۔ ۱۱۵۵۔ ۱۱۵۶۔ ۱۱۵۷۔ ۱۱۵۸۔ ۱۱۵۹۔ ۱۱۶۰۔ ۱۱۶۱۔ ۱۱۶۲۔ ۱۱۶۳۔ ۱۱۶۴۔ ۱۱۶۵۔ ۱۱۶۶۔ ۱۱۶۷۔ ۱۱۶۸۔ ۱۱۶۹۔ ۱۱۷۰۔ ۱۱۷۱۔ ۱۱۷۲۔ ۱۱۷۳۔ ۱۱۷۴۔ ۱۱۷۵۔ ۱۱۷۶۔ ۱۱۷۷۔ ۱۱۷۸۔ ۱۱۷۹۔ ۱۱۸۰۔ ۱۱۸۱۔ ۱۱۸۲۔ ۱۱۸۳۔ ۱۱۸۴۔ ۱۱۸۵۔ ۱۱۸۶۔ ۱۱۸۷۔ ۱۱۸۸۔ ۱۱۸۹۔ ۱۱۹۰۔ ۱۱۹۱۔ ۱۱۹۲۔ ۱۱۹۳۔ ۱۱۹۴۔ ۱۱۹۵۔ ۱۱۹۶۔ ۱۱۹۷۔ ۱۱۹۸۔ ۱۱۹۹۔ ۱۲۰۰۔ ۱۲۰۱۔ ۱۲۰۲۔ ۱۲۰۳۔ ۱۲۰۴۔ ۱۲۰۵۔ ۱۲۰۶۔ ۱۲۰۷۔ ۱۲۰۸۔ ۱۲۰۹۔ ۱۲۱۰۔ ۱۲۱۱۔ ۱۲۱۲۔ ۱۲۱۳۔ ۱۲۱۴۔ ۱۲۱۵۔ ۱۲۱۶۔ ۱۲۱۷۔ ۱۲۱۸۔ ۱۲۱۹۔ ۱۲۲۰۔ ۱۲۲۱۔ ۱۲۲۲۔ ۱۲۲۳۔ ۱۲۲۴۔ ۱۲۲۵۔ ۱۲۲۶۔ ۱۲۲۷۔ ۱۲۲۸۔ ۱۲۲۹۔ ۱۲۳۰۔ ۱۲۳۱۔ ۱۲۳۲۔ ۱۲۳۳۔ ۱۲۳۴۔ ۱۲۳۵۔ ۱۲۳۶۔ ۱۲۳۷۔ ۱۲۳۸۔ ۱۲۳۹۔ ۱۲۴۰۔ ۱۲۴۱۔ ۱۲۴۲۔ ۱۲۴۳۔ ۱۲۴۴۔ ۱۲۴۵۔ ۱۲۴۶۔ ۱۲۴۷۔ ۱۲۴۸۔ ۱۲۴۹۔ ۱۲۵۰۔ ۱۲۵۱۔ ۱۲۵۲۔ ۱۲۵۳۔ ۱۲۵۴۔ ۱۲۵۵۔ ۱۲۵۶۔ ۱۲۵۷۔ ۱۲۵۸۔ ۱۲۵۹۔ ۱۲۶۰۔ ۱۲۶۱۔ ۱۲۶۲۔ ۱۲۶۳۔ ۱۲۶۴۔ ۱۲۶۵۔ ۱۲۶۶۔ ۱۲۶۷۔ ۱۲۶۸۔ ۱۲۶۹۔ ۱۲۷۰۔ ۱۲۷۱۔ ۱۲۷۲۔ ۱۲۷۳۔ ۱۲۷۴۔ ۱۲۷۵۔ ۱۲۷۶۔ ۱۲۷۷۔ ۱۲۷۸۔ ۱۲۷۹۔ ۱۲۸۰۔ ۱۲۸۱۔ ۱۲۸۲۔ ۱۲۸۳۔ ۱۲۸۴۔ ۱۲۸۵۔ ۱۲۸۶۔ ۱۲۸۷۔ ۱۲۸۸۔ ۱۲۸۹۔ ۱۲۹۰۔ ۱۲۹۱۔ ۱۲۹۲۔ ۱۲۹۳۔ ۱۲۹۴۔ ۱۲۹۵۔ ۱۲۹۶۔ ۱۲۹۷۔ ۱۲۹۸۔ ۱۲۹۹۔ ۱۳۰۰۔ ۱۳۰۱۔ ۱۳۰۲۔ ۱۳۰۳۔ ۱۳۰۴۔ ۱۳۰۵۔ ۱۳۰۶۔ ۱۳۰۷۔ ۱۳۰۸۔ ۱۳۰۹۔ ۱۳۱۰۔ ۱۳۱۱۔ ۱۳۱۲۔ ۱۳۱۳۔ ۱۳۱۴۔ ۱۳۱۵۔ ۱۳۱۶۔ ۱۳۱۷۔ ۱۳۱۸۔ ۱۳۱۹۔ ۱۳۲۰۔ ۱۳۲۱۔ ۱۳۲۲۔ ۱۳۲۳۔ ۱۳۲۴۔ ۱۳۲۵۔ ۱۳۲۶۔ ۱۳۲۷۔ ۱۳۲۸۔ ۱۳۲۹۔ ۱۳۳۰۔ ۱۳۳۱۔ ۱۳۳۲۔ ۱۳۳۳۔ ۱۳۳۴۔ ۱۳۳۵۔ ۱۳۳۶۔ ۱۳۳۷۔ ۱۳۳۸۔ ۱۳۳۹۔ ۱۳۴۰۔ ۱۳۴۱۔ ۱۳۴۲۔ ۱۳۴۳۔ ۱۳۴۴۔ ۱۳۴۵۔ ۱۳۴۶۔ ۱۳۴۷۔ ۱۳۴۸۔ ۱۳۴۹۔ ۱۳۵۰۔ ۱۳۵۱۔ ۱۳۵۲۔ ۱۳۵۳۔ ۱۳۵۴۔ ۱۳۵۵۔ ۱۳۵۶۔ ۱۳۵۷۔ ۱۳۵۸۔ ۱۳۵۹۔ ۱۳۶۰۔ ۱۳۶۱۔ ۱۳۶۲۔ ۱۳۶۳۔ ۱۳۶۴۔ ۱۳۶۵۔ ۱۳۶۶۔ ۱۳۶۷۔ ۱۳۶۸۔ ۱۳۶۹۔ ۱۳۷۰۔ ۱۳۷۱۔ ۱۳۷۲۔ ۱۳۷۳۔ ۱۳۷۴۔ ۱۳۷۵۔ ۱۳۷۶۔ ۱۳۷۷۔ ۱۳۷۸۔ ۱۳۷۹۔ ۱۳۸۰۔ ۱۳۸۱۔ ۱۳۸۲۔ ۱۳۸۳۔ ۱۳۸۴۔ ۱۳۸۵۔ ۱۳۸۶۔ ۱۳۸۷۔ ۱۳۸۸۔ ۱۳۸۹۔ ۱۳۹۰۔ ۱۳۹۱۔ ۱۳۹۲۔ ۱۳۹۳۔ ۱۳۹۴۔ ۱۳۹۵۔ ۱۳۹۶۔ ۱۳۹۷۔ ۱۳۹۸۔ ۱۳۹۹۔ ۱۴۰۰۔ ۱۴۰۱۔ ۱۴۰۲۔ ۱۴۰۳۔ ۱۴۰۴۔ ۱۴۰۵۔ ۱۴۰۶۔ ۱۴۰۷۔ ۱۴۰۸۔ ۱۴۰۹۔ ۱۴۱۰۔ ۱۴۱۱۔ ۱۴۱۲۔ ۱۴۱۳۔ ۱۴۱۴۔ ۱۴۱۵۔ ۱۴۱۶۔ ۱۴۱۷۔ ۱۴۱۸۔ ۱۴۱۹۔ ۱۴۲۰۔ ۱۴۲۱۔ ۱۴۲۲۔ ۱۴۲۳۔ ۱۴۲۴۔ ۱۴۲۵۔ ۱۴۲۶۔ ۱۴۲۷۔ ۱۴۲۸۔ ۱۴۲۹۔ ۱۴۳۰۔ ۱۴۳۱۔ ۱۴۳۲۔ ۱۴۳۳۔ ۱۴۳۴۔ ۱۴۳۵۔ ۱۴۳۶۔ ۱۴۳۷۔ ۱۴۳۸۔ ۱۴۳۹۔ ۱۴۴۰۔ ۱۴۴۱۔ ۱۴۴۲۔ ۱۴۴۳۔ ۱۴۴۴۔ ۱۴۴۵۔ ۱۴۴۶۔ ۱۴۴۷۔ ۱۴۴۸۔ ۱۴۴۹۔ ۱۴۵۰۔ ۱۴۵۱۔ ۱۴۵۲۔ ۱۴۵۳۔ ۱۴۵۴۔ ۱۴۵۵۔ ۱۴۵۶۔ ۱۴۵۷۔ ۱۴۵۸۔ ۱۴۵۹۔ ۱۴۶۰۔ ۱۴۶۱۔ ۱۴۶۲۔ ۱۴۶۳۔ ۱۴۶۴۔ ۱۴۶۵۔ ۱۴۶۶۔ ۱۴۶۷۔ ۱۴۶۸۔ ۱۴۶۹۔ ۱۴۷۰۔ ۱۴۷۱۔ ۱۴۷۲۔ ۱۴۷۳۔ ۱۴۷۴۔ ۱۴۷۵۔ ۱۴۷۶۔ ۱۴۷۷۔ ۱۴۷۸۔ ۱۴۷۹۔ ۱۴۸۰۔ ۱۴۸۱۔ ۱۴۸۲۔ ۱۴۸۳۔ ۱۴۸۴۔ ۱۴۸۵۔ ۱۴۸۶۔ ۱۴۸۷۔ ۱۴۸۸۔ ۱۴۸۹۔ ۱۴۹۰۔ ۱۴۹۱۔ ۱۴۹۲۔ ۱۴۹۳۔ ۱۴۹۴۔ ۱۴۹۵۔ ۱۴۹۶۔ ۱۴۹۷۔ ۱۴۹۸۔ ۱۴۹۹۔ ۱۵۰۰۔ ۱۵۰۱۔ ۱۵۰۲۔ ۱۵۰۳۔ ۱۵۰۴۔ ۱۵۰۵۔ ۱۵۰۶۔ ۱۵۰۷۔ ۱۵۰۸۔ ۱۵۰۹۔ ۱۵۱۰۔ ۱۵۱۱۔ ۱۵۱۲۔ ۱۵۱۳۔ ۱۵۱۴۔ ۱۵۱۵۔ ۱۵۱۶۔ ۱۵۱۷۔ ۱۵۱۸۔ ۱۵۱۹۔ ۱۵۲۰۔ ۱۵۲۱۔ ۱۵۲۲۔ ۱۵۲۳۔ ۱۵۲۴۔ ۱۵۲۵۔ ۱۵۲۶۔ ۱۵۲۷۔ ۱۵۲۸۔ ۱۵۲۹۔ ۱۵۳۰۔ ۱۵۳۱۔ ۱۵۳۲۔ ۱۵۳۳۔ ۱۵۳۴۔ ۱۵۳۵۔ ۱۵۳۶۔ ۱۵۳۷۔ ۱۵۳۸۔ ۱۵۳۹۔ ۱۵۴۰۔ ۱۵۴۱۔ ۱۵۴۲۔ ۱۵۴۳۔ ۱۵۴۴۔ ۱۵۴۵۔ ۱۵۴۶۔ ۱۵۴۷۔ ۱۵۴۸۔ ۱۵۴۹۔ ۱۵۵۰۔ ۱۵۵۱۔ ۱۵۵۲۔ ۱۵۵۳۔ ۱۵۵۴۔ ۱۵۵۵۔ ۱۵۵۶۔ ۱۵۵۷۔ ۱۵۵۸۔ ۱۵۵۹۔ ۱۵۶۰۔ ۱۵۶۱۔ ۱۵۶۲۔ ۱۵۶۳۔ ۱۵۶۴۔ ۱۵۶۵۔ ۱۵۶۶۔ ۱۵۶۷۔ ۱۵۶۸۔ ۱۵۶۹۔ ۱۵۷۰۔ ۱۵۷۱۔ ۱۵۷۲۔ ۱۵۷۳۔ ۱۵۷۴۔ ۱۵۷۵۔ ۱۵۷۶۔ ۱۵۷۷۔ ۱۵۷۸۔ ۱۵۷۹۔ ۱۵۸۰۔ ۱۵۸۱۔ ۱۵۸۲۔ ۱۵۸۳۔ ۱۵۸۴۔ ۱۵۸۵۔ ۱۵۸۶۔ ۱۵۸۷۔ ۱۵۸۸۔ ۱۵۸۹۔ ۱۵۹۰۔ ۱۵۹۱۔ ۱۵۹۲۔ ۱۵۹۳۔ ۱۵۹۴۔ ۱۵۹۵۔ ۱۵۹۶۔ ۱۵۹۷۔ ۱۵۹۸۔ ۱۵۹۹۔ ۱۶۰۰۔ ۱۶۰۱۔ ۱۶۰۲۔ ۱۶۰۳۔ ۱۶۰۴۔ ۱۶۰۵۔ ۱۶۰۶۔ ۱۶۰۷۔ ۱۶۰۸۔ ۱۶۰۹۔ ۱۶۱۰۔ ۱۶۱۱۔ ۱۶۱۲۔ ۱۶۱۳۔ ۱۶۱۴۔ ۱۶۱۵۔ ۱۶۱۶۔ ۱۶۱۷۔ ۱۶۱۸۔ ۱۶۱۹۔ ۱۶۲۰۔ ۱۶۲۱۔ ۱۶۲۲۔ ۱۶۲۳۔ ۱۶۲۴۔ ۱۶۲۵۔ ۱۶۲۶۔ ۱۶۲۷۔ ۱۶۲۸۔ ۱۶۲۹۔ ۱۶۳۰۔ ۱۶۳۱۔ ۱۶۳۲۔ ۱۶۳۳۔ ۱۶۳۴۔ ۱۶۳۵۔ ۱۶۳۶۔ ۱۶۳۷۔ ۱۶۳۸۔ ۱۶۳۹۔ ۱۶۴۰۔ ۱۶۴۱۔ ۱۶۴۲۔ ۱۶۴۳۔ ۱۶۴۴۔ ۱۶۴۵۔ ۱۶۴۶۔ ۱۶۴۷۔ ۱۶۴۸۔ ۱۶۴۹۔ ۱۶۵۰۔ ۱۶۵۱۔ ۱۶۵۲۔ ۱۶۵۳۔ ۱۶۵۴۔ ۱۶۵۵۔ ۱۶۵۶۔ ۱۶۵۷۔ ۱۶۵۸۔ ۱۶۵۹۔ ۱۶۶۰۔ ۱۶۶۱۔ ۱۶۶۲۔ ۱۶۶۳۔ ۱۶۶۴۔ ۱۶۶۵۔ ۱۶۶۶۔ ۱۶۶۷۔ ۱۶۶۸۔ ۱۶۶۹۔ ۱۶۷۰۔ ۱۶۷۱۔ ۱۶۷۲۔ ۱۶۷۳۔ ۱۶۷۴۔ ۱۶۷۵۔ ۱۶۷۶۔ ۱۶۷۷۔ ۱۶۷۸۔ ۱۶۷۹۔ ۱۶۸۰۔ ۱۶۸۱۔ ۱۶۸۲۔ ۱۶۸۳۔ ۱۶۸۴۔ ۱۶۸۵۔ ۱۶۸۶۔ ۱۶۸۷۔ ۱۶۸۸۔ ۱۶۸۹۔ ۱۶۹۰۔ ۱۶۹۱۔ ۱۶۹۲۔ ۱۶۹۳۔ ۱۶۹۴۔ ۱۶۹۵۔ ۱۶۹۶۔ ۱۶۹۷۔ ۱۶۹۸۔ ۱۶۹۹۔ ۱۷۰۰۔ ۱۷۰۱۔ ۱۷۰۲۔ ۱۷۰۳۔ ۱۷۰۴۔ ۱۷۰۵۔ ۱۷۰۶۔ ۱۷۰۷۔ ۱۷۰۸۔ ۱۷۰۹۔ ۱۷۱۰۔ ۱۷۱۱۔ ۱۷۱۲۔ ۱۷۱۳۔ ۱۷۱۴۔ ۱۷۱۵۔ ۱۷۱۶۔ ۱۷۱۷۔ ۱۷۱۸۔ ۱۷۱۹۔ ۱۷۲۰۔ ۱۷۲۱۔ ۱۷۲۲۔ ۱۷۲۳۔ ۱۷۲۴۔ ۱۷۲۵۔ ۱۷۲۶۔ ۱۷۲۷۔ ۱۷۲۸۔ ۱۷۲۹۔ ۱۷۳۰۔ ۱۷۳۱۔ ۱۷۳۲۔ ۱۷۳۳۔ ۱۷۳۴۔ ۱۷۳۵۔ ۱۷۳۶۔ ۱۷۳۷۔ ۱۷۳۸۔ ۱۷۳۹۔ ۱۷۴۰۔ ۱۷۴۱۔ ۱۷۴۲۔ ۱۷۴۳۔ ۱۷۴۴۔ ۱۷۴۵۔ ۱۷۴۶۔ ۱۷۴۷۔ ۱۷۴۸۔ ۱۷۴۹۔ ۱۷۵۰۔ ۱۷۵۱۔ ۱۷۵۲۔ ۱۷۵۳۔ ۱۷۵۴۔ ۱۷۵۵۔ ۱۷۵۶۔ ۱۷۵۷۔ ۱۷۵۸۔ ۱۷۵۹۔ ۱۷۶۰۔ ۱۷۶۱۔ ۱۷۶۲۔ ۱۷۶۳۔ ۱۷۶۴۔ ۱۷۶۵۔ ۱۷۶۶۔ ۱۷۶۷۔ ۱۷۶۸۔ ۱۷۶۹۔ ۱۷۷۰۔ ۱۷۷۱۔ ۱۷۷۲۔ ۱۷۷۳۔ ۱۷۷۴۔ ۱۷۷۵۔ ۱۷۷۶۔ ۱۷۷۷۔ ۱۷۷۸۔ ۱۷۷۹۔ ۱۷۸۰۔ ۱۷۸۱۔ ۱۷۸۲۔ ۱۷۸۳۔ ۱۷۸۴۔ ۱۷۸۵۔ ۱۷۸۶۔ ۱۷۸۷۔ ۱۷۸۸۔ ۱۷۸۹۔ ۱۷۹۰۔ ۱۷۹۱۔ ۱۷۹۲۔ ۱۷۹۳۔ ۱۷۹۴۔ ۱۷۹۵۔ ۱۷۹۶۔ ۱۷۹۷۔ ۱۷۹۸۔ ۱۷۹۹۔ ۱۸۰۰۔ ۱۸۰۱۔ ۱۸۰۲۔ ۱۸۰۳۔ ۱۸۰۴۔ ۱۸۰۵۔ ۱۸۰۶۔ ۱۸۰۷۔ ۱۸۰۸۔ ۱۸۰۹۔ ۱۸۱۰۔ ۱۸۱۱۔ ۱۸۱۲۔ ۱۸۱۳۔ ۱۸۱۴۔ ۱۸۱۵۔ ۱۸۱۶۔ ۱۸۱۷۔ ۱۸۱۸۔ ۱۸۱۹۔ ۱۸۲۰۔ ۱۸۲۱۔ ۱۸۲۲۔ ۱۸۲۳۔ ۱۸۲۴۔ ۱۸۲۵۔ ۱۸۲۶۔ ۱۸۲۷۔ ۱۸۲۸۔ ۱۸۲۹۔ ۱۸۳۰۔ ۱۸۳۱۔ ۱۸۳۲۔ ۱۸۳۳۔ ۱۸۳۴۔ ۱۸۳۵۔ ۱۸۳۶۔ ۱۸۳۷۔ ۱۸۳۸۔ ۱۸۳۹۔ ۱۸۴۰۔ ۱۸۴۱۔ ۱۸۴۲۔ ۱۸۴۳۔ ۱۸۴۴۔ ۱۸۴۵۔ ۱۸۴۶۔ ۱۸۴۷۔ ۱۸۴۸۔ ۱۸۴۹۔ ۱۸۵۰۔ ۱۸۵۱۔ ۱۸۵۲۔ ۱۸۵۳۔ ۱۸۵۴۔ ۱۸۵۵۔ ۱۸۵۶۔ ۱۸۵۷۔ ۱۸۵۸۔ ۱۸۵۹۔ ۱۸۶۰۔ ۱۸۶۱۔ ۱۸۶۲۔ ۱۸۶۳۔ ۱۸۶۴۔ ۱۸۶۵۔ ۱۸۶۶۔ ۱۸۶۷۔ ۱۸۶۸۔ ۱۸۶۹۔ ۱۸۷۰۔ ۱۸۷۱۔ ۱۸۷۲۔ ۱۸۷۳۔ ۱۸۷۴۔ ۱۸۷۵۔ ۱۸۷۶۔ ۱۸۷۷۔ ۱۸۷۸۔ ۱۸۷۹۔ ۱۸۸۰۔ ۱۸۸۱۔ ۱۸۸۲۔ ۱۸۸۳۔ ۱۸۸۴۔ ۱۸۸۵۔ ۱۸۸۶۔ ۱۸۸۷۔ ۱۸۸۸۔ ۱۸۸۹۔ ۱۸۹۰۔

علی خاں نواب (و ۳۰۳۱ھ) ان کے شاگرد تھے۔ امدان رؤس کے دل میں ان کا خاصا احترام تھا۔

مولوی غیاث الدین علم و فضل کے ساتھ صاحبِ بہت و جرات تھے۔ کتابوں کا شوق تھا۔ لکھنؤ تک سے خرید کر منگاتے تھے۔ تلاشِ معاش کے سلسلہ میں لکھنؤ بھی گئے تھے۔ شاہ جمال اللہ سے بیعت تھے۔ انہوں نے ایک کنواں بھی بنوایا تھا، رام پور کی سرکار سے وظیفہ مقرر تھا۔ جس میں سے فقرا کو بھی دیتے تھے چاہے غریب و بخلیہ گرا کر بیٹھے۔

۲۲ ذی الحجہ ۱۲۶۵ھ کو انتقال ہوا۔ نواب دروازے کو جاتے ہوئے مفتی غلام حیدر کے مکان کے قریب چڑا ہے پر وہاں سے باہر ہو کر جو مسجد ہے اس میں دفن ہوئے۔ ان کے ایک صاحبزادے مولوی قمر الدین تھے۔

مولوی غیاث الدین کو تصنیف و تالیف کا ذوق تھا متعدد کتابوں کے مصنف

۱۔ انتخاب بادگار ص ۲۲۵ ۲۔ ایضاً ص ۲۲۵ تذکرہ کاملان رام پور ص ۲۱۶ ، کتابت غالب مرتبہ استیاز علی خاں عرشی (رام پور ص ۱۹۳) ص ۲ و ۳ (مقن)

۳۔ تذکرہ کاملان رام پور ص ۲۰۵

۴۔ ایضاً ص ۲۱۶ ، ۲۱۷ ایضاً۔

۵۔ حافظ شاہ جمال اللہ ابن سلطان شاہ ، قصبہ گجرات شاہ دولہ میں پیدا ہوئے نقشبندی سلسلے کے نامور بزرگ تھے افانہ روہیل کھنڈ ان کے مرید تھے ۲ صفر ۱۲۶۵ھ

کو انتقال ہوا ، تذکرہ کاملان رام پور ص ۹۶ - ۹۹

۶۔ تذکرہ کاملان رام پور ص ۲

۷۔ ایضاً

۸۔ ملاحظہ ہو تذکرہ کاملان رام پور ص ۳۲

ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے :-

جواہر التحقیق | اس رسالے میں عربی و فارسی کے صحیح و غلط الفاظ کی تصحیح کی گئی ہے ۱۲۵۶ھ میں جب وہ نواب کلب علی خاں کی تربیت پر مامور ہوئے تو یہ رسالہ بطور جدول لکھا۔ ساتھ صفحے کا یہ قلمی رسالہ کتب خانہ رامپور میں موجود ہے۔

یہ کتاب بھی نواب کلب علی خاں کی تعلیم کے نئے مرتب کی آمدنامہ (فارسی) | ۲۲۴ صفحات کی یہ کتاب کتب خانہ رامپور میں محفوظ موجود ہے۔

شرح گلستان | موسوم بہ بہار ہاراں ۱۲۵۹ھ میں تالیف کی، اس کی تالیف کے زمانے میں بعض کتابوں کی تلاش میں کھنڈ گئے نہ مولوی محمد مخدوم کے کتب خانے سے مدد لی۔ اور نواب وزیر الدولہ رئیس قونک کے نام صفحہ ۱۰، صفحات کا قلمی نسخہ کتب خانہ رامپور میں موجود ہے۔

خلاصۃ الانشاء | جب نواب کلب علی خاں گلستان پڑھ چکے تو ان کی تعلیم کے لیے یہ رسالہ انشاء مرتب کیا، ۸ صفحات کا قلمی رسالہ کتب خانہ رامپور میں موجود ہے۔

قصہ شایزادہ مہر نظیر و ملکہ مادہ منیر | تاریخی نام باغ و بہار (۱۳۱۸ھ) ہے یہ قصہ نگین فارسی عبارت میں لکھا ہے نواب احمد علی خاں رون ۱۲۵۶ھ کے نام معزول کیا ہے ۱۲۰ صفحہ کا قلمی رسالہ کتب خانہ رامپور میں موجود ہے۔

شرح سکندر نامہ | ۱۳۱۸ھ میں یہ کتاب لکھی اور نظر ثانی کر کے ۱۳۵۵ھ میں مکمل ہوئی اس میں اکبر شاہ خاں رون (۱۸۳۷ھ) کے نام کا خطبہ شامل ہے، ۵۲۴ صفحات پر مشتمل ہے کتب خانہ رامپور میں موجود ہے

قصہ گل و گیندا | نواب یحیٰم کی فرمائش سے یہ قصہ فارسی زبان میں لکھا ہے کتب خانہ رام پور میں دس جلدیں (۹۵۱) صفحہ صفحات) موجود ہیں مگر قصہ پھر بھی ناقص ہے ۔

منتخب العلوم | ۱۳۲۰ء میں کتاب مکمل ہوئی ۔ یہ چالیس رسالوں کا مجموعہ ہے جن میں سے زیادہ تر فارسی ادب سے متعلق ہیں ۔

شرح بدرچاچ | قصائد بدرچاچ کی شرح لکھی جس کے صلہ میں نواب غوث محرمیوں نے انھیں جائزہ نے ایک ہزار روپے انعام بھیجے ۔

منشآت عزت | مولوی غیاث الدین عتوت کے مکاتیب کا مجموعہ ہے جسے ان کے بیٹے مولوی قمر الدین نے مرتب کیا ہے ۶۰ صفحات کا خطی نسخہ کتب خانہ رام پور میں موجود ہے ۔

رسائل مولوی غیاث الدین | مولوی غیاث الدین نے جو رسائل ناقص چھوڑے ان کو ان کے بیٹے مولوی قمر الدین نے مکمل کر کے

مرتب کر دیا (۸۸۰) صفحات کا یہ مجموعہ کتب خانہ رام پور میں موجود ہے ۔

ان کتابوں کے علاوہ ان کی تالیفات رسالہ عروضی وقافیہ شرح مشنوی غنیہ شرح ابو الفضل شرح گل کشی ، معجزات غیاثی اور خواص الادویہ بھی ہیں ۔

آخر میں ہم ان کی مشہور و معروف کتاب غیاث اللغات کا ذکر کرتے ہیں ۔

غیاث اللغات | مولوی غیاث الدین نے اپنی درس و تدریس اور تالیف کی مصروفیات کے باوجود چودہ سال کی طویل مدت میں

غیاث اللغات کو مکمل کیا چنانچہ وہ لکھتے ہیں ۔

دو جود و فور علاقائی و کثرت افکار و از دو حام و تدریس طلبہ و

استغفار تالیف و تصنیف بعض کتب مثل مفتاح الکنز، مشکوٰۃ
 سکندر نامہ و نسخہ باغ و بہار و انشاد وغیرہ، بیات، قصائد وغیرہ در عرصہ
 چہارہ سال بعبارت سہل عام فہم ای کتاب تالیف نمودہ۔
 غیاث اللغات کی تالیف کا کام ۲۲۲۲ھ میں تکمیل کو پہنچا اور مندرجہ ذیل سات نامہ تالیفیں
 نکالیں گئے۔

- | | |
|-----------------|----------------|
| ۱۔ معیار فضائل | ۲۔ صیقل الفاظ |
| ۳۔ خاتم عقلا | ۴۔ نظارہ عجائب |
| ۵۔ اعلام مستر | ۶۔ روضہ کتب |
| ۷۔ تحقیقات کبار | |

یہ کتاب خوب مقبول و مشہور ہوئی شاید اس کا یہ سبب ہو کہ مولف کا معلقہ تلمذ
 بہت وسیع تھا اور وہ ریاست رام پور سے وابستہ تھے مقبولیت کے بارے میں مولف
 خود لکھتے ہیں گئے۔

دیں اشتا بعض محبان از غلبہ شوق مطالعہ اش فرصت
 نظر ثانی نہ دادند و با وجود عذر بسیار نقلش برداشتہ باطراف
 بردند، چون اتفاق نظر ثانی افتاد پر نسبت نسخہ سابق چیز سے
 اصلاح پذیر نشدند امید از اہل انصاف و تمیز آنست ہر جا کہ دریں
 کتاب نقصانے چو بد آید معذور داشتہ معاف سازند و زبان
 ملاست را رخصت حوت گیری نہادہ باصلاح پر دازند۔

نامہ غیاث اللغات ص ۲

نامہ مؤلف تذکرہ، کاملاً رام پور (ص ۳۰) نے کچھ دیا ہے کہ یہ کتاب دس سال کی
 مدت میں تالیف ہوئی۔
 نامہ غیاث اللغات ص ۲

مولف علیٰ اللغات کے پیش نظر جو کتابیں مبرائے اندر کتابیات و اصطلاحات و
مباحث بعض علوم میں وہ درج ذیل ہیں۔

- (۱) گلستان (۱۲) بوستان (سعدی) (۲) یوسف زلیخا (جاتی) (۳) نیرنگ عشق و غنیمت
- (۴) انشائے امان اللہ حسین (۶) انشائے مادھو رام (۷) انشائے یحییٰ (۸) انشائے نیر
- (۹) انشائے جامع الفتوٰنین (خلیفہ شاہ محمد) (۱۰) کشتش نامہ (۱۱) طوطی نامہ (نخشب) (۱۲) بہار دانش
- (۱۳) نصاب البرص (فرہادی) (۱۴) انوار سبیل (کاشفی) (۱۵) مکاتبات علامی (ابوالفضل)
- (۱۶) انشائے طاہر وحید (۱۷) نشر علیہ فی فقرہ شی (۱۸) غرضی (فیاضی) (۱۹) سکندر نامہ (۲۰)
- مخزن اسرار (نظامی) (۲۱) مثنوی و دیوان (نادر علی) (۲۲) دیوان صاحب (۲۳) دیوان حافظ
- (۲۴) قرآن السعدی (خسرو) (۲۵) تحفۃ المراقبین (۲۶) قصائد خاقانی (۲۷) قصائد انوری
- (۲۸) ترقیات کسری (۲۹) گل کشتی (نیرنگی) (۳۰) زنانہ بازار (۳۱) رقعات - نشر
- نہدی (۳۲) رسائل طبری (مشہدی) (۳۳) حسن و عشق (۳۴) وقائع نعت خاں عالی
- (۳۵) قصائد عرفی (۳۶) قصائد جبرجیاچ (۳۷) مثنوی مولوی روم (۳۸) اخلاق نامہ
- نصیر الدین طوسی)۔

اس کے علاوہ اور بھی کتب فارسی و کتب طب و پیش نظر رہی۔ لغت کی مندرجہ ذیل
کتابوں کا خاص طور سے ذکر کیا ہے۔

- (۱) قاموس رشخ محمد الدین فیروز آبادی (۲) صحاح (جوہری) (۳) صراح -
- (۴) ابن الفضل محمد (۵) کنز اللغات (ملا رؤف) (۶) منتخب اللغات (ملا عبد الرشید)
- (۷) بحر الجواہر (محمد بن یوسف) (۸) لب الالباب (جلال الدین سیوطی) (۹) کشف
- اللغات (محمد عبدالرحیم) (۱۰) مدار الکاف (شیخ الہدایہ سرہندی) (۱۱) مرئذ القضاہ (محمد علی)
- (۱۲) لطائف اللغات (عبداللطیف) (۱۳) فردوس اللغات (عبداللہ) (۱۴) برہان قاطع

(محمد حسین برہان) (۱۳) فرہنگ جہانگیری (جمال الدین حسین انجو) (۱۵) رشیدی فارسی
 (ملا عبدالرشید) (۱۶) چراغ ہدایت و سرای اللغات (سراج الدین علی خان آذر) (۱۷)
 مصطلحات الشعرا (وارستہ) (۱۸) جواہر الحروف و بہار المعجم (نیک چند بہار) (۱۹)
 فرہنگ سرودی (جلال محمد قاسم) (۲۰) لغات ترکی (۲۱) مزیل الاطلاق (۲۲) شرح اشعار
 (عبدالباسط) (۲۳) شرح مقامات حریری (رسالہ) معربات عبدالرشید (۲۵) مجموع
 اللغات (امیر الفضل) (۲۶) شرح ابو نصر فراہی (رد وشت بیاضی) (۲۷) شرح مذکور
 (ایوسف) (۲۸) شرح مذکور (نظام ہروی) (۲۹) شرح مذکور (نامعلوم)
 ان کے علاوہ مندرجہ ذیل تفاسیر اور دوسری کتابیں بھی پیش نظر رہی ہیں۔
 (۱) تفسیر حسینی (۲) تفسیر ملازم (۳) تفسیر بحر سراج (۴) مہذب اللغات (۵)
 نقاش الفنون (۶) زبدۃ الضائعات (۷) آئین اکبری (۸) تقویم البلدان (۹) حدود
 الامراض (۱۰) رسالہ اولیام الخواص (۱۱) فصول اکبری وغیرہ
 ان کے علاوہ بھی بہت سی کتابیں پیش نظر رہی جیسے کہ لکھا ہے۔
 تہ چندی رسائل قواعد فارسی۔ کتب علم ہیئت و طب و رسائی و موسیقی
 و نجوم و تواریخ و تذکرہ و شروح لغات و دیگر کتب کہ بیان آہنا سہیب
 قطری است۔

غیاث اللغات کی تالیف ایک شخص کی انفرادی کوشش تھی اس نے اپنے ذوق
 کی بنا پر یہ کام پایہ تکمیل کو پہنچایا۔ اس میں فرد گزاشتی بھی ہوئیں اور سقم اور خامیاں بھی
 رہ گئیں۔ جس کی طرف بعض فضلاء نے اشارہ کیا ہے اس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔ بڑا
 غائب نے غیاث اللغات کو نہ صرف غیر معیاری بلکہ بیکار اور لغو قرار دیا۔ ممکن
 ہے اس میں وہ کسی قدر حق بجانب بھی ہوں مگر انہوں نے غیاث اللغات اور مولف
 کا جن الفاظ میں ذکر کیا ہے وہ ان کے شایان شان نہیں، علمی تبصرے اور تنقید

میں حدودِ آداب کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئے۔ مگر مرزا غالب نے اس کا خیال نہیں رکھا مرزا غالب انوار الدولہ شفق کو لکھتے ہیں یہ

• غیث اللغات ایک تمام منور و معزز جیسے الفرب خواہ مخواہ مرد آدمی، آپ جانتے ہیں کہ یہ کون ہے ایک معلم فرومایہ رام پور کا رہنے والا فارسی سے نا آشنا شخص اور مروت و سخاوت نامتسام انشائے خلیفہ و منشیات مہود و رام کا پڑھانے والا، چنانچہ دیباچہ میں اپنا مآخذ الہ نے خلیفہ شاہ محمد و مہود و رام و غنیمت و قتیل کے کلام کو لکھا ہے۔

نثر مرزا جی کا تعریف کے سلسلے میں صاحب عالم مارہروی (ف ۱۲۵۸ھ) کو لکھتے ہوئے مرزا غالب مولوی غیث الدین رام پوری کا بھی ذکر کرتے ہیں۔
• غیث الدین ملائے کبکتنی رام پوری کی قسمت کہاں سے لافوں کو تم جیسا شخص میرا معتقد ہوا اور میرے قول کو معتقد کئے۔
آگے لکھتے ہیں یہ

• مولوی غیث الدین کا کلام حدیث نہیں۔

ایک دوسرے موقع پر مرزا غالب نے صاحب عالم کو نہایت تیز و تند لہجے میں خط لکھا ہے اور مولوی غیث الدین پر بڑی طرح برہتے ہیں یہ

لے خطوط غالب حصہ دوم در ترجمہ غلام رسول تبر (دلاہور ۱۲۹۵ھ) ص ۳۲
تے مؤلف غیث اللغات نے قتیل کے کلام کا اپنا مآخذ نہیں بتایا ہے۔
تہ تعجب ہے کہ اتنی سے زیادہ مآخذ میں سے مرزا غالب نے ان ہی چار کتابوں کا نام لینا مناسب سمجھا۔ (رق)

تہ خطوط غالب در ترجمہ غلام رسول تبر جلد دوم ص ۲۱۹
تہ ایضاً ص ۲۱۵

”اور اصل فارسی کو اس کھتری بچے قتیل علیہ ما علیہ نے تباہ کیا۔
 راجہ سہا غیاث الدین رام پوری نے کھو دیا۔ ان کی قسمت کہاں سے
 لاؤں جو صاحب عالم کی نظر میں اعتبار پاؤں خالصاً اللہ غور کرو کہ
 وہ خزان نامشخص کیا کہتے ہیں اور میں خستہ و دودمند کیا کہتا ہوں
 واللہ نہ قتیل فارسی شعر کہتا ہے اور نہ غیاث الدین فارسی جانتا
 ہے۔۔۔ ان غزلوں پر لعنت کرو، سیدھی راہ پر آ جاؤ، اگر نہیں
 آتے تو تم جانو، تمہاری بزرگی پر اور مرزا آفتہ کی نسبت پر، نظر
 کر کے کھلے ہیں کہتا کہ خواہی خواہی میری تحریر مانو، مگر
 اس کھتری بچے اور اس معلم سے مجھ کو کم تر نہ جانو۔“

مرزا غالب نے ایک موقع پر آفتہ کو لکھا ہے:

”مرزا آفتہ کو کہ غیاث اللغات کے۔۔۔ معتقد ہیں اس امر کی
 اطلاع کر دی ہے۔“

مرزا غالب اپنے کاتب کو مولوی غیاث الدین سے بڑھ کر جانتے ہیں
 ”کاتب ان اجزاء کا۔۔۔ فارسی کا عالم ہے، علم اس کا غیاث الدین
 رام پوری اور حکیم محمد حسین دکنی سے زیادہ ہے۔“

مرزا غالب شمس العلماء مولوی ضیاء الدین دہلوی (۱۲۳۶ھ) کو لکھتے ہیں:
 ”نہ ایک نہ دو بلکہ ہزار و دو ہزار فرجیگیں فراہم ہو گئیں۔ یہاں تک
 کہ قتیل نورسلم اور غیاث الدین ملائے کتب دار رام پوری اور

۱۔ خطوط غالب (مرتبہ غلام رسول قہر) جلد اول ص ۲۹۱

۲۔ ایضاً ص ۱۶۱

۳۔ خطوط غالب (مرتبہ غلام رسول قہر) جلد دوم ص ۲۶۹

کوئی روشنی علی بن نضر علیؑ اور کہاں تک کہوں کرن کرن جس کے
جہ میں آئی وہ مقصدی تحریر قواعد انشاء ہو گیا۔

حقیقت امر یہ ہے کہ غیاث اللغات ایک عرصہ قلیل میں ملک میں مشہور و مقبول
ہو گئی نظر ثانی سے قبل ہی بہت سے لوگوں نے اس کی نقلیں لیں ۱۲۶۵ء میں مطبع میر
حسن رضوی، لکھنؤ میں پہلی بار طبع ہوئی اور ملک مطبع نے خود مصنف سے نسخہ منگوا
کر تصحیح کر کے چھاپا اور اس کے بعد تو معلوم نہیں مختلف مطابع سے کتنی بار یہ کتاب
چھپی۔

مرزا غالب کے شاگرد رشید مرزا ہر گopal لغتہ رف ۱۲۹۶ھ اور ان کے
صاحب صادق اور مرشد روحانی صاحب عالم مارہروی وغیرہ اس کو مستند سمجھتے ہیں۔
اور اس کے معتقد ہیں اور مرزا اپنی قسمت کو روئے ہیں کہ غیاث الدین ملائے لکھنؤ آتا
مقبول و مطبوع اور میری رائے اتنی مکروہ و مردود۔

مرزا غالب نے ایک موقع پر نواب کلب علی خاں کی کسی تحریر کے سلسلے میں بھی
بالواسطہ یا اشارۃ مؤلف غیاث اللغات کے بارے میں کچھ اسی قسم کی رائے کا اظہار
کر دیا تھا۔ جس سے ان کو خاصی خفت اٹھانی پڑی اور نواب کلب علی خاں آشفتہ
خاطر ہو گئے۔

۱۔ مولوی روشن علی، جو شوہر وطن، مشہور فاضل، تصانیف کثیرہ کے مالک، کاتب
تحریر، انقبیس اور خلاصۃ الحساب کا ترجمہ کیا، مقالات حریری کے طرز پر ایک کتاب
لکھی، ایک کتاب عربی لغت میں کلمہ میں انتقال ہوا۔ رجبہ جنگش کی سیاسی، علمی
اور ثقافتی تاریخ۔ (فتح ولی اللہ فرخ آبادی) مرتبہ محمد امین قادری (کراچی ۱۹۶۶ء)
۲۔ غزوات الخواطر جلد ہفتم۔ (احکیم عبداللہ رحیدر آبادی) ۱۹۸۰ء
۳۔ تذکرہ کامران نام پور ۱۹۸۰ء

ہوا کہ نواب صاحب نے کوئی فارسی عبارت مرزا غالب کے پاس بغرض اصلاح بھیجی جس میں مرزا نے بعض الفاظ بدل دیئے۔ اس پر نواب صاحب نے لکھا کہ ارنگ اور ارڈنگ کر بعض لوگوں نے ایک ہی لکھا ہے اور آشتیاں چیدن کر آشتیاں بستن کے مراد لکھا ہے۔ چنانچہ نواب صاحب ارقام فرماتے ہیں:

”نیساں خامہ کہ دو تحریر معانی شعر عربی و ہم تحقیق

لفظ ارنگ و ارڈنگ گوہر بادگر ویدہ، بر خاطر اخلاص فروش ہر
آئینہ مخنی و محتجب مباد کہ اکثر مالک رقابان علم لغت ارنگ و ارڈنگ
را بعض صاحبہداشتہ اند و عامہ مضمران کلام شیرازی مشار آشتیاں
چیدن و اراوف آشتیاں بستن لکھا شہ، چنانچہ نظیر بر یکے مضمون منبر
نامہ بنیاست، بطلانہ عواد پر سید، معہذا اگر طبع آں استان زبان
برترقیم الفاظ باقانی الحمد لغوی داشتہ، ہم چنان حالہ مسلم
فائدہ کہ مہرث عندرا از تقرظ اصلاح شدہ جو انسانیست خود
محسوسم زیر اگر مرا ازاں مشفق واسطہ تلمذ بودہ است، نہ از
عرفی دو گویاں، اما نظیر کے کہ نظر گزشتہ است صرف برائے اطلاع
پر نتیقہ نہ اندر رج گردید۔“

اس خط سے نواب صاحب کے مزاج ہمایوں کا مکمل ظاہر تھا لہذا مرزا نے معذرت نامہ
لکھا لیکن اس کا انداز بھی کچھ نقل پسندانہ ہی تھا۔ مرزا لکھتے ہیں: ”بدو فطرت سے میری طبیعت کو زبان فارسی سے ایک لگاؤ تھا چاہتا
تھا کہ فرنگوں سے بڑھ کر کوئی ماخذ مجھ کو ملے۔ ہمارے مراد برائی
اور اکابر پارس میں سے ایک بزرگ جہاں وارد ہوا اور اکبر آباد

سے مکاتیب غالب (مرتبہ امتیاز علی خاں عرشی) درام پورہ (۱۹۳۶ء) (حاشیہ ص ۱۶۰)

سے مکاتیب غالب (عرشی) ص ۶۱۔

میں فیر کے مکان پر دو برس رہا اور میں نے اس سے حقائق و دقائق
زبان پارسی کے معلوم کئے اب مجھے اس امر خاص میں نفس مطمئنہ
حاصل ہے مگر دعویٰ اجتہاد نہیں ہے، بحث کا طریق یاد نہیں۔
میاں انجو جامع فرہنگ جہانگیری، شیخ رشید راقم فرہنگ
رشیدی، مظائے علم میں سے نہیں۔ ہند ان کا مولد، ماخذ ان کا
اشعار قدما، پادری ان کا قیاس، ٹیک چند اور سیا کھوٹی مل ان
کے پیروں، سبحان اللہ ہندی بھی اور ہندو بھی، نوڈ علی قند!

فیض اشار قدما کا معتقد، ان لوگوں کے کلام کا عاشق، مگر جو
لفات ان کے کلام میں ہیں، ان کے معنی تو اہل ہند نے اپنے قیاس
سے نکالے ہیں۔ میں ان کے قیاس پر کب تک تکیہ کروں؟ اب جو پیر و مرشد
نے لکھا کہ ارتکاز دار و تکیہ، متحد المعنی اور آشیان سائنق و مستق
و جیدین، مگر نسلان بنانے کے معنی پر ہے تو میں نے بے تکلف مان لیا
لیکن نہ ان صاحبوں کے قیاس کے بموجب، بلکہ اپنے خداوند نعت
لکے، حکم کے مطابق۔

مرزا کا یہ طرز وضاحت نواب کو پسند نہ آیا بلکہ یہ الفاظ "بحث کا طریقہ یاد نہیں" اور "ان
کے معنی تو اہل ہند نے اپنے قیاس سے نکالے ہیں۔ میں ان کے قیاس پر تکیوں کر تکیہ کروں"
اور "میں گراں گورے چنانچہ اس کے جواب میں نواب کلب علی خاں نے تحریر فرمایا۔
"مکتوب خیرت اسلوب مشراختر از بعض غلط نسبت ہندی نزد اہل پیشین
و دیگر اعتراضات" اسی کو راقم کا طریقہ بحث یاد نیست موصول مطالعہ گشتہ
باعث استعجاب عظیم گردانہ انہما کہ حال و حال کے تحقیق و تنقیح امور علیہ

لے مکتوب نواب روضی ص ۵۱ (ماشید)

لے ایضاً ص ۶۲ (مثنیٰ)

کہ معاذ اللہ! از منظر وہ مناقشہ ہجرت میں بسا اعلیٰ مقام پر امرے دیگر
 جلیو رہیامدہ و آنچه حال خاطر ہم بود، بے ریب و رنج حوالہ تلم و قائل رنج
 گردیدہ مکن می نازم ہر ذہن موشگاف آن فریہ ز حال کہ نوشتہ ام را
 بر بحث و اجتہاد محمول نموده، امثال این کنایہ ہائے نو، مثل نسبت
 امت دی بجانب اہل تم و لفظ بحث کہ ہر دو خلاف واقع و محدث رنج و
 عنایت است بکاشمہ پس اگر آن مشفق را ہم چہیں منظور باشد، اشارتے
 سازند کہ واسطہ ترسیل رسائل اند فیما بین داشتہ شود ورنہ بیان خللہ
 را بامور خارج المبحث تکلیف نداده باشند کہ نتیجہ اش سوائے صداع
 الداس امرے بخینال نمی رسد وراقم پائیہ اعتبار محققان کہ صاحب
 تصانیف مقبول انام بودہ انداز خود زیادہ دانستہ بکلام مشاں
 پرواختہ اگر نزد آن مصمم چا دیدہ، آنہا قابل قبول نمود، بالچسے کہ، ہم
 بر آن نقطہ تحریرے ساختند، مصلحت این تعدد المصاب سخن از فہم ہجرت
 معنی بیرون زیادہ ازین نوشتہ حکمت بلقان آموختن است۔
 نو اب صاحب کی اس تحریر کے بعد تو مزا کی حرکت تمام ہو گئی۔ چنانچہ لکھتے ہیں یہ
 "توقیع و قیہ آیا، پٹھنے ہی کانپ اٹھا اور عالم نظر میں تیرہ و تار جو گیا
 اگر حضور کے ارشادات کو بحث تعبیر کیا ہر تو لکھے جناب الہی اور
 اور حضرت رسالت پناہی کی قسم ۱۰۰۰ انگار بحث سے مراد یہ تھی کہ شعرائے
 ہند کے کلام میں جو غلطیاں نظر آتی تھیں یا ہندی فرہنگ لکھنے والوں کے
 بیان میں جو تا ورتی اور باہم حیاں کی محمول میں اختلاف تھیں، ان میں کلام
 نہیں کرتا۔ اپنی تحقیق کو ملنے ہوں اور ان سے مجھے بحث نہیں باہر
 صفت حافظ یاد ہے کہ آخر میں یہ بھی لکھ دیا تھا کہ ان دونوں باتوں کو

میں نے مانا۔ لیکن نہ فرہنگ کھینے والوں کی رائے کے بموجب، بلکہ اپنے
خداوند کے حکم کے مطابق۔ یہ کلمہ موجب عقاب نہیں ہو سکتا۔ اور اگر
اس کو گناہ سمجھا جائے
وہ آخر گنہگار ہوں، کافر نہیں ہوں میں گناہ معاف کیجئے اور نوحہ عرض
نہجہ کر تقویت دیجیئے۔

اس تحریر کے جواب میں نواب صاحب نے لکھا ہے۔

”مشفقاً اسباق ازیں بلا غلط مضمون معاوضہ سالیہ امر سے کہ متخیل شدہ
بود بے شائبہ مختلف حوالہ خامہ گردیدہ علامہ آں حیراں تبار پیش پر افتخار
ازاں رفیع شکوک لاحقہ گردیدہ خاطر لطف مشاہیر مقرون جمعیت باشد۔
لیکن نواب صاحب کا نگہ خاطر رفیع نہ ہوا چنانچہ مولانا امتیاز علی خاں عرش لکھتے ہیں۔
”اس کے بعد نواب صاحب نے پھر کوئی نثر اصلاح کے لئے نہیں بھیجی جس
کے معنی یہ ہیں کہ اللہ کی طبیعت کا کلمہ بدور نہیں ہوتا۔“

مرزا غالب نے اپنے خطوط میں صاحب غیاث اللغات کو تو خوب سب و شتم کیا
پسے ملک انہوں نے مولوی غیاث الدین کی خاص طور سے کسی کتاب کی غلطیوں کی نشاندہی
نہیں کی اور نہ ہی غیاث اللغات سے کچھ مثالیں پیش کیں اس کی شاید دو وجہیں ہوں
اول تو یہ کہ وہ ہرمان قاطع کا ہنگامہ دیکھ چکے تھے اس سے انہیں چشم کارا غضیب نہ رہتا
دوسرے یہ کہ مولوی غیاث الدین غالب کے خداوندان و نوابانِ رام پور کے است و تھے
غالب نے اسی موقع پر مولوی غیاث الدین کا نام نہیں لیا ورنہ وہ بخشنے والے کب تھے۔
ویسے وہ اپنے شاگردوں نیز دوسرے لوگوں کو اپنی رائے برابر لکھتے رہتے تھے اور موقع
بے موقع مولوی غیاث الدین وغیرہ پر تبراً بھی کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ یہاں ہم غالب

کے ایک شاگرد ابو الفضل محمد عباس رفعت مشروانی مجدد پالی کی غیاث اللغات پر ایک مفصل تنقید نقل کرتے ہیں جو مشروانی کے شاگرد سید جعفر حسین دیوبندی نے نقل کی ہے۔
 "روئے در حصاران محفل نعیم مشاغل عمدہ امرا یان زمان و منشی و شاعر کیتا
 جہاں مدار الہام منشی جمال الدین خاں صاحب جہا در نقاب اول ملک
 محمد و مجدد پالی حاضر بودم آن دم معزی الیہ قدس تعزیرہ کما نودہ بودہ
 در شانے اشغال و خلال ایں حال کتاب غیاث اللغات برداشت و

لے ابو الفضل محمد عباس مشروانی المتخلص بر رفعت و سرور شیخ احمد مشروانی صاحب فتوح المین
 کے صاحبزادے تھے رفعت ^{۱۲۳۶} کو بنارس میں پیدا ہوئے، علوم متداولہ میں دستگاہ
 کامل رکھتے تھے کچھ وقت دکن اور دہلی میں گزارا پھر ریاست مجدد پالی سے وابستہ ہو گئے
 غالب کے شاگرد تھے۔ بہت سی کتابوں کے مصنف تھے ^{۱۳۱۵} میں مجدد پالی میں
 فوت ہوئے ملاحظہ ہر تلامذہ غالب الاما ملک دام رمرکز تصنیف و تالیف مکدور
 شہ ^{۱۲۵۰ - ۱۲۹}

۱۵۹ - ۱۶۱
 محمد جعفر حسین ابن حکیم غلام عباس دیوبند کے رہنے والے، نہایت فاضل شخص تھے
 ان کے والد اور وہ ریاست مجدد پالی میں ملازم رہے۔ رفعت مشروانی سے کلمہ تھا، ان
 کے فارسی خطوط کا مجموعہ "مکتوبات جعفری" و "لمنی" راقم الحروف کے کتب خانے میں موجود ہے۔
 ان کے مکتوبات جعفری و مجموعہ خطوط سید جعفر حسین مع حالات (قلمی) مولو محمد ایوب قادیانی
 ۱۵۹ - ۱۶۱

۱۵۹ - ۱۶۱
 علامہ منشی جمال الدین ابن شیخ حمید الدین و وطن بزرگ سید محمد رضا ^{۱۳۱۶} میں پیدا ہوئے۔ مولانا
 مولانا علی شاہ رضی الدین اور شاہ محمد اسحاق وغیرہ سے تعلیم حاصل کی مجدد پالی کے مدار الہام
 تھے شاہ ولی اللہ دہلوی سے خاص ارادت تھی شاہ صاحب کی بہت سی کتابیں شائع کر لی ہیں
 ایک کتاب فرہنگ قرآن بنام کرکب دیو بھی محمد ^{۱۳۹۹} میں انتقال ہوا اس کا ترجمہ صدیقی
 جلد دوم از نواب علی حسن خاں (لکھنؤ ۱۲۲۵ء ص ۳۳ - ۵۴) (ق)

معنی تعزیر ماتم پر سی کردن بر آواز و پیش بر هم خاطر بوده سویم
 نگر نیست و مخاطب شده فرمود که ماتم پر سی کردن چه معنی دارد و راقم
 بشکوه محفل و سب هم کنان پاسخ سوخت و برچ پاسخ عداوت پس آن
 کتابی از لغات تازی طلبیده دید، نوشته بود که بهیرونگهبان غم زندگان
 رفتن، از معاشه ای معنی وصل مشکل مان نخل از بهی و در بهی به آسمان
 بشاشت بر چهره پاکش راه یافت و زبان بخوش آفرین صفت و مؤلف
 لغت تازی کشاور زبان دانی و شاد خواهی ملا غیاث رام پری بسیار خندید
 ویم روزی هنگام شب ابوالفضل دور ای مولا تا محمد عباس خاں استاد
 من بر مکانم انصافیت کرم چو آنی رحم نرود و داشتند پیش شمع چراغ
 کتاب غیاث نهاده بود بر پیش قفس طبع برداشته و بر دست نازک
 خویش نهاده و از صوب راست کشاده سیر کردن سرگرد و قریب دوسر
 صغر خوانده بود که ناگرفت بدماغ شده و چینی بچین آورده فرمود و خلو
 آمد بسیار نیازمند دست و ساز کرده قلم دان برداشته همیشه نهاد آن
 گران مایه از دست بیضا کار با اصلاح لفظ بکتابش نوشت
 بکتابش که بکتابش نام دیکه اکابر صوفیه بود که بنام اهل روم و کامل گزاشته
 است و اکثر مردم روم مرید و معتقد او شدند و معاشه فرمود، باز بنجدید
 و از اسواچ بجز غار خاطر خاطر خود بر ششید به لفظ هزار جریب و بجز
 اصلاح داد

هزار جریب که هزار جریب نام باغ شاه عباس در اصفهان و
 همخوانی به معنی ذوق

نمای که صاحب غیاث نوشته که هزار جریب نام مقام که مسکن شیعیان
 است در ایران و همخوانی به لفظ هزار جا است و معنی ندارد و از

نه غیاث لغات (ص ۵۵) می دیگر است که معنی ندارد و نهی (ق)

آجہا گزشتہ از پیش بکشا و ہماں حال پیش آمد
 آخر کار ملحق کلام ای کہ کتاب از دست دور ساخته فرمود اگر
 مصحف خدا از آغاز تا انجام بسہولت تمام بتماشائے آورم رجب کتاب
 بیکار خراہید آمد فی الواقع کلام سالہ کلام است، از ملا با غلط
 ہائے فاش سرزدہ اند۔

برقلموں مولانا صاحب مدوح در یکے از انشائے پارسی صد برگ نام برقلموں
 بتائے نبشتہ اند مرا از دیدنش حیرت افزا و کہ صاحب غیاث برقلموں
 بالفظ عربی تخیق کردہ است، ہماں دم ای گفتگو ہم پیش نمودم بخندید
 و گفت "برقلموں نام کلیبت کہ آزا گل آفتاب بہست نیز گوئید"
 بہر حال کہ آفتاب بہی گرد و او نیز ہم گرد و در تمام روز برگ و
 و گردناید و در ملک ایران بکہرہ اللہ اکثر ہی رویہ ہند باب اور سورج
 کھی گردند۔ صافان روم و چین و فرنگ ہماں رنگ مختلف و بیائے
 می یافتہ کہ امروز در ملک ہند وستان یافتہ می شود و ہندیاں اورا
 ز صوب چھاؤں گوئند حکیم حاذق کیر حکیم ہام اکبری در مثنوی طلسم
 جمع کہ سامان صبح می نویسد آورده۔

مورز سوراخ بروں کرور
 برقلموں دخت سوئے مشرق نظر
 و برقلموں اغلب فارسی است

اینائے روزگار اور مستند می دانستند و از دانی ہر و شرقی آن بخارہ را
 با وج فلک الافلاک کشیدہ است۔

ہائے خاکی کردن چنانچہ ملا آورده کہ ہائے خاکی کردن یعنی پایہ رفیق مصحف غلط

لہ فاضل تبصرہ نگار اس پر روشنی نہیں ڈال سکا کہ اس میں حرف "ق" موجود ہے۔ مولف غیاث
 الحقائق کے علاوہ دوسرے فرہنگ نویسوں نے بھی اسے عربی لکھا ہے۔ (رقی)

و خطا است زیر اگر پائے خالی کردن بمعنی پارتاب است چنانکہ رسمیت
کہ قبل یک روز از روانگی سفر بنا بر لحاظ ساعت سعد و نحس خود را بیرون
شہر بروند و روز دیگر اوبراہ خنند نہ اینکہ تا مکنتہ و لندن خود را بیرون
برون -

کودن و آنکہ صاحب غیاث لفظ کردن را بجوار قاموس لفظ عربی نوشته در
قاموس یافتہ نشد، صاحب برہان معنی آن مروم کمینہ و دون و کم
عقل و نادان و کنہ فہم و کج طبع می نویسند و ای لفظ اغلب فارسی است
کنیسہ و کنیسہ لفظ عربی است و معنی آن معبد یہود و نصاری و کفار چنانکہ صاحب
قاموس گوید کنیسہ معبد ال یہود و النصاری و الکفار پس انجہ صاحب
غیاث و برہان معبد گراں نوشته غلط است علیہ
سر بخشش و صاحب غیاث سر بخش بمعنی حصہ و حصہ کلان آورده، و در ہی ہم کلام
است زیر کہ صاحب سفر رنگ و سائر سر بخش -
بمعنی سر آمد و مقتدی آورده -

ملہ گراں بھی تو داخل کفار میں -

ملہ مولوی نجف علی مجہدی المتوفی ۱۲۹۹ھ تذکرہ علمائے ہند ص ۵۱۶-۵۱۷ مولوی
نجف علی نے قاطع برہان مولفہ مرزا قاسم کی تائید میں ایک کتاب دافع جذبان لکھی و ذکر
قاسم از مالک رام (دہلی ۱۹۶۳ء) ص ۲۱۹، تعجب ہے کہ یہاں صاحب سر رنگ مولوی
نجف علی سے حوالہ طلب نہیں کیا گیا کہ انہوں نے سر بخشش کے معنی سر آمد و مقتدی
کس بنیاد پر لکھے (رق)

ملہ اس خط کے آخر میں مولوی جعفر حسین دیوبندی نے ایک حاشیہ لکھا ہے وہ بھی خالی
از فائدہ نہیں ہے و ہو ہلا

(باقی اگلے صفحہ پر)

ذیل میں ہم مشہور مصنف و فاضل مولوی حکیم نجم الغنی خان رام پوری کی تنقیدات
کو بھی نقل کرتے ہیں جو انہوں نے غیاث اللغات کے سلسلے میں لکھی ہیں وہ لکھتے ہیں:
سفسطہ کہ لفظ سفسطہ کو جو لفظ خاص ہے غیاث اللغات میں سفسطہ
قاف سے باندھا ہے۔

تکسینان اور تکسینان کہ گتینان ضبط کیا ہے حالانکہ لفظ اول میں پہلا
حرف تائے فوقانی اس کے بعد کاف تازی اس کے بعد سین مملہ ہے
انہوں نے پہلا حرف ہائے موصدہ دوسرا قاف فارسی تیسرا تائے

(بقیہ پہلے صفحہ کا ماضیہ)

”میر غلام علی آزاد و درخزانہ عمارہ و در ترجمہ انوری و مرزا صاحب قدوم یعنی جمع آوردہ
چنانچہ او گوید: تا محمد کی سلطان و بابر منزل اور اپر تو قدوم خود بابر و خست و درنگ
صاحب فرماتے ہیں خبر قدوم یا دیگر از رسید محال کہ قدوم مصدر است یعنی پیش آمدن
نہ جمع قدوم چنانچہ نہی و خواہم است آزاد و درخزانہ عمارہ گوشہ کتب الف و لام تعریف
بر لفظ فارسی داخل کنند میر نیر کا شی و درج خان اعظم کو کہ اکبر بادشاہ گوید: آن باذل باذل
نسب از او بن الراء لکشا، آن کو کہ اعظم لقب آن خان المغان مرزا صاحب گوید۔

ہر چند صاحب ہی دوم سالانہ زمینی کہم زلفش بہ ستم می دید و سر در شستہ آسا لہنا
و لفظ بواہر اس ہم از ہی قبیل باشد چنانکہ ہوس فارسی لفظ است مرادف ہواہد
چا ہوس گوید اہوس بالقریب طرف من الجنون و ہوس ہوس اعظم و ظاہر است کہ ہوس
و در فارسی مرادف ہواہد نہ یعنی جنون و ہواہد نوح از جنون قرار دادہ ہیں
و لفظ عربی گفتنی سر کج مختلف است فقط از مکتوبات جعفری مع حالات (مستلیم)

جلد ۱۶۱ ماضیہ

۱۲۷۱ھ ۱۸۵۵ء

عہ پنج الادب (جلد ۱۶۱) جہاں انہوں نے سفسطہ کی شرح کی ہے۔

فرائی قرار دیا ہے اور لفظ نکسین، تحسین کا ہم وزن ہے جیسا کہ انجمن
آرائے نامری میں مذکور ہے۔

میر میر کا امیر کا مخفف کہا ہے اور یہ بھی غلطی ہے اس لئے کہ میر اسم فاعل
عربی کا ہے اور میر ترکی کا لفظ ہے سردار کے معنی میں جیسے میر لشکر، میر شہ
میر آب، میر ساماں، میرزا جیسا کہ کلیات صہبائی میں مرقوم ہے۔

عبد الملک بن مردان عبد الملک بن مردان کر بند او کا خلیفہ بنایا ہے حالانکہ بغداد
کی خلافت مروانیوں کے بعد بنی عباس سے شروع ہوئی ہے۔

ابحار بحر کی جیسے ابحار بنائی ہے اور یہ صحیح نہیں اس کی جمع بحار، بحرا اور بحر
ہے۔

رانا رانا لقب را جا ہے اور یہ غلطی ہے یہ لقب والیان اور ملے
ملک میواڑ کا ہے۔ ان کا یہ لقب رانا راہب کے عہد سے مقرر ہوا ہے
متاخرین کا مہارانا لقب قرار پایا اور والی گوج کا میں رانا لقب تھا
جس کی اولاد کے قبضے میں دھولپور کی ریاست ہے۔

طرز و منتخب اللغات اور رسالہ معربات کے حوالے سے لکھا ہے کہ
طرز و طوائف طلی و والی مہلہ کے ساتھ تیرنہ کا معرب ہے حالانکہ ان
کتاب میں لفظ معرب کو خال مجملہ کے ساتھ بتایا ہے۔

مولوی حکیم انجم الغنی خاں رام پوری نے اپنی ایک دوسری تصنیف نیچ الادب
میں خیانت اللغات پر ان الفاظ میں اظہار خیال کیا ہے۔

”ای کتاب در مصر ما بسبب استعمال پر تحقیق علیہ و معانی لغات مذکورہ
کثیر الاستعمال عربیہ و فارسیہ و ترکیہ و کنایات و اصطلاحات و سہل
بعض معلوم و صحت اکثر الفاظ و محاورات کتب مرصعہ نظم و نثر فارسی

و دیگر کتب طبیہ وغیرہ اس زبان شہرہ کے گوشتیہ کہ مافوقش متصور نیست ای
 کتاب بسیار سهل عام فہم است و در بعض جاہائے آسانی تفہیم اشکال
 ہم تحریر نموده و بنا بر سند تحت ہر لغت نام کتاب کے کہ آن لغت ازان
 بہ تحقیق رسیدہ مرقوم کردہ مگر بعض جاہی الزام ترک نیز شدہ است
 و اختلاف و اتفاق کتب ہم بیان سامتہ اسامتوی است بر امرے چند کہ
 احتراز و اجتناب ازان لازم چنانچہ چلے کہ طویل مطلب بود ایجاز خل
 نموده و چلے کہ اختصار مقصود بود طول لا طائل فرمودہ و غلط معنی و تحریف
 و تصحیف نیز در اں موجود است چنانچہ از تحریفات و تصحیفات جیدہ
 او آن است :-

ان تحریفات و تصحیفات کے سلسلہ میں داخل مغلط نے مندرجہ بالا سات الفاظ کے علاوہ
 مندرجہ ذیل اور مثالیں پیش کی ہیں :-

تمیور در غلط تہمید گشتہ است کہ یاد و آؤ غراہن فی آیہ چہ کہ علامت کسر و
 ضم است ای ہم بہ شہادت حجاب المقدور فی اخبار تہمید غلط است چہ
 مستغش اصل نام آن پادشاہ تمیور بہ وزن ذی نور نگاشتہ است و تہمید و تہم
 از تصرفات نگاشتہ :-

ہا یا کپور و ہم از تصرفات است بابا کپور شصتے کہ فقیر بگ فروش برداشتہ گرفت
 محمد شاہ عبدالغفور عرف شاہ کپور مجذوب از اولیائے کرام است و مزایہ
 فاضل الانوار آن جناب در قلعہ گریار است و منتخب التواریخ مذکور
 است کہ از سادات جمیع تہمید و ابتداءئے حال پاکہر ہی فی کردیکبار نوکری
 ترک کردہ بہ مقامی مشغول شد چہا بہ غار غرات ہیرہ مستورہ آب
 رسانید و خلایق را بے اجرت آب دادے اُن کہ جذبہ رسیدہ از کار بہار

ماندہ ترک اختیار کردہ بطریق محاورہ سخن نکر دے و پیرستہ متہلک ہو دے
و ہمیشہ سرانگندہ و درمراقبہ می گزرا نیو شیخ فیضی تاریخ اور اکبر مجذوب یافتہ
جہا جم محاورہ برہان قاطع نوشتہ کہ جہا جم لفظ ترکی است و برہان از ہی تصریح
ساکت است

نوشاور از برہان نقل کردہ کہ نوشاور مرکب است از نوش بمعنی تریاق و آور
بمعنی آتش یعنی تریاقی است کہ از میان آتش جہم ہی رسد و ای ہم افزا است
در برہان از ہی چیز ہے نیست ۔

غفر گاؤ بافتح نوحہ از گاؤ است کہ از دم آن پرچم علم و گیس راں سازند و آل گاؤ
در کوہستان کہ ماہین خطا و ہندوستان است جہم ہی رسد بہ ہندو آل را
سراگائے گویند بہ منہم بین مہد از صراح حالانکہ در صراح از ہی مضمون چہیہ
نیست و انچہ در صراح آمدہ ای است جہاۃ گاؤ و شتی جہا با تصریح جمع جہات
کہ ایک در انخاس اللغات در ذیل سراگائے نوشتہ کہ بہ عربی آل را جہا بہ فتح
میم و باب الف کشیدہ گویند صاحب منتخب اللغات ترجمہ جہاگاواں و شتی کردہ
و از محیط اعظم مستفاد می شود کہ گاؤ و شتی اسم فاعل گاؤ است کہ بہ فارسی نیل
گاؤ و بہ عربی بغیر الا شتی و بہ ہندو جہا نامندی الجہد شعیبہ بہ گاؤ است و
شاخہائے آل بے شعبہ و مشاہبت بہ گزنی ندارد ۔

مولوی حکیم نجیر اللہ خاں ایک بات کی طرف اور اشارہ کرتے ہیں کہ ۔
”وہابیہ سے از لغات معانی لغوی را کہ وظیفۃ ارباب لغت است فرو گزاشتہ
و معانی اصطلاحی را کہ موضوع فن غیر بود نگاشتہ مثلاً ۔

ذکوۃ و زکوۃ ہی گویہ چہل حصہ از مال کہ بعد از مالے و در راہ خدا و ہندو اقل درم
آں مال دو صد درم است و معنی لغوی زکوۃ را نہ نوشتہ و در لاناوار گویہ
”الزکوۃ معناه فی اللغت النماء“ و صراح گشتہ نوبہ مفتحتہ گر الید
نماء بالعد مثلاً و گز الید بمعنی بالیدہ است پس زکوۃ در اصل لغت

بمعنی بامیدن است چنانچه از قافوس و غیره نیز همین مستفاد می شود -
 و بیکر در دیکر می فریبد که برهان بمعنی سیاه و تاریک نوشته و قید شب نگذرد
 حالا که برهان می گوید و بیکر بفتح اولی بروزن طغیروز ' شجری را گویند که به غایت
 سیاه و تاریک باشد -

باز در لفظ باز گوید که هر چند لفظ باز بمعنی وقت هنگام در لغت نیامده مگر
 در کتب و در سی قافوس مثل نظیری و ابوالفضل و غیره چند جا واقع شده چنانچه
 بر متنبی مسائل پوشیده نیست انتهى ' حالا که لفظ باز بمعنی وقت و هنگام در
 کتب لغت آمده است چنانچه در بهار عجم مذکور است باز جانور معروف و
 تیز بمعنی وقت و زمان چون ازاں باز چنانچه در بی بیت میر معزی کمال
 دولت عالی ستوده بهر معنی گویا

عجم نبود اندر بزرگستان از دم یازما اکنون
 زیره کرمانی - زیره کرمانی را که علم زیره سیاه است زیره کرمان نوشته و این خلعت است
 چهار راج - می گوید چهار راج بالفتح لقب پادشاه بزرگ و قیاس می خواهد که لقب
 سلاطین خلف باشد انتهى کلام این خلعت تحقیق است و هیچ آن است که
 معنی مهر راج به فتح میم راجه بزرگ است یعنی شاه بزرگ چه در مختلف
 چهار است که به فتح میم و اب الف کشیده در لغت هندی بمعنی بزرگ است
 و راج در لغت هندی بمعنی حاکم و حکومت و دعوت باشد و این لفظ به
 راجه های هند اطلاق می یابد و هند وانی و اسبب التعظیم را نیز مهر راج
 می گویند و مهر راج بکسر اول در مملکت هندوستان پادشاه بزرگ بوده
 و در بی ولایت او راجه منزله جمشید و فریدون می شمرند و بعد بهار
 از انبیه او بوده راجه بگیو و تنگ و ملا بار از مسکنان او بودند و همچنین

شهر و اسبب التعظیم هند که مهر راج نیست بکسر صاحب ریاست که علاوه بر همین که مبرای گفته می شود

سچہ ساگر اور بدوہ ملکیت ماموہ بہ اسم دے معروف ست و قلعہ گرا الیار
 از بنا لئے مانچند بود و در آخر عهد مہراج بہر پادشاہ افغانی از در تجید
 بہ ایران آمد و بہ زابلستان و سند بود و گر شاسپ بہ حمایت اورا سپاہ
 ہندوگ بہ افغانی متحاکی شد و در پنجاب با مانچند سپہ سالار مہراج متقابلہ
 و مقاتلہ کردہ براؤ مظفر شدہ ہندوستان رفتہ بالآخر مہراج بعضی از بلاد را بہ
 براؤ زادہ خود گزاشتہ باگر شاسپ مروت و مصالحت کردہ و در گر شاسپ
 نامہ حکیم اسدی طوسی مسطور ست چنانکہ گفتہ اند :

شچہ بود در ہند مہراج نام	بزرگے بہر کار گستر وہ نام
بہرام غر شچہ بدیش در پناہ	بکروش بہ شہر سراندیپ شاہ
میان شاہ بناد گاہ پیکار غاست	سپہنمید بہر بہو گشت راست

مندوب بالا اعتراضات کی روشنی میں ہم یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ ان میں بعض تو بالکل سلی ہیں
 اور بعض واقعی ہیں ایک شخص کی انفرادی کوشش سے یہ کتاب مرتب ہوئی پھر اس کی دوسری
 مصروفیات بھی تھیں لہذا بعض جگہ حوالہ دیا گیا کہیں کتاب کے نام میں بھی التباس ہو گیا
 ہے لہذا اس کی تمام محنت و سعی کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے۔

غالب سے معاصرین کی ادبی چھیڑ چھاڑ

مرزا غالب ہلکتے میں تقریباً پچھتر سال مقیم رہے، وہاں کی آب و ہوا اور سبزہ زار وغیرہ ان کو خوب پسند آئے مگر مدرسہ عالیہ ہلکتے کی ادبی انجمن کے تحت منعقدہ مشاعروں سے جو ادبی ہنگامہ آرائی ہوئی، اس کا سلسلہ غالب کی آئندہ چالیس سالہ زندگی تک جاری رہا اور اس کا نقطہ عروج قاطع برہان کی ترتیب تھی جو انہوں نے شمس کے عولت گزینی کے زمانے میں انجمن عام وی قاطع برہان اور برہان قاطع کی تائید و ترویج کا یہ سلسلہ ان کی زندگی کے آخر دم تک جاری رہا۔

فارسی شعر و ادب کا ذوق غالب کو مبداً فیاض نے بخشا تھا انہوں نے مت دیم شعرائے فارسی کا کلام بغور پڑھا فارسی زبان و ادب کی باریکیوں اور غوامض کو ذہن نشین کیا، ذہانت ہلکتے آفرینی اور میلان طبع نے سونے پر پہاگے کا کام کیا۔ مرزا غالب پر صغیر پاک و منہد کے فارسی شاعروں اور ادیبوں کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ ہلکتے کی ادبی ہنگامہ آرائیوں نے اس اختلاف کو نفرت میں بدل دیا۔ ہلکتے میں مدرسہ عالیہ کی ادبی انجمن کے تحت جو مشاعرے ہوئے وہاں غالب کے مندرجہ ذیل اشعار

جنوے از عالم و از جہ عالم بیشم ————— بچھو مٹے کہ جان راز میاں پر خیزو
شورائے بے فشار بہن مژگان وارم ————— طعنہ بر بے سرو سامانی طوفان زوفا

خاص طور سے زیر بحث آئے۔ لہٰذا محترضین اجتہاد و قلیل کو سند میں لائے۔ ان میں اکثریت قریب کے حامیوں کی تھی مخالفین میں مدرسہ عالیہ کلکتہ کے دو مدرس مس مولوی عبدالقادر اور مفتی کبیر احمدؒ کے نام ہیں۔ لائے جاتے ہیں۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے مولوی وجاہت علی لکھنوی وجاہت شاگرد قریب اور احمد علی گرامی وغیرہ کا بھی نام لیا ہے۔ عین بعض لوگوں نے مرزا غالب کا سب سے بڑا حریف مرزا امان علی خاں غالبؒ کو بھی یاد کیا ہے۔ عین جو قریب کے شاگرد تھے۔ عین تعجب ہے کہ غالب کے یہاں یا دوسرے پر عصر مانڈ میں ان کا ذکر نہیں ملتا۔

مرزا غالب کی طرف سے مدافعت کرنے والے مرزا علی اکبر خاں طباطبائیؒ محمد حسنؒ، کفایت خاں (سپرو وال پراٹ) اور مولوی عبدالکریم وغیرہ تھے۔

۱۔ غالب از مہر ۱۱۵-۱۷، غالب نامہ از محمد اکرام شیخ (لاہور ۱۳۲۶ھ) ص ۱۱۱

ذکر غالب ۲۳

۲۔ مولوی عبدالقادر (کلکتہ) کو شیخ محمد اکرام نے مولوی عبدالقادر رام پوری (وف ۱۳۲۹ھ) کو یاد کیا جو صحیح نہیں (ملاحظہ ہو غالب نامہ ص ۱۱۱)

۳۔ مالک رام کا خیال ہے کہ یہ احمد کبیر رام پوری (وف ۱۳۲۹ھ) تھے ذکر غالب ص ۷۸

۴۔ محمد رام پوری (وف ۱۳۲۹ھ) ۱۰ بحوالہ ذکر غالب ص ۷۸

۵۔ نقشب آزاد ورتبہ غلام رسول (پتہ) کتاب منزل لاہور ۱۳۵۹ھ ص ۲۷۹

۶۔ غالب کا کلکتہ از پروفیسر حمید احمد خاں (ماہ نوگراچی، جنوری فروری ۱۳۶۹ھ)

۷۔ غالب اور بنگال از وقار احمدی (ماہ نوگراچی، جنوری، فروری ۱۳۶۹ھ) ص ۵۷

۸۔ مرزا امان علی خاں نام، غالب تخلص، وطن عظیم آباد، مرزا قریب کے شاگرد تھے، فارسی میں شعر کہتے تھے، ہندو مذہب چھوڑ کر مشرف بہ اسلام ہوئے ایک مدت تک ڈپٹی کلکٹر رہے آخر میں کلکتہ میں حکومت اختیار کر لی تھی (ملاحظہ ہو مسلم شعرائے بہار (حصہ سوم)

از احمد اللہ ندوی۔ گرامی ۱۳۶۸ھ ص ۱۷۷

۹۔ غلام رسول جہان نے ان کا نام محمد حسن لکھا ہے۔ غالب ص ۱۱۷

مرزا غالب نے محسوس کیا کہ اگر یہ ادبی ہنگامہ رہا رہتا تو ان کے مقصد کو نقصان پہنچے گا۔ لہذا انہوں نے صلیح و صفائی کی بنیاد ڈالی اور ایک مشنری بادِ مخالف کے نام سے لکھ کر اس ہنگامے کو عارضی طور سے ختم کر دیا مگر ان کے دل میں جو گہر چمکنی وہ باقی رہی اور انہیں انتقام نے اسی کو بے چین رکھا۔

برہانِ قاطع اور قاطع برہان کی ترویج و تائید میں جس قدر لکھا گیا ہے اس پر مختلف حضرات نے شرح و بیض سے روشنی ڈالی ہے اور اس موضوع پر خاموشی جیسا ہو گیا ہے۔ یہاں ہم چند مزید ایسے واقعات کی نشاندہی کرتے ہیں جن میں ان کے ہم عصروں کے ساتھ مرزا غالب کی ادبی چھیڑ چھاڑ کا سرخی ملتا ہے۔

۱۔ امیر حسن خاں بتمل

مملکتِ انگریزی کی حکومت کا صدر مقام اور گورنر جنرل کا مستقر تھا۔ ہندوستان کی مختلف ریاستوں اور حکومتوں کے سفارتی نمائندے اور وکلاء مستقل طور سے وہاں رہتے تھے شاہِ اودھ غازی الدین حیدر (وفات ۱۸۳۵ء) کی طرف سے ۱۲۳۱ھ میں مفتی غلیل الدین کا گوروی (وفات ۱۲۸۱ھ) اس عہدے پر مقرر ہوئے۔ جب ۱۲۴۳ھ میں شاہِ نصیر الدین سربراہ آرائے حکومت ہوئے تو مفتی غلیل الدین کی جگہ عاشق علی خاں کا گوروی سفارت کے منصب پر فائز ہوئے ان کا تقرر ۱۲۴۳ھ رجب ۱۲۴۳ھ کو عمل میں آیا ان کے متعلق شاہِ تراب علی تلندر لکھتے ہیں:

”عاشق علی خاں بیادور... از حضور پادشاہِ اودھ بدرجہ اعلیٰ رسیدہ
مستغنی روزگار شد مردِ فہمیدہ و سنجیدہ و مخیرست در عہدِ دولت و
اقتدار خود کسے رارِ نخبہ نشدہ بلکہ حسبِ حال بایگانہ و بیگانہ خود

خدمت ہائے شائستہ کرو دیکھ کر وہ عمر نصیبیہ و درویشی شراست
دری آخر عمر نہایت مزاج مائل بقصوف ست ۔

امیر عاشق علی خاں صاحب تصانیف تھے ذخیرۃ العقبیٰ فی مضائل ائمۃ
الہدیٰ (مطبوعہ) اور (۲) کلمۃ الحق (۳) اقتدول رغیر مطبوعہ ان سے یادگار ہیں
۲۰ رمضان المبارک ۱۳۵۵ھ مطابق ۲ نومبر ۱۹۳۶ء کو ان کا انتقال ہوا
مرزا غالب اور عاشق علی خاں سے نہ صرف تعارف تھا بلکہ ہمہ و وفا کے
تعلقات تھے تھے ہمارا یہ خیال ہے کہ جب مرزا کلمتہ پہنچے ہوں گے تو انہوں نے
سرکاری اہل کاران اور ان مسلم زعماء سے ضرور تعلقات قائم کئے ہوں گے جو سرکاری
حلقوں اور خاص طور سے گورنر جنرل کے دفاتر میں اعلیٰ مناصب پر فائز تھے تاکہ
ان کو اپنے مقصد کے حصول میں مدد مل سکے ۔ عاشق علی خاں کے علاوہ کاکری
کے دیوار مشاہیر مفتی خلیل الدین خاں خاں (۱۳۸۱ھ) تھے اور مولوی مسیح الدین کاکری
(۱۳۹۹ھ) تھے سبھی غالب کے تعلقات تھے اول الذکر کے نام تو ان کا ایک
خط پنج آبنگ میں شامل ہے جس میں انہوں نے اپنے مقدمے کے بعض نکات
کی وضاحت کی ہے ۔

عاشق علی خاں کے ساتھ تعلقات قائم ہونے کے بعد ان کے فرزند
امیر حسن خاں بہتکل سے بھی مرزا غالب کے تعلقات قائم ہو گئے ۔ بہتکل
عربی و فارسی میں کامل استعداد رکھتے تھے اور ”سر آمد سخن سنجان روزگار“ بھی

سے تذکرہ مشاہیر کاکری از علامہ مل حیدر (مکتبہ ۱۹۳۵ء) ص ۲۳۱

سے کلیات شعر غالب (مکتبہ ۱۹۳۵ء) ص ۲۰۰ نامہ پٹے ہدیس غالب مرتبہ سید اکبر علی ترمذی

(غالب اکبریں و علی نو ۱۹۶۹ء) ص ۶۵

سے حالات کے لئے تذکرہ مشاہیر کاکری ص ۱۳۶ - ۱۵۱

تھے ایضاً ص ۲۹۹ - ۴۰۲

ہاتے تھے شیخ غلام مینا ساہوکار کو روٹی کے شاگرد تھے مولف صبح گلشن کہتے ہیں
 ”منشی امیر حسن خاں مرحوم ابن منشی عاشق علی خاں مغفور کا کوروی
 کہ از ممتاز ان عہد نصیر الدین حیدر پادشاہ ملک اوچھ است و
 جامع صفات لا تحصی ولا تعد شاگرد رشید غلام مینا ساہوکار کوروی
 است و دستگاہش در نظم و فارسی نوی است“
 مولف مشاہیر کا کوروی کہتے ہیں :-

”قادر الکلام شاعر تھے اور شاعری اور نثاری دونوں میں سرآمد
 سخن سخنان روزگار کچھ جانتے تھے ... مرزا نوشہ غالب مرحوم
 کے معاصر تھے ایک بار اُن سے چٹنگ بھی ہو گئی تھی :-
 مولف مشاہیر کا کوروی اس سلسلہ میں رقم طراز ہیں کہ کہ امیر حسن خاں بسمل نے شاعرانہ
 قفل میں مندرجہ ذیل شعر کہا :-

عبد زاغ اند شاعرانِ جہاں ایک یک طوطی شکر خاں
 کسی نے مرزا غالب کو یہ شعر سنایا تو انہوں نے جواب میں کہا :-
 لاجرم می سزد کہ نگشتہ وراں نام بسمل نهند امیرا من

سید شیخ فضل حق عرف غلام مینا ساہوکار، ابن شیخ فضل امام، شاہ عبدالعزیز دہلوی و شاہ
 غلام علی دہلوی کی خدمت میں کتاب فیض کیا، شاعری میں مصحفی سے تلمذ تھا۔ اپنے زمانے
 کے نامور استاد تھے۔ ۲۲ ذی قعدہ ۱۲۲۰ کو وفات پائی ملاحظہ ہو تذکرہ مشاہیر
 کا کوروی ۲۴۸ - ۳۱۵، از محمد مظفر حسین صبا، روز روشن، (مجلد ۱) ۱۳۵۵ھ

۲۴۸، کشف المنوازی، ۱۳۲

سید صبح گلشن از علی حسن خاں، (مجلد ۱) ۱۳۴۲ھ

سید تذکرہ مشاہیر کا کوروی ۵۱

سید ایضاً ۵۲۴

طولی کی رعایت سے پیرامن (طوطا) لائے ہیں۔

چشمک کے اس واقعے کے زمانہ کا تعین و شمار ہے اندازہ ایسا ہوتا ہے کہ یہ واقعہ قیامِ مکتبہ کا نہیں ہے ورنہ کہیں نہ کہیں کوئی ذکر یا اشارہ ضرور ملتا، مہاراشیالی ہے بمثل کی طرف سے فارسی گلیاں ہندوستانی و واقف وغیرہ کی ہم نوائی و تائید کو دخل ہوگا۔ کیونکہ مولف شاہیر کاوری لکھتے ہیں یہ

۱۰۰ (بمسل) کی تصنیفات سے ایک نثر و پنج گلیں ہے جو غالب کے پنج آہنگ کا جواب ہے یہ سنہ ۱۲۶۶ھ میں تصنیف ہوئی۔ بہت عمدہ کتاب ہے۔

امیر حسین بمثل سے مرزا غالب کے ایسے تعلقات تھے کہ اس لوگ جو ملک کے باوجود تہذیبِ تعلقات کے لئے مرزا غالب ہی نے پہل کی انہوں نے نواب مظفر حسین خاں کو ایک مکتوب میں لکھا ہے

”چوں بلکشتہ رسیدہ اندچہ خوش باشد کہ و نوازی و کار سازی را امیک
استوار بنند و لا اباں خرام عرصہ مخموری یوسف معنی گسری بقلم غالیہ سائی
وہ نفس عطر مشاں شیواں ہاں روشتہ لان امیر حسین خاں بمثل را باسن
آشتی و ہند رنگار آئینہ گراں نشین نیست کہ گفت بزد و دون توں
سود و خوشدلی در میان ہم روئے نواں نمود... بزدواں داند کہ آن
گفتار کہ از اں سو بہر بہدہ لانی و از ایں سود و تلانی بمیاں آسودہ
پسندیدہ ام و دائم کہ و اتانہ پسندد“

بمسل کے والد سے تعلقات کا ذکر کرتے ہوئے مرزا غالب لکھتے ہیں یہ

سنہ تذکرہ شاہیر کاوری

سنہ ایضاً ۴۲

سنہ کلمات نثر غالب ۳۴۰

• مہر و وفا کے من با منشی عاشق علی خاں مغفوراًں می خواہد کہ تا میر حسن
خاں را از جان دوست تر ندارم خود را از حق گزراں شمارم نہ دارم
ای جوان مردمند غنا سازگار منش راجہ و سرافرازا کہ با من کہ پیر
غم زدہ گوشہ نشینم پی پی بے مہر می افتاد •

ہاں معاملہ او پیداغ و من بے دل خوش آگاہ مغذرتی مروت پرستم گرد
با آگاہ عذر از آن سوی بایست و ملا جز مہر و محبت آئین نیست امید
کہ آزارگی و مروی و دلینے ندارند و از گزشتہ در گزشتہ خوشے خود و
خطائے دوستاں در گزارند •

غالب نے یہ خط عاشق علی خاں کے انتقال ۱۸۳۱ء کے بعد لکھا۔ ایک خط میں امیر حسن خاں
کو لکھتے ہیں •

• امید کہ از پی پس بہ ہند مہر بندہ و فادار و بشن ہوا دار گار و بند •
و بہ یقین پندارند کہ غلامی را بادل یکی و زبان و دلش سر و دو با ما ست •

اس خط میں غالب نے مولیٰ کج الدین خاں کا کہہ دی کہ آداب بھی لکھا ہے۔
امیر حسن خاں بسمل نے اس خط کا جواب دیا اور خط کے عنوان پر یہ شعر
لکھا •

اے شمع شرح داغ مہر حسن از دلم غموش سوز و کسے کر گوش بری و استل و ہ
اس کے بعد غالب نے ایک اور خط لکھا جس کا آغاز اس طرح کیا ہے •
• غلامانی پایہ صاحب و خسروی سرمایہ مطاعا تا نہ نامی نام آور چوں
دولت دل خواہ کہ ناگاہ رسد ہم ناگاہ رسید ہم دل خواہ آسود

لے کلیات نثر غالب ۲۰۹ ۳

لے تذکرہ مشاہیر اکبری ۵۶ ۳

لے کلیات نثر غالب ۲۰۹ ۴

ہمانا داوا ندازہ شناسی، شکیب داوند و مزو انتظار پیش از انتظار
فرستادند، زہے مشکبار نامہ بہار کار نامہ

از روی نگار و لکشا تر فدا و بہار جانفزا تر
بدی از رخ اگر خود را نازم و بدی شادی اگر بخت راستا ہم
من بنا رخ از رخ و ہم بخت بہ ستائش آنکہ وہی نامہ طو را
بہ سخن ستودہ اند گوئی با من از ہم ہم زبان بودہ اند
آخر میں غالب لکھتے ہیں یہ

بقام زندہ و نادریدہ سراپائے ترا گیمہ نہ سراپائے تو کاں جان منت
شرط اسلام بودہ دش نامت بالغیب اسے تو غائب ز نظر مہر توایاں منت
مؤلف تذکرہ مشاہیر کاکوری لکھتے ہیں کہ مرزا غالب نے مندرجہ ذیل رباعی بھی ان کو لکھ
کر بھیجی تھی یہ

گر پردش ہر زناں دل بودے در دہر شیوعہ جہر شکیا بودے
در صدق ز جملہ رسائل بودے بسم اللہ آن رسالہ بسل بودے
ہنچ گلبن کے علاوہ جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے نیز ان المعانی اور فارسی دیوان بھی
ان سے یادگار ہے، تذکرہ مشاہیر کاکوری میں بسل کے فارسی کلام کا نمونہ شامل
ہے یہ

امیر حسن خاں بسل، ۲۶۳ھ مطابق ۱۸۴۷ء کو کلکتہ میں فوت ہوئے
اور سالہ اشیش کے قریب تدفین عمل میں آئی تھے

بلکہ کلیات نثر غالب م ۲۰۹

تذکرہ مشاہیر کاکوری م ۵۲ مرزا کی یہ رباعی ان کی کلیات میں بھی ہے۔

تذکرہ ایضاً م ۵۳۔ ۵۵

تذکرہ ایضاً م ۵۵

(۲) خلیفہ احمد علی احمد

خلیفہ شیخ احمد علی نام احمد تخلص باب کا نام شیخ نادر علی تھا تقریباً انیسویں صدی عیسوی کے پہلے عشرے میں پیدا ہوئے۔ ۱۰۰۰ فارسی کی تحصیل رام پور کے مشہور اساتذہ مولوی عنبر شاہ خاں آشفتمند (د ۱۲۳۹ھ) اور کبیر خاں تسلیم (د ۱۲۵۱ھ) سے پائی اور دیگر علوم متداولہ کی تحصیل رامپور کے دوسرے علماء سے کی۔ فارسی زبان و ادب کا اعلیٰ ذوق رکھتے تھے۔ حافظہ احمد علی خاں شوقی رامپوری کہتے ہیں ۱۰۰۰

• خلیفہ (احمد علی) کہا کرتے تھے کہ فارسی کے لطیف نے عربی چھڑادی۔
مولانا عروسی رقمطراز ہیں ۱۰۰۰

”ادبیات فارسی کے ذوق نے خلیفہ صاحب کو عربی علوم کے لطائف کی طرف متوجہ نہ ہونے دیا اور ان کی ساری عمر شیراز و شروان ہی کے مرغزاروں میں گزر گئی۔“

سے حافظ احمد علی خاں شوقی نے خلیفہ احمد علی کا انتقال ۱۰۰۰ سال کی عمر میں ۱۳۰۹ھ میں کھنچا ہے۔ (تذکرہ کاملان رام پور، دہلی ۱۹۲۹ء ص ۲۳۴) اسی بنا پر مولانا عروسی نے اسی کا سال پیدائش ۱۳۰۹ھ مقرر کیا ہے (مکاتیب غالب ص ۱۱۴) مگر شیخ امیر احمد دہلوی نے اپنے ”تذکرہ“ انتخاب یادگار کی تدوین (۱۳۹۹ء) کے وقت ان کی عمر پانچ سو سال بتائی ہے۔ (انتخاب یادگار، دکن ۱۳۹۹ء) ص ۱۰۹۔ اس طرح ان کا سال پیدائش ۱۳۲۵ھ قرار پاتا ہے۔

سے ملاحظہ ہوا انتخاب یادگار تذکرہ کاملان رام پور ص ۲۴۱ - ۲۴۸۔

سے ملاحظہ ہوا انتخاب یادگار ص ۹۵ و تذکرہ کاملان رام پور ص ۳۲۸ - ۳۲۹

سے تذکرہ کاملان رام پور ص ۲۳۴

سے انتخاب یادگار ص ۱۱۳

خلیفہ احمد علی کی وجہ سے رام پور میں فارسی زبان و ادب کو خوب ترقی ہوئی رام پور میں ان کے سیکڑوں نامور شاگرد موجود تھے، قراب یوسف علی خاں (دف ۱۳۸۱ء) اور نواب کتب علی خاں (دف ۱۳۸۴ء) جی ان کے حلقہ تلمذ سے وابستہ تھے خلیفہ صاحب نہایت نیک اور سادہ مزاج اور درسی کتابوں کے پڑھانے میں بے مثل و بے نظیر تھے۔ منشی امیر احمد مینائی لکھتے ہیں :-

فارسی کے استاد میں بڑے قوی استاد میں جلد کتب و درسیہ فارسی پر عبور ہے نام نامی ان کا درونک مشہور ہے... سیکڑوں آدمی ان سے مستفید ہیں۔

کبھی کبھی فارسی میں شعر بھی کہتے تھے منشی امیر احمد مینائی نے بلور کو نہ تین شعر انتخاب یا دو گار میں نقل کئے ہیں ۲۹ رمضان ۱۳۰۹ھ مطابق ۲۸ اپریل ۱۸۹۲ء بروز پنجشنبہ انتقال ہوا۔

جب مرزا غالب رام پور آئے تو خلیفہ احمد علی سے بھی ملاقات ہوئی خلیفہ صاحب نے عربی کے کلام پر نہایت چینی کی اور مندرجہ ذیل دو شعر زیر بحث آئے۔
 ساکتہ امی نقشہ تا در نیم شب چہرہ مرخ سحر خواں می زخم
 شاہدی کو کہ یک نفس گوشی بدل درو پرور اندازد
 خلیفہ صاحب نے نصف شب کو مرخ سحر خواں کے ہم آواز ہونے اور دوسرے شعر میں گوش انداختن کی ترکیب پر اعتراض کیا۔ یہ گفتگو پہلی نشست میں نام تمام رہی اور طے پایا کہ خلیفہ صاحب رات کو اگر گفتگو کری گئے معلوم ایسا ہوتا ہے کہ خلیفہ صاحب کسی وجہ سے پہنچ نہ سکے لہذا غالب نے اپنے دلائل

۱۔ انتخاب یا دو گار ۲۹

۲۔ تذکرہ کامران رام پور

۳۔ مکتوب غالب ۱۱۳

ایک خط میں لکھ کر بھیج دیئے جس کا ایک حصہ نقل کیا جاتا ہے بلکہ
 ”ہر چند“ ”سحر“ اور ”صبح“ بطریق بہار بعد نصف شب سے صبح تک
 متصل ہے، طعناں آخر شب کو ”سحری“ اور ”سحر گہی“ کہتے ہیں اور
 مرغان خوش آواز کہ بیل بھی ان میں ہے، اکثر پہر سوا پہر رات
 سے بولتے ہیں، نصف شب کو مرغ سحر خواں کا ہم آواز مہنا محل
 اعتراض نہیں ہے۔

پیشکش کا استعمال انداختن کے ساتھ اگر شعرائے ہند کے کلام میں آیا مہنا تو
 ہم اس کی سداہل زبان کے کلام سے ڈھونڈتے، جب وہ خود عربی نے لکھا ہے
 تو ہم سندا اور کہاں سے لائیں؟ قواعد زبان فارسی کا ماخذ گراں حضرات کا کلام
 ہے جب ہم انہیں کے قول پر اعتراض کریں گے تو اس اعتراض کے واسطے قاعدہ
 کہاں سے لائیں گے؟

حافظ احمد علی خاں شوق کہتے ہیں کہ مندرجہ ذیل شعر بھی خلیفہ احمد علی رام پوری
 اور مرزا غالب کے درمیان وجہ نزاع رہا ہے

منکہ باشم عقل کل را نامک انداز ادب مرغ توصیف تو از او چی بیاں انداختہ
 مولانا عرشی کہتے ہیں کہ مرزا غالب کے خط میں تو اس کا کوئی حوالہ موجود نہیں
 ہے اس کی صرف یہی تاویل ہو سکتی ہے کہ مذکورہ بالا دو شعروں کے ساتھ یہ شعر
 بھی زیر بحث آیا ہو۔ مرزا غالب نے سنین فارسیہ کا اجمال حال بھی ایک دو ورق

سہ مکاتیب غالب ۲ ۱۱۵

سہ تذکرہ کامران رام پور

سہ مکاتیب غالب ۳ ۱۱۵

سہ تذکرہ کامران رام پور

سہ مکاتیب غالب ۳ ۱۱۵

پر لکھ کر غلط اصلاح خلیفہ صاحب کو بھیجا تھا۔

۳۔ مولوی علی بخش شرر

مولوی علی بخش شرر بن سلطان بخش ۱۲۳۳ھ میں بدایوں میں پیدا ہوئے
 "خاندان بخش" کے نامور رکن اور مشہور عالم تھے۔ مولانا فیض احمد بدایونیؒ کے
 شاگرد اور مولوی عبدالعزیز بدایونیؒ (پیدائش ۱۲۶۶ھ) کے مرید با اخلاص تھے۔ انگریزی
 سرکار کی طرف سے صدر الصدور رہے تصنیف و تالیف کا مشغلہ بھی رکھتے تھے۔
 برسرید احمد خاں کے سخت مخالف تھے ان کے رو میں کئی رسالے لکھے شہاب
 ثاقبؒ اور "تائید الاسلام" اسی سلسلہ کی کڑیاں ہیں، ان کے علاوہ تنقیح
 المسائلؒ اور "ہرق خاطف" بھی ان کی تصانیف ہیں۔ ۱۳۳۳ھ میں ان کا
 انتقال ہوا۔ سید الحاج درہشت رسیدؒ سے تاریخ انتقال ملتی ہے۔
 شرر کو شعر و شاعری کا ذوق تھا لکھنوی اساتذہ کے رنگ میں کہتے تھے لیکن
 اپنے مرشد کے ایمان پر عشق شاعری ترک کر کے نعت کہنے لگے۔ ان کا دیوان اسعد
 الاخبار اگرہ سے ۱۲۶۹ھ میں شائع ہو چکا ہے۔ پروفیسر آل احمد سرور نے اپنے
 مضمون میں ایک غلطی مجدد سے آفتاب سے دیا ہے۔ شاعری کے متعلق پروفیسر آل احمد سرور
 لکھتے ہیں۔

۵۔ حالت کے لئے دیکھئے مولانا فیض احمد بدایونی از محمد الیاب تاجوری۔ رپاک اکیڈمی، کراچی
 ۱۹۵۶ء

۶۔ ملا حظہ ہوئے تذکرہ علمائے ہند در جلد اول (علی) ۲۴۳، اعلیٰ التاریخ (حصہ اول) از محمد یعقوب
 ضیاء القادری بدایونی ۱۹۱۵ء ص ۶۶ نے اور پرانے چراغ۔ آل احمد سرور کراچی ۱۹۵۵ء ص ۱۱۱
 ۱۳۷، عین الافسان از علی احمد محمود اللہ درگاہی پریس بدایوں، ص ۴۷، ۴۸، غم خانہ جاوید
 نزلہ سرسری رام جلد چہارم رد علی ۱۹۵۶ء ص ۴۹۸
 ۷۔ نسخے اور پرانے چراغ ص ۱۲۷

”کلام کا عام رنگ اس زمانے کا سب سے یعنی ناسخ کی رعایت لفظی
ذوق کے معاملے جوأت کی معاملہ ہندی شاہ نصیر کی شکل و ایض
سب کی مثالیں بکثرت ملتی ہیں۔ اس کے علاوہ بہت سے اشعار صاف
اور صاف ہیں اور ان میں تغزل کی جھلک بھی نظر آتی ہے۔“
مرزا غالب سے تعلقات کے سلسلے میں مولوی محمد یعقوب ضیاء القادری لکھتے ہیں ۱۹
”مرزا غالب سے ہمیشہ شاعری میں چھیڑ چھاڑ رہی۔“
پروفیسر آئی احمد سرور اس سلسلے میں رقمطراز ہیں ۲۰

”یہ بات قابل غور ہے کہ اکثر غزلوں پر ہم طرح غزلیں ملتی ہیں مصنف
اکمل انارکلی نے لکھا ہے کہ مرزا غالب سے ہمیشہ شاعری میں چھیڑ چھاڑ
رہی اس کا کوئی اور ثبوت نہیں مل سکتا (کذا) مگر غالب کی غزلوں سے
بہت جھپٹکی ہیں۔ ان میں ذوق کا رنگ زیادہ ہے۔“

مؤلف اکمل انارکلی ضیاء القادری صاحب فرسے سال کے بیٹے میں ہیں۔ ہم نے ان
کی خدمت میں اس اجمال کی شرح چاہی تو انہوں نے فرمایا: ”جگہ
”فرسے سال کو پہنچ چکا ہوں جو اس مختل ہو گئے ہیں دکھائی اور سنائی“
نہیں دیتا۔ حافظ کب کا ساتھ چھوڑ چکا ہے۔ اکمل انارکلی کو چھپے
ہوئے پچھپ سال کے قریب ہو گئے۔ اب مجھے کوئی تفصیل یاد نہیں ہے
کتاب لکھنے کے زمانے میں مدد سر قادیہ کا سارا کتب خانہ میرے
سامنے تھا۔ مولوی علی بخش مرحوم و مغفور کے خاندان کے ذخائر
تک بھی رسائی تھی کچھ قلمی مواد مولوی حامد بخش مرحوم اور مولوی

۱۹ اکمل انارکلی (مصدول) ص ۴۴

۲۰ نئے نئے اور پرانے چراغ ص ۱۲۶

۲۱ مکتوب ضیاء القادری بنام راقم الحروف بدھ فرم ۳ فروری ۱۹۷۷ء

سراج الحق صاحب کے یہاں کا بھی تھا۔ اس ذخیرے میں کہیں یہ بات بھی
 کبھی تھی کہ مرزا غالب اور مولوی علی بخش شرر کے شعر و شاعری میں
 چشمک اور چھتر بھار تھی۔ میں نے متعدد غزلیں غالب کی زمین
 میں ان کے دیوان میں دیکھی تھیں۔ ان کا مطبوعہ دیوان میرے سامنے
 رہا تھا۔

غرض اس چھتر بھار کی نوعیت اور تفصیل کا سراغ نہیں ملتا مگر یہ حقیقت ہے
 کہ مولوی علی بخش شرر خود کو غالب کا مد مقابل سمجھتے تھے اور ان کے جواب میں
 ہم ردیف و ہم قافیہ غزلیں لکھتے تھے۔ پروفیسر آل احمد سرور لکھتے ہیں: ”
 ”مشقیہ دیوان کے علاوہ آپ (شرر) کے چار نعتیہ دیوان بھی ہیں۔ مگر
 یہ انہوں نے اپنے بھتیجے مولوی حامد بخش کے نام سے چھپوا دیئے
 ہیں اور اس میں حامد تخلص رکھا ہے۔ یہ نئی بات نہیں ہے اور سب بہت
 سی مثالیں اس قسم کی ملتی ہیں۔ نعت میں یہ رنگ زیادہ اچھا معلوم ہوتا
 ہے اور بعض اشعار مستحسن کا کردار کے پائے کے ہیں۔“

نعتیہ دیوان ”گلزار نظم حامد“ مطبوعہ مطبع نسیم سحر بدایوں ۱۳۳۸ء ہمارے
 پیش نظر ہے۔ اس میں اکثر غزلیں غالب کی غزلوں کے جواب میں ہم ردیف و ہم قافیہ لکھی
 ہیں۔ اس کے علاوہ ایک واقعہ اور قابل ذکر ہے۔ جس سے اس چھتر بھار کے خیال کر
 اور تقویت پہنچتی ہے، مرزا غالب لکھتے تھے تو مولوی کرم حسین بگلراہی نے اپنے ہاتھ
 پر بکینی ڈلی رکھ کر کچھ اشعار کہنے کی فرمائش کی جس پر مرزا غالب نے ایک دلچسپ
 قطعہ کہا جس کا پہلا شعر ہے۔

ہے جو صاحب کے کف دست پر یہ بکینی ڈلی
 زیب دیتا ہے اسے جن قدر اچھا کہئے

اسی زمیں میں مروی علی بخش شرر بدایونی نے ایک پچوان کی رسید لکھی ہے جو درج ذیل ہے یہ

بیچوں حق عنایت جو کیا حضرت نے
 قہر عرش معلیٰ کے مشابہ کھئے
 برج سے دل کے گروضع میں دیکھے تشبیہ
 سرگردن سے پری زاو کے نسبت دیکھے
 کان سے زہرہ کے بجلی ہے مگر ٹوٹ پڑی
 باغ فردوس کا، اس گرا گل خبر کھئے
 کوزہ ہائے لب کوثر کے مشابہ کھئے
 آب حیاں کے یہ بہرنے کی سرا ہے مگر
 اور اس نیچے کو تشبیہ میں کھئے رگہاں
 حلقے کو کھئے اگر ماہ شب چار دم
 مارا کندلی میں لئے بیٹھا ہے مہر اپنا
 گوہر گوش حسناں جو کہا حلقے کو
 سارے نیچے پر جو ہے کام یہ زردوزی کا
 دودھ ہے اس کے تو گردل بھی بلا گرداں ہے
 خم کو نیچے کے ہے محراب حرم سے تشبیہ
 حلقے میں نیچے کے چمکے ہے خود و روشنی
 حلقہ زلف میں ہے روئے حسناں کی چمک
 ہے مناسب اسے کھئے جو شہاب ثاقب
 نئے کو کہی تو ہے اک زاہد لاغر کی مثال

جگر و دل میں یہ جگڑا ہے اسے کیا کہئے
 اور لطافت میں سرور سے مانا کہئے
 روشنی میں بھی اسے عقد شریا کہئے
 زاموں کا دل پر زور و مصفا کہئے
 یا نکی وضع کا تابندہ ستارا کہئے
 یا ہنی نقرہ جنت کی ہے شہنا کہئے
 وضع میں اس کی نہ کیوں شیشہ مہیا کہئے
 حضرت خضر کی تسبیح کا شمس کہئے
 حلقہ زلف حسناں خود آراء کہئے
 نیچے کو دیکھتے ہی، چاند کا ڈالا کہئے
 ہے سجا، اگر اسے دم دار ستارا کہئے
 حلقہ نیچے کا نہ کیوں کان کا بالا کہئے
 لکبشاں سے بھی نہ کیوں تعبیر ملا کہئے
 کہئے گز قوس قزح اتر بھی نہ بیجا کہئے
 خم ابروئے شگرفان خود آرا کہئے
 چاہو تشبیہ میں مگر ہاند کا جلوا کہئے
 یا کہ قدیل اسے محراب حرم کا کہئے
 یارگ جہاں سے ملا قلب مجلا کہئے
 ذکر حق حق کہ نہ کیوں اس کا وظیفہ کہئے

یا اسے قد سیناں کے مشابہ کھئے
آتش گل سے جو اُس نے پہ چکیتی ہے چلم
طور سے جسے کہ تشبیہ چمک میں دیکھئے
ایک نیزے پہ ہے خورشید قیامت چمکا
گبراس نے گو بجھتے ہی کہ ہے ندر پرت
دارک شکل ہے لئے حق کہے ہے حق حق
دم میں دم آئے ہے جو شخص وہاں کا مہدم
گوئی غلام کا تو آؤ یہ یہ حق ہے، شرر

غیرت سرو و فحلت وہ طوبا کہئے
ساتھ سوئے کے ضیائے یور بیضا کہئے
پھر چلم اس کی نہ کیوں برق تجلایا کہئے
سرو پر یا کہ بہار گل لالہ کہئے
کیوں نہ پھر جسے کو ناقوس کلیسا کہئے
مثل منصور نہ کیوں جسے کا رہتا کہئے
دم کراس کے مگر افاس مسیا کہئے
نیچے کر رشک دو گیسوئے حرا کہئے

۴۔ مولوی ہدایت علی ٹمکیں

مولوی ہدایت علی قصبہ کندہ کی ضلع مراد آباد کے باشندے تھے۔ عربیہ کے عالم
فارسی کے ادیب و دانشور واز اور صاحب دیوان، شاعر تھے۔ ٹمکیں تخلص تھا۔ فارسی
میں شعر کہتے تھے۔ سرکار انگریزی میں منصف رہے۔ مہینے لینے کے بعد کندہ کی ہی میں
رہتے تھے اور شعر و ادب سے دل بہلاتے تھے۔ انہوں نے فارسی شعرا کے کلام کا
انتخاب چار جلدوں میں کیا ہے اور اس انتخاب کا نام ”ہدایت الشعراء“ رکھا ہے اس
انتخاب میں انہوں نے یہ التزام رکھا ہے کہ مشہور فارسی مہجوں، محاوروں اور خصوص
طرز ادا کے متعلق فارسی اساتذہ نے جو اشعار کہے ہیں اور استعارے اور تشبیہات
استعمال کی ہیں، ان سب کو ایک جگہ جمع کر دیا جائے۔ ٹمکیں کا نمونہ کلام ملاحظہ ہو۔

نگ و بہار نکل و گلزار پیش روئے تو
نیت بجا یا اگر رشک مجھ گریم ترا
گرچہ صاحب غزلے گفت ازین بٹمکیں
غزلے بہتر ازین در ہر دیوان تو نیست
بزمین از دود آہم آسمان و گیرست
از بخار خاطر من سایہ بان و گیرست

قاصد شہ پیغام صلح آلود وین بوسم لبش، تا کہ ای پیغام شیریں از زبان دیگر است
 اس صید غنم گردد و ما صید چشمت تو نسبت چنان کہ ہمہ چشمت غزا و در
 معلوم ایسا ہوتا ہے کہ چودھری عبدالغفور مدرہ رحمانی نے کسی معاملہ میں
 ہدایت علی نمکین کا حوالہ بطور سند دے دیا تھا اور نمکین ہندی نثر اور شعر سے
 ممکن ہے نمکین کا مرزا قتیل یا مولف خیانت اللغات سے بھی کسی نوع کا تعلق ہو
 لہذا مرزا غالب نے نمکین کی خوب بھداڑائی، چنانچہ مرزا غالب کہتے ہیں یہ
 مولوی ہدایت علی نمکین کا آج تک میں نے نام نہیں سنا تھا۔ چھ
 برسے رستم ہیں، صائب اگرچہ اسمہانی نژاد تھا وار و شاہجان آباد
 تھار انتقام کشیدن و انتقام گرفتن دونوں بول گیا، مولوی صاحب
 لُجی فارسی بولتے ہیں۔ لا حول ولا قوۃ۔
 مرزا غالب نے نمکین کے ساتھ صائب کی بھی خبر لی۔

۵۔ احسن بلگرامی

محمد احسن بن محمد احمد صدیقی، ادوہ کے مشہور مردم خیز قصبہ بلگرام میں پیدا
 ہوئے (۱۲۴۲ھ)۔ صفی پور (ضلع اناؤں) میں سکونت اختیار کر لی تھی، ابتدائی
 تعلیم اپنے والد سے حاصل کی اور پھر کھنڈ سے فراغ حاصل کیا، فارسی زبان و ادب
 میں کامل و دستگاہ رکھتے تھے۔ مولوی احسان اللہ ممتاز اور گل محمد ناطق گجراتی کے
 شاگرد تھے، احسن تخلص تھا، کچھ مدت نواب مختار الملک مدار الہام حیدر آباد
 دکن کی سرکار سے بھی وابستہ رہے، بھوپال میں نواب صدیق حسن خاں کے صاحبزادوں
 کی تعلیم کے لئے مقرر ہوئے، فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔
 نواب صدیق حسن خاں کے یہاں ہر ماہ کے اختتام پر ایک مجلس مشاعرہ منعقد

ہوتی تھی جس میں ممتاز و مخصوص شعر اشعار کرتے تھے، ان میں احسن بگرامی بھی تھے یہ نواب علی حسن خاں لکھتے ہیں ۱۵

”بہوجب طلب حضرت والدی دام ظلہم از آنجا رحیدر آباد وکن
رخت برداشت و در دارالاقبال بھوپال قدم گذاشت و بتعلیم
نامہ نگار و جناب برادر صاحب عالی مقدار (نواب نورالحسن)
توجہ گماشت ۱۶

احسن بگرامی نے فارسی زبان و بیان سے متعلق چند واقع تصانیف یا نگار
چھوڑی ہیں جن میں ارتنگ فرہنگ، کارنامہ فرہنگ، صحیفہ شاہجہانی اور اسرار
احسن خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ آخر الذکر فارسی الثابہ دازی کی تعلیم کے لئے
نہایت موزوں اور مفید کتاب ہے۔ چنانچہ خود لکھتے ہیں ۱۷

”بعبارت عام فہم این رسالہ است محتوی تعلیم حکمی سہ فن بہر زبان
کہ باشد یکے نثر بہر طرز و روش کہ خواہند، دوم کارگزاری بہر
پایہ کہ در ابتدائے علاقہ ہر کار تحریر کہ باشد صورت کمال انتہا
نماید، سوم شاعری اختیاری یعنی عام مصنون تازہ بے زحمت
فکر ہر آن زیر قلم وزیر نگین باشد ۱۸

اس زمانے میں بڑی حد تک ریاستوں میں دفتری کام فارسی زبان میں ہوتا
تھا، لہذا دفتری مراسلات اور کارگزاریوں کے لئے یہ رسالہ نہایت مفید تھا۔ اس
رسالے ”اسرار احسن“ کی ترتیب اور احسن بگرامی کے طریقہ تعلیم کو غالب نے
سرابا اور اشتیاق ملاقات کا اظہار کیا، بلکہ غالب نے ان کی دستگاہ اور قابلیت

۱۵ مائتہ صدیق، جلد چہارم، از نواب علی حسن خان (نور الحسن) لکھنؤ ۱۹۵۲ء (۱) ص ۱۹۵

۱۶ ہندو سنن از نواب علی حسن خان (طبع شاہجہانی بھوپال ۱۲۹۵ھ) ص ۱۵

۱۷ اسرار احسن از محمد احسن بگرامی (رقم پرسی لکھنؤ ۱۹۰۴ء) ص ۲

کے متاثر ہو کر ان کے مشاہیرے میں ترقی کی سفارش کی، چنانچہ آئین لکھتے ہیں :-

”چوں بہ تعلیم ہمیشہ زادہ مولوی سمیع اللہ خاں صاحب دہلوی کہ امروز
بصیرۃ الصدوری علی گڑھ نامور و کامور ہستند، چاکر شدم سنے چند از
واردان دولت کدہ مثال کہ از ایشان یکے از اعزہ مرزا غالب دہلوی
بودہ اند۔ اولیں مسودہ کہ بخوام زادہ ممدوح نویسانیدیم، بچہ اطلاع
منی پیش مرزا غالب رواں داشتند۔ مرزا بجواب آں سلام شوق بہی
و درانی ستائش مسودہ ہاں فرستگان مسودہ نگار کرد کہ خدرا
مولوی صاحب راوری تعطیل انگیزی کہ نزدیک است بالضرور بہ بی
آوردن است و نیز چون مرزا دریافت کہ فلاںے یعنی فقیر ہنگی پانزدہ
روپیہ از علاقہ چاکری مولوی سمیع اللہ خاں صاحب می یابد آگہی
ندا وندش کہ چیل روپیہ دیگر از تعلقہ ہائے دیگر می یابد بہ معزی الیم
برنگاشت کہ برائے مولوی صاحب چاکری پنجاہ روپیہ یا پانزدہ درانی
خوشد بجائی قرار دادہ ام کہ سخن شناس است و قدر دان“

اس کے بعد مرزا نے اپنے کسی اکبر آبادی شاگرد کے خط میں آئین لکھائی کہ
سلام شوق لکھا ”اس کا یہ اثر ہوا کہ غالب کے حلقہ تلامذہ میں آئین کی ندریائی شروع
ہو گئی۔ آئین لکھتے ہیں :-

زیر تحریر بیش از دو ہفتہ گزشتہ بود کہ مرزا دنامہ موسومہ یکے از تلامذہ
خویش باز ہم چنان سلام شوق با وعدہ احسان بنام رنگاشت و بعد
ظہور ای معاملہ بعضے از شاگردان مرزا شیرینی مر سوم پیش فقیر
آوردند و بکنند فقیر با فشر دند چنانچہ از جلد آماں بودند محافظ

لے اسرار احسن ص ۴۴

لے اسرار احسن ص ۴۴

مصلح الہدیٰ منصور متخلص ساکن لوہا منڈی کہ از محلات اکبر آباد دست
ہر کہ خواہم در یاد بدارد

غالب کی اس بہت افزائی اور قدردانی سے احسن کو بھی ملاقات کا اشتیاق ہوا،
مگر عظیم آباد کا سفر و پیش آجانے کی وجہ سے ان کو ملاقات کا موقع بہم نہ پہنچ سکا
چنانچہ لکھتے ہیں :

دشوق ویدار مرزا دل بعزم دہلی داشتہم کہ ناگاہ اہل مشرق کنندے بگردنم
انداختند و بہ عظیم آباد رساندند

بعض لوگوں نے احسن بگرامی کے کلام کو مرزا غالب کے پاس بھیجا۔ مرزا نے
اس میں اصلاح کی کوئی گنجائش نہ پائی اور ان کو بھیج دیا اور اس کے بھیجنے والوں کو
ایک گزہ شرمندگی ہوئی۔ احسن بگرامی لکھتے ہیں :

”تنے چند دیکر کہ بقواعد اس نقشہ غولہا بطل از دیند و باغزلے حسروان

پیش اسد اللہ حق غالب و طہری رواں داشتند و چوں غولہا بیدار

اصلاح ہم چنان واپس آمد پیش فقیر آمدند و عذر دخواستند و جہد

کردند کہ دگر گرد چنیں کردار نخواستیم گشت ہر کہ خواہد از خودشان دیار

غالب نے عود ہندی میں ایک موقع پر اشارہ کیا اور دوسرے موقع پر مراعتا بیدل پر
تقریباً کی مٹی یہ بات احسن بگرامی کو پسند نہ آئی اور انہوں نے اس سلسلے میں اپنے
قلم کو حرکت دی۔ چنانچہ لکھتے ہیں :

”بہچنان غالب و طہری در عود ہندی ہجو حضرت مرزا بیدل علیہ الرحمہ رقم

لے اسرار احسن، ص ۴

لے اسرار احسن، ص ۵

لے خطوط غالب، جلد دوم (ترتیب نظام رسول جہاں) ص ۲۲۹

لے اسرار احسن، ص ۵

کر دہ است و بھر حضرت ہیدل روشنی ترا آفتاب است ، وجود حقیقت
آں ہجا گرا از انشاء صحیفہ شایعہ افانی دنیا بند کہ پارہ ازاں بکلم ضرورت
جواب گزاری از جانب حضرت بیدک دیکھ ازرقعاتش رقم کردہ ام

(۶) شعری کشمیری

خواجہ ابو محمد حسن شعریؒ ابن خواجہ صدر الدین بچ ۱۲۲۳ھ میں سری نگر میں پیدا
ہوئے ، وہ ایک علمی خاندان سے کے فرد تھے ۔ ان کے بھائی حافظ محمد مشتری دکن
۱۲۴۹ھ) اور چچا حبیب اللہ متقاضی شعر و سخن کا ذوق رکھتے تھے ۔ سکھوں کی چیرہ
دستیوں کی بنا پر کشمیر کو غیر اذکیہ کراہت میں طرح انامت ڈالی ۔ مختلف دیار و اسعار
کی سیاحت بھی کی ۔ ایک موقع پر دہلی پہنچے ۔ بہادر شاہ ظفر قلعہ دہلی میں رونق افزہ
تھے ، مفتی صدر الدین آندوہ ، صہبائی ، مومن اور مولوی عبداللہ خاں عدوی جیسے
استادہ سخن دہلی میں موجود تھے ۔ مفتی صدر الدین آندوہ کے توسط سے شعری نے غالب
سے ملاقات کی ۔ شعر و شاعری کا ذکر و اذکار رہا ، یہاں تک کہ مجلس مشاعرہ منعقد ہوئی
اور پھر آپس میں شاعرانہ نوک جھوک بھی رہی ۔ اسی داستان کو شعری کے دیوانی ”مرآت
خیال“ کے مقدمہ نگار کے قلم سے نیچے :ؒ

”برجہم قومی مہاں خواجہ صدر الدین صدر الصدور آندوہ گرد یہ کہ
روز سے ہمراہش بریکان و میر الملک مرزا اسد اللہ خاں غالب برہ
بعد از چنین و چنان مرزا گفت کہ اگر جناب شاعر اند بہ صریح :

لے شعری کی حالات کے لئے ملاحظہ ہوا مرآت خیال دیوان شعری مطبع ریاضی ہند لکھنؤ
۱۳۰۳ھ) ص ۱۱ تا ۱۲ نیز دیکھیے ”کشمیر کی فارسی شاعری“ از مولوی محمد عبداللہ قریشی
(دہلی و نیواں کشمیر فیبر مارچ و اپریل ۱۹۶۶ء) ص ۲۴۱ - ۲۴۳
شک ۔ مرآت خیال ص ۱۱

باز ماندم خود و گرنہ در برویم باز بود
صبح آزمایند، شعری گفت شاعر بیستم اما پنج تو اتم ہمارم، چنانچہ غزلے بدیدہ آرد من
بعد مصرع ۱

نہ اتم از کہا ایں جوش شادابی ست مینار
طرح مشاعرہ انماخت، صہبائی و موتی و غالب و طریح اشکاف طبع آرزو مند
از اسد اللہ غالب است ہ

نہی بینیم در عالم نشاط کا سماں مارا
چوں فور از چشم نابینا ز ما غرفت مینار
ہر یک کرت بعد مرۃ داوختوری داد، مشاعرہ قریب الانتقام بود کہ
صدرا الصدور از غریب الوطن ارغمان خواست، پیش کش کرد۔

جنونے کو کہ دست از آستین ہیروں نہد پار
زندہ چاکے بجیب و خوش کند دامان صحرا را
بہر شعر مرا احسنت رفت تا آنکہ صہبائی اسام بخش بود و موتی مقتدی
مگر شیر بیشہ عالی و ناعلی غالب کل غالب و زمستان آتش شک سوخت
تکاملندہ اش مستعدی طرح دیگر شدند و یہ مشاعرہ دوم غالب بطرح گفت:
سہرم دوزخ و آن داغ ہائے سینہ تابش را
سرا بے بود در رہ تشنہ برق عتابش را
ہر پیدائی حجاب جلوہ سامان کرویش نازم
کف صہباست گمئی پنبہ مینا سے سترایش را

اس غزل مملو مطامع آتش صہبائی، بخوش آرد و صدرا الصدور را آرزو ساخت
ہنوز فوشد کہ کرت شعری درست در دہی نمود با آخر محاکمہ بجا و لہر رسید بالغ الکلام
را دو صنف شد، جمیع جنب غالب گرفتند و بر خجے جانب غالب، بلا مغالطہ نتیجہ
تفسیر نظری بر یہی شد، صہبائی بیام طرح بدہر آہود، آوارہ وطن آہو گفت بہرمان

ہست نرشتہ نترانست، ثقیفہ را حید کرد مگر بعد از دوم یوم بہممانے
نرشتہ ۲۰

در گریہ از پس نازکی رخ مانده بر خاکش نگر
واں سینہ سووی از تپش بر خاک فناکش نگر
خواند بہ امید اثر اشعار غالب ہر سحر
از کمتہ چینی در گزرفرنگ و اوراکش نگر
چونکہ شعری قبلش دلی را خیر باد گشتہ بود، صہبائی ریخت، آن سدج
بشکست و آن ساقی خانہ ۲۱

شعری کا انتقال ۲۰ رجب ۱۲۹۸ھ کو امرتسر میں ہوا اور وہیں دفن ہوئے
رحمت خدا آمد ۲۱ سے سال انتقال برآمد ہوتا ہے ۲۲

غالب اور مارہرو

مارہرو (ضلع ایٹہ، یو۔ پی) ایک قدیم تاریخی قصبہ ہے۔ اسی قصبے میں تین قبیلے خاص طور سے ممتاز اور نامی گرامی تھے۔ شیوخ کنہوہان کہ عہدہ قانون گزئی اور منصب چوہدر عہد شاہی سے ان میں رہا۔ شیوخ انصاری کہ عہدہ قضاہ ان سے متعلق رہا۔ اسادات واسطیہ کہ مشہور پیر زادے ہیں اور ان میں نامی گرامی صوفیہ گورے میں ہے۔

مرزا غالب کا تعلق مارہرو کے کنہوہ شیوخ اور اسادات سے بہت خاص رہا ہے اور ان دونوں قبیلوں کے متعدد ارکان غالب کے شاگرد، دوست اور شناسا تھے۔ غالب نے اپنے اکثر خطوط میں مارہرو جہانے کا اشتیاق ظاہر کیا ہے۔ چنانچہ ایک خط میں چوہدری عبدالغفور کو لکھتے ہیں:

”اگر زمانہ ہمیری خواہش کے مطابق نقش قبول کرتا ہے تو میں

مارہرو کو آتا ہوں۔ حضرت پیر و مرشد کا اشتیاق اور اس جیسے میں

تہاری دید کا شوق ایسا نہیں ہے کہ مجھ کو آرام سے بیٹھا رہنے

دے گا۔“

دوسرے خط میں لکھتے ہیں:

”اصح التواريخ از محمد میاں مارہروی“ جلد دوم، مخافتا، عالیہ برکاتید مارہرو

۱۳۴۲ھ میں ۶۰۹

کے ایٹہ ۲۲۹

کے خطوط غالب جلد دوم ص ۲۲۴

”جی یوں چاہتا ہے کہ بہتات میں مارہرہ جاؤں اور دل کھول کر اور
پیٹ بھر کر آم کھاؤں۔ اب وہ دل کہاں سے لاؤں، طاقت کہاں
سے پاؤں۔“

کنبدہ شیدائش میں سے پہلے شخص جو مارہرہ میں سکونت پذیر ہوئے، وہ
خواجہ عماد الدین عرف شیخ عمار تھے۔ یہ مہائیوں بادشاہ کا زمانہ بیان کیا جاتا
ہے۔ ان کی دو صاحبزادیاں، دو گئے مہائیوں خواجہ محمد امین اور خواجہ محمد حسن
ملتان سے منسوب ہوئیں اور خاندانی تذکروں کے بیان کے مطابق ان دونوں
مہائیوں کو ۹۵ھ میں مارہرہ کی قانون گزنی اور چودھرات ملی کے کنبدہ مہوں میں
سے پانچ حضرات

۱۔ چودھری عبدالغفور سرور

۲۔ عنایت الہی

۳۔ عبدالعزیز ضیاء

۴۔ عطا حسین عطار

۵۔ حکیم اشفاق علی۔

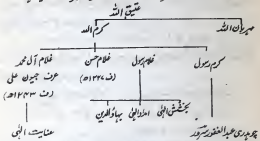
ترغالب کے شاگرد تھے مگر دوسرے حضرات سے بھی ترغالب کے مراسم تھے
جن میں سے چودھری غلام رسول رئیس مارہرہ خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ ترغالب
ان کا بہت احترام کرتے تھے۔ شاید ہی کوئی ایسا خط ہو جس میں ترغالب نے ان
کو سلام و پیام نہ لکھا ہو۔

اس جماعت کے دواور رکن منشی ممتاز علی میرٹھی اور مولوی غلام بھم اللہ
بسمک بریلوی (ف ۱۳۱۵ھ/۱۱۸۹ء) سے بھی ترغالب کے تعلقات تھے مولانا لاکر

۱۔ سید علیہ از حکیم عنایت حسین مارہرہ کی تصنیف و ترتیب و اضافات از فیض احمد از ملیح
ناظمی میرٹھ (۱۳۰۶ھ) ص ۲۱۔ ۲۔ المشاہیر از فیض احمد زئی پریس میرٹھ ۱۹۰۰ء ص ۹۔

عہد ہندی کے مرتب و جامع اور ناشر ہیں اور آخر الذکر غالب کے شاگرد ہیں دونوں آپس میں علاقائی بھائی تھے اور ان کا تعلق مارہرو سے بھی تھا مگر مستقل طور سے ان دونوں کی حکومت میرٹھ اور بلی میں تھی۔

چودھری عبدالغفور مسرور کے خاندان کا مختصر سا شجرہ درج ذیل ہے :



چودھری غلام رسول :

چودھری غلام رسول کا خاندان کہوڑان مارہرو میں "بارہ جیسے والا" کہلاتا تھا ان کے والد شیخ کرم اللہ (وف ۱۲۲۶ھ) کے متعلق اس خاندان کے مورخ حکیم شیخ عنایت حسین مرحوم (وف ۱۲۶۵ھ) لکھتے ہیں :-

مکرم اللہ بن عقیق اللہ صاحب دانش و اقبال و درکشاہت
و منانت حسن قیادہ ممتاز اقران و امثال ہوں و باستحقاق وراثت
عہدہ سورتی چوہر و قانون گوئی بدست آوردہ مجدد ریاست
قرار و وزید و لوازم عہدہ مذکور بخوبی سرانجام دادہ تا پایاں عمر
و اقتدار ہمہیں گزارشت :-

چودھری غلام رسول علوم و وجہ سے آراستہ اور ریاست و امارت کے مالک تھے
حکیم عنایت حسین کہتے ہیں یہ
”وہ دے بادالشی و جہاد خلیق و متواضع است سوارہ ہر تار و اقتدار
می گزارو“

۱۹ ذی الحجہ ۱۲۸۷ھ کو چودھری غلام رسول دہگہا سے عالم آخرت ہوئے ان کے
سہائے منشی کرم حسن نے مصرع :
فخر دو جہاں قبلہ دل کعبہ جاں ہائے (۱۲۸۷ھ)

سے تاریخ نکال ہے۔ شاہ سید آل محمد مارہروی نے چودھری غلام رسول کی تاریخ
انتقال اس طرح کہی ہے یہ

شہاذی عالم رئیس محترم ہر کہ فوت اوشنیدہ ہائے گفت
بندہ آل محمد سال او بستم ذی الحجہ بابو ای گفت

۱۲۸۷ھ = ۲۸ + ۱۲۵۹

چودھری غلام رسول کی اولاد نے امارت کا کارخانہ جلد ہی درہم برہم کر دیا۔
منشی فیض احمد کہتے ہیں یہ

”وہ شہ سے دے مجموعہ ریاست مستفہ چندہ صد سالہ را کہ باعث
اعزاز و دویمان ہو بود بخش بخش کردہ نام ریاست از صفحہ دہر
زور و زور بانہد کہ فرصت تکلف نمودند“

چودھری غلام رسول کے ہمین صاحبزادے بہاء الدین بخشش الہی

۲۷ سلسلہ عالیہ ص ۲۷

۲۷ ایضاً ص ۲۷

۲۷ دیوان قورچی لڑکا شہ متفرقہ از سید آل محمد (مطبوعہ دارالارکانہ اسلامیہ) ص ۲۷

۲۷ سلسلہ عالیہ ص ۲۷

اور امداد الہی (رف ۱۲۹۷) تھے۔ چودھری بہادر الدین کتاب اخبار المادہ کے مولف ہیں۔ یہ کتاب مطبع صبح صادق سینا پور سے شائع ہوئی ہے۔ اس کتاب کا پر مولف کو انگریزی حکومت کی طرف سے دو سو روپیہ انعام بھی ملا تھا۔

چودھری عبدالغفور:

چودھری عبدالغفور، چودھری کرم رسول (رف ۱۲۹۷) کے صاحبزادے اور چودھری غلام رسول کے حقیقی بھتیجے تھے۔ چودھری کرم رسول کے متعلق حکیم عنایت حسین لکھتے ہیں:

”مرد الفش مند باقبال و در شیوہ مروت و سخا و اخلاق و تواضع و سائر صفات جمیدہ و اوصاف پسندیدہ گیکانہ زمانہ و ممتاز اقران و امثال و حالابر صدر عہدہ پدر قانون گوئی و چودھری و نئی افروز است“

چودھری عبدالغفور نے مروجہ تعلیم اپنے چچا چودھری غلام رسول سے حاصل کی اور ان کو چودھری غلام رسول کی پوتی (دختر بہادر الدین) منسوب تھیں۔ چودھری عبدالغفور کے متعلق منشی فیض احمد لکھتے ہیں:

”عبدالغفور المتخلص بر سرور شاعر شیوا بیان شیریں زبان رمز فہم روشن و بلاغ ستودہ منش اخلاق روشن سیر چشم در چشم مہر جو آردم نعت و بین الاخوان بر علم و مروت و وقار و اعتباری گزارد و در فن سخن بانجم الدولہ و سیر الملک اسد اللہ خاں غالب و طہوی کہ غلطہ جاوہریائی و از ہند تا بہ ایرانی رسیدہ، نسبت شاگردی راست حاصل کردہ و بدقتات اردو غالب و سیاچہ نوشتہ کردہ آن عہدہ“

بقالب طبع آسود ہاسم "مرد ہندی" مشہور دیار و امصار راست۔
چودھری عبدالغفور کے کوئی اولاد نہ تھی۔ انہوں نے اپنے بڑے بیٹے (سلے)
عزیز الملک کے بیٹے عبدالصبور کو گروے لیا تھا۔ عبدالصبور کو بھی شعر و شاعری کا
ذوق تھا۔

چودھری عبدالغفور سرور کا صحیح سال وفات معلوم نہ ہو سکا لیکن بعض قرائن
کی روشنی میں ایسا اندازہ ہوتا ہے کہ وہ بیسویں صدی عیسوی کے پہلے عشرے میں
فوت ہوئے۔

برجیس احمد زہیری مارہروی لکھتے ہیں:۔
"عبدالغفور صاحب میاں قد کے تھے اور بڑا پاجامہ زیب تن کرتے
تھے امد آپ کے یہاں شروع رمضان سے آخر تک احباب اور
اعزہ کا روضہ انظار ہوتا تھا۔"

چودھری عبدالغفور سرور نے حکیم امداد حسین مارہروی (ن ۱۲۸۲ھ) کے
مہاجر اور غل حسین (ن ۱۲۸۳ھ) کے انتقال پر جو تاریخ لکھی ہے وہ بطور
مؤثر کلام درج ذیل ہے:

وا درلیقا وا درلیقا وا درلیقا وا درلیقا
ہاے ہاے ہاے ہاے ہاے ہاے ہاے ہاے
دو ہزار و دوسو و ہشتاد و دو ماہ صیام
جانب فردی شد فخر الطباء رگہا
پہنچ پور نامور از وسے گیتی یادگار
صاحبان عقل و علم و دانش و منہم و دما

جلد مکتوب برہیں احمد زہیری بنام راقم موصولہ دسمبر ۱۹۶۸ء

غل سلسلہ عالیہ ص ۱۷۰

سہل نگزشتہ زلفت والدہ والا سے شاں
 پر چارم زار بود ایسے ولے از عالم قضا
 بود نام او مرکب از علی و از حسین
 وہ جو نام است ای کریمے باو جان دل خدا
 از وقوع ای چنین بس سخت و سنگین واقعہ
 رنجیز گشت پیدا عیشے شد رونا
 از یگانہ تا بہ بیگانہ دلی رنج عظیم
 ہر کیے راست برب نعرۂ و احسرتا
 دل بدو آرد و تارخ و تالش نظم کرد
 ہر کہ در مادرہ باشعرو سخن بود آشنا
 ہم سرور خستہ تا شاد از دے امید
 گفت "حشرش با حسین و با علی روز جزا"

۱۲۸۲ + ۱ = ۱۲۸۳ھ

عنایت الہی

عنایت الہی چورنگی غلام رسول کے بھتیجے اور چورنگی غلام آل محمد عروت
 جیون علی (ف ۱۲۳۴ھ) کے صاحبزادے تھے چورنگی غلام آل محمد کے متعلق حکیم
 عنایت حسین لکھتے ہیں یہ

"مردے با دانش و اخلاق در صفت بہت و مروت و علم و وقار یگانہ"
 آفاق بود بر صدر عہدہ پدر قرار گرفت و حقوق عہدہ مذکور سر انجام
 داد

عنایت الہی نے مروجہ تعلیم حاصل کی تھی اور غالب سے مشورہ سخن کیا

تھا۔ غالب، چودھری عبدالغفور موروثی کے نام ایک مکتوب میں لکھتے ہیں :-
 "حنایت الہی کا کون مشتاق نہ ہوگا اس کی پرستش زائد میں خدمت
 گوارہی کو حاضر ہوں، جب چاہیں اپنا کلام بھیج دیں میرا اسلام اور پیام
 کہہ دیجئے گا۔"
 ان کے متعلق منشی فیض احمد مارہروی لکھتے ہیں :-

۱۔ سلیم الطبع حلیم المزاج شیریں زبان لطیف و خنداں سخن سنج معانی
 شناس است بر عہدہ موروثی قانون گزشتہ ممتاز ماندہ را کون از سرکار
 گردوں و قمار و کھلشہ پیشین می یابد و بین الاخوان با امتیازی گزارد و
 چون حسب قوانین جدیدہ گورنمنٹ انگریزی حق موروثیت حق قانون گزشتہ
 ذائل و ساقط شدہ و مقرر یافتہ ہر کہ از عمر و زبانی با امتحان و ثابت
 قانون و استعداد کاروانی کامیاب شود و سند آن از گورنمنٹ پست
 آرد، بری عہدہ مامور شود و اجناس و سے صغیر و شیر خوار بودند
 لہذا انجو دیگر خانوادہ و دیں و دودمان گرامی ای عہدہ برو ختم شدہ۔"

حنایت الہی کا نمونہ کلام دستیاب نہ ہو سکا۔ ان کے نامور فرزند مولوی
 غفلت الہی زہیری تھے۔ جنہوں نے کچھ عرصے وکالت کی اور پھر ایک مدت
 تک مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے رجسٹرار رہے ۱۹۳۳ء نومبر ۱۹۳۳ء کو کراچی میں ان
 کا انتقال ہوا۔

عبدالعزیز ضیاء ۱۔

مولوی عبدالعزیز کے والد کا نام غلام کمال تھا۔ ان کے متعلق منشی فیض احمد
 لکھتے ہیں :-

۱۔ خطوط غالب، جلد دوم - ص ۲۱۸

۲۔ سلسلہ عالیہ، صفحہ ۲۷

۳۔ ایضاً ص ۱۷۳

”عبدالعزیز پسر دم غلام کمال“ سوزوں طبع، خوش فکر و در نظم شیریں مقال است و از دشت سفادت حسین بن شاید بخش کنده شده“ مولوی عبدالعزیز کے متعلق مرزا غالب اپنے ایک مکتوب بنام چودھری عبدالغفور میں لکھتے ہیں۔

”عبدالعزیز صاحب آئے۔ میں بے کلاہ و سپرین پنگ پر لیٹا ہوا تھا۔ ان کو دیکھ کر اشتیاء مصافحہ کیا۔ انہوں نے جناب شاہ عالم صاحب کا خط مع مسودات اشتیاء دیا اور فرمایا کہ پرسوں جاؤں گا عرض کیا کہ کل آخر بعد آپ تشریف لائیں خط کا جواب اور اصلاحی مسودے لے جائیں۔ وہ تشریف لے گئے۔“ مولوی عبدالعزیز کے فرزند برجیس احمد زہری مارہروی کہتے ہیں۔

”چودھری عبدالغفور کا تخلص سرور تھا اور مولوی عبدالعزیز صاحب کا تخلص صیاد تھا۔ یہ دونوں ہندگ حضرت غالب کے شاگرد تھے۔ مولوی عبدالعزیز درگاہ (خور و) کے وقف کے سربراہ تھے اور آپ اپنے مدرسہ اسلامیہ میں درس و تدریس بلا معاوضہ دیا کرتے تھے اور شہر کے تمام ہندو مسلمان آپ سے فیض یاب ہوتے تھے۔ آپ کے اثر و دعوت کا یہ عالم تھا کہ جب بھی آپ کا گزر بازار سے جوتا تو تمام ہندو مسلمان تعظیماً گھڑے ہو جاتے۔“

اس زمانے میں مارہرو میں چودھری انتظام علی کے یہاں مشکل مشاعرے

۱۔ خطوط غالب جلد دوم - ص ۲۵۱

۲۔ غالب نے سہو یا مزامحان کے نام سے قبل لفظ ”میر“ لکھ دیا ہے۔

۳۔ مکتوب برجیس احمد زہری بنام راقم موصولہ ۹ دسمبر ۱۹۶۸ء نیز دیکھئے میری

مرگزشت از برجیس احمد زہری کراچی ۱۹۶۴ء ص ۵۷

ہوا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ سرور اور منیا میں ایک غول میں کسی بات پر بحث ہوگئی
وہ غول مرزا غالب کو گنجی گئی۔ اس کا ایک شعر یہ تھا:

زبندش بن سکی زلفت ووتا کی رسائی دیکھ لی مسکرسا کی
غالب نے اس غول میں ایک آدھ لفظ بدل کر اصلاح کر دی اور کہا کہ
بھائیوں میں میل جول رہنا چاہئے۔

غنیاء کا ایک شعر ہے:

زقم ساقم سے جو ہائے مقابل ہشا دو آئینہ کو رو برو سے
عبدالعزیز منیا کے فرزند برجیس احمد زبیری کا بیان ہے کہ غنیاء کا
دلوان اور مرزا غالب کے کچھ خطوط ہندوستان سے پاکستان آنے پر لاہور میں
جاہورت کی حالت میں تلف ہو گئے۔ عبدالعزیز منیا کا انتقال ۱۹۱۳ء میں ہوا۔
برجیس احمد زبیری کا انتقال نوے سال کی عمر میں ہوا۔

شیخ عطا حسین عطا

شیخ عطا حسین حکیم نجف علی مارہروی کے صاحبزادے تھے۔ درس و تدریس
مشغلہ تھا۔ منشی فیض احمد مارہروی لکھتے ہیں:

”نہایت خوش مزاج، ایک نوا، بذلہ سنج لطیفہ گو تھے۔ فارسی کی عمدہ
استعداد تھی۔ ہر شخص کے ساتھ خلوص نیاز اور دلسوزی سے ملنے و کلب
رفیق تھا عربیہ و آشنائی تکالیف دیکھ کر دل بھر آتا تھا۔ آبدیدہ ہو جاتے
تھے۔ عمر معلوم گری میں بسر کی۔ شعر و سخن کا چسکار ہمارے شنو (شکایت
سعایت) اور زبان میں ان کی تصنیف سے مشہور ہے۔“

یہ مکتوب برجیس احمد زبیری بنام راقم موصولہ ۹ دسمبر ۱۹۶۸ء سنیز دیکھنے میری سرگشت
ز برجیس احمد زبیری دکنی (۱۹۶۸ء) سے

یہ المشاہیر ص ۳۳۶۔ نیز ملاحظہ ہو سلسلہ عالیہ ۳۳، ۳۴، ۳۵

کچھ لوگوں نے شیخ عطا حسین کو نکالیت پہنچائی اور ان کا ذہنی سکون چھین لیا اس کے رد عمل میں انہوں نے مثنوی "شکایت سعایت" لکھی اور مرزا غالب کی خدمت میں بھیجی انہوں نے کہیں کہیں اصلاح بھی کی۔ مرزا غالب اپنے ایک مکتوب بنام چودھری عبدالغفور میں لکھتے ہیں :-

صاحب یہ مثنوی تو میرے واسطے ایک مرثیہ ہو گئی ہے۔ ہے ہے ہے اس ہنر گزار کے جگر میں کیا کیا گھاؤں پڑے ہوں گے تب یہ تراوش خنابہ ظہور میں آئی ہوگی۔ مزہ یہ ہے کہ عنوان بیان سے حق بجانب انہیں کے معلوم ہوتا ہے :-

۱ ذی الحجہ ۱۲۹۰ء کو شیخ عطا حسین کا انتقال ہوا۔

مثنوی "شکایت سعایت" کے کچھ اشعار ملاحظہ ہوں :-

دل شکستہ ہوں اور غم زدہ ہوں	خستہ تن اور میں ستم زدہ ہوں
درومند اور جگر گداختہ ہوں	ایک غم سے میں زہرہ باختہ ہوں
تاب و طاقت رہی وحشت ہے	غلاب و آرام وقت حسرت ہے
نہ چمن ہوں نہ باغبان چمن	مرغ گم گشتہ، آشیان چمن
کیا کہوں کیسا بے نصیب ہوں میں	ہوں وطن میں ولے غریب ہوں میں
ماجرا اپنا گر سناؤں کبھی	چشم خورشید سے گری آنسو
ابہکا سینہ چاک ہو جاوے	برق بھی ہل کے خاک ہو جاوے
دیکھ کر حال چرخ دوں پردہ	کی معلم گری میں عسر و ہر
گرچہ کچھ اس قدر نہ تھی پروا	مقتضائے زمانہ پر یوں تھا
ایک مدت بزرگ فضل بہار	رہی مکتب کی گرمی بازار
پھر کچھ اس میں کساد آنے لگا	آخر آخر فساد آنے لگا

۱۔ اردو سے معنی راکل المطایع دہلی ۱۸۹۱ء صفحہ ۱۱۱

۲۔ المشاہیر صفحہ ۲۳۷ ، ۲۳۸

حکیم اشفاق علی زکی

حکیم اشفاق علی ابن شیخ الطاف حسین مارہروی ۱۸۳۷ء میں پیدا ہوئے۔ وہ سی تعلیم کے علاوہ علم طب کی بھی تحصیل کی۔ محکمہ ہندوستان میں ملازم رہے۔ کچھ دنوں گوالیار میں رہے۔ ۱۹۰۷ء میں جھوپاں پہنچے۔ ملازمت کی اور وہیں ۱۵ اکتوبر ۱۹۳۰ء کو انتقال ہوا، طویل عمر پائی۔ شعر و سخن کا ذوق تھا اور غالب سے مشورہ سخن کرتے تھے۔ شاہ ابوالحسن نورکی میاں مارہروی سے بیعت تھے۔ نمونہ کلام درج ذیل ہے۔

دم اچھنے لگا ہے بے اچھے	زلف ابھی اگر تو کیا ہوگا
رنگینار بلا پہ بیٹھے ہیں	نملا راہر تو کیا ہوگا

صبا و دور، موسم گل، سامنے چمن
کنج قفس میں مدوں نہ کیوں بال و پیر کو میں
نار انتظار خط نے کیا اس قدر مجھے
انجان سوچتا ہوں مگر نامہ بر کو میں
قد سخن زمانے میں باقی نہیں زکی
کس کو دکھائیں آج ساع ہنر کو میں

سفلوں سے پوچھتا ہوں غربت میں کبھے کیسا مزاج عالی ہے ؟
مولوی فضل احمد مارہروی
غالب کے خطوط میں مولوی فضل احمد مارہروی کا ذکر بھی ملتا ہے۔ وہ گنبد ہان مارہرہ میں بحیثیت معلم و فضل ایک ممتاز شخصیت تھے۔ عربی و فارسی کی اعلیٰ استعداد

رکھتے تھے۔ ان کی تمام عمر درس و تدریس میں گزری۔ تمام شہر مارہرو ان سے فیض یاب تھا۔ مولوی فضل احمد کا ۱۲۸۵ھ میں انتقال ہوا۔ سید آل محمد حرم نے مندرجہ ذیل قطعہ تارکج کہا ہے یہ

نہاں مولوی فضل احمد گزشت
میں آل محمد پئے سال نقل
ز صہبائے علم و عمل کیف رفت
وستم کہ استلو ما حیف رفت

۱۲۸۵ھ

اب مارہرو کے خاندانی سادات واسطی کے جن لوگوں سے غالب کے تعلقات تھے ان کے حالات ملاحظہ ہوں۔

صاحب عالم

عبد اکبری کے نامور صوفی شیخ میر عبد الواجد بگرامی صاحب سبع سنابل (ف ۱۰۱۷ھ) کے فرزند میر عبد البلیل (ف ۱۰۵۷ھ/۱۶۶۷ء) تھے جو جذبہ رکیت کی حالت میں وارد مارہرو ہوئے اور اس زمانے کے کبوتر شیعہ کے نامور اور ممتاز رکن چودھری صدر الدین اور ان کے صاحبزادے چودھری وزیر محمد خاں ان کے مرید ہوئے۔ ان لوگوں نے میر صاحب کے لئے حویلیاں وغیرہ بنوا دیں۔ ان میں میر عبد البلیل کے پرگنے شاہ برکت اللہ عشق (ف ۱۱۴۲ھ/۱۷۲۹ء) ابن میر اولیس تھے جو بگرام کی سکونت ترک کر کے مستقل طور سے مارہرو میں سکونت پذیر ہو گئے۔ شاہ برکت اللہ صاحب حال صوفی عارف کامل اور غلامی و باطنی علوم سے آراستہ تھے۔ فارسی میں عشق اور مہاکام میں پختگی تھیں کرتے تھے۔ ان کا فاقہ ہی دار ہجا کا کلام شائع ہر جگہ سے ہے

ملہ دیوانی قرار کج ص ۳۳

ملہ خاندان برکت از محمد میاں مارہروی (حسنی پریس بریلی ۱۹۹۲ء) ص ۵۔

ملہ ایضاً ص ۷-۱۲

شاہ برکت اللہ کے دو صاحبزادے آلی محمد (ف ۱۱۶۴ھ / ۱۷۵۶ء) اور
 نجات اللہ (ف ۱۱۹۰ھ / ۱۷۷۶ء) تھے۔ اسی دونوں بھائیوں نے مادرِ سرہ میں
 الگ الگ دو خانقاہیں قائم کیں۔ بڑے بھائی کی خانقاہ ”سرکار کلاں“ اور چھوٹے
 بھائی کی خانقاہ ”سرکار غورد“ کہلائی۔ صاحبِ عالم شاہ نجات اللہ (سرکار غورد)
 کے پوتے تھے صاحبِ عالم کے سلسلے کا شجرہ درج ذیل ہے۔ کیونکہ اس سلسلہ
 کے مختلف حضرات کا ذکر آگے آ رہا ہے۔

سلسلہ چہ نے ہر شجرہ ساداتِ مادیہ سے متعلق مختلف کتب کاشف الاسرار (قلمی مملوکر راقم الحروف)
 آثارِ احمدی (قلمی مملوکر راقم الحروف) اصح التواریخ از محمد میاں (مطبوعہ) خاندانِ برکات
 از محمد میاں (مطبوعہ) نورِ مدائن حضور از غلام شہرہ ایوبی (مطبوعہ) برکاتِ مادیہ از
 طیفیل احمد دایوبی (مطبوعہ) کی روشنی میں مرتب کیا ہے۔

شاه بركات الله زلف شاهنشاهی

شاه بركات الله زلف شاهنشاهی

شاه آمل زلف شاهنشاهی

سید امام حسن شاه بركات الله زلف شاهنشاهی

شاه مستبدان و زلف شاهنشاهی

بركات الله زلف شاهنشاهی
(زلف شاهنشاهی)

زلف شاهنشاهی

سید امام حسن شاه بركات الله زلف شاهنشاهی

زلف شاهنشاهی

زلف شاهنشاهی

زلف شاهنشاهی

زلف شاهنشاهی

زلف شاهنشاهی

زلف شاهنشاهی

زلف شاهنشاهی

زلف شاهنشاهی

زلف شاهنشاهی

زلف شاهنشاهی

زلف شاهنشاهی

زلف شاهنشاهی

زلف شاهنشاهی

زلف شاهنشاهی

زلف شاهنشاهی

زلف شاهنشاهی

زلف شاهنشاهی

زلف شاهنشاهی

زلف شاهنشاهی

زلف شاهنشاهی

زلف شاهنشاهی

زلف شاهنشاهی

زلف شاهنشاهی

زلف شاهنشاهی

زلف شاهنشاهی

زلف شاهنشاهی

زلف شاهنشاهی

زلف شاهنشاهی

شاه آمل زلف شاهنشاهی

زلف شاهنشاهی

زلف شاهنشاهی

زلف شاهنشاهی

زلف شاهنشاهی

زلف شاهنشاهی

زلف شاهنشاهی

زلف شاهنشاهی

زلف شاهنشاهی

زلف شاهنشاهی

زلف شاهنشاهی

زلف شاهنشاهی

زلف شاهنشاهی

زلف شاهنشاهی

زلف شاهنشاهی

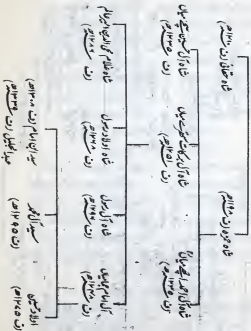
زلف شاهنشاهی

زلف شاهنشاهی

زلف شاهنشاهی

زلف شاهنشاهی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ



صاحب عالم سے مرزا غالب کے نہایت منحصانہ تعلقات تھے۔ وہ اپنے ہر خط میں محبت، خلوص، نیازمندی اور ارادت کا اظہار کرتے تھے۔ یہ تو نہ معلوم ہو سکا کہ صاحب عالم سے غالب کے یہ تعلقات کب اور کس طرح قائم ہوئے مگر ان ہی تعلقات کی بنا پر صاحب عالم کے احباب بیٹھے اور نواسے غالب کے حلقہ تلمذ میں منسلک ہوئے غالب اپنے ہر خط میں صاحب عالم کا ذکر نہایت محبت و ارادت سے کرتے ہیں، چنانچہ ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

”آمنیت و وعدہ سے گزر گئی۔ یارب جب تک صاحب عالم کو مارچ میں اور انوار الدولہ کو کالپی میں نہ دیکھ لوں اور ان سے ہم کلام نہ ہو لوں میری روح کو قبض کا حکم نہ ہو۔ لیکن ۱۲۶۷ھ میں دو جہیزے باقی ہیں۔ اب کے محرم سے اس ذی الحجہ تک میرا مدعا حاصل ہو جائے گا۔“
مرزا غالب ایک خط میں چودھری عبدالغفور کو لکھتے ہیں:

”میں یہ تاکے ہوئے ہوں کہ میری اور تمہاری ملاقات اس طرح ہو کہ ہم تم ہوں اور حضرت صاحب عالم صاحب ہوں اور باہم حرف و حکایت کریں۔ اگر زمانہ میری خواہش کے موافق نقش قبول کرتا تو میں مارچ کو آتا ہوں۔“

صاحب عالم کے نام مرزا غالب کے صرف ہانچے خط ہیں جو خطوط غالب میں شامل ہیں۔ مگر یہ حقیقت ہے کہ چودھری عبدالغفور مارچ ۱۲۶۷ھ کے نام جسے خط میں وہ بالعموم چودھری صاحب اور صاحب عالم کے نام مشترک ہیں۔ صاحب عالم کا خط غراب تھا غالب ایک ہی خط میں دونوں کو مشترک لکھ دیتے تھے اور غالب اسی طرح جواب

لے اردوئے معلیٰ ص ۱۶۸

۱ خطوط غالب جلد دوم ص ۲۶۴

۲ ایضاً

جہانا ہوگا۔

صاحب عالم ابن مخدوم عالم ۱۶ ربیع الثانی ۱۲۱۱ھ کو پیدا ہوئے۔ تعلیم مادہ و فرخ آباد کھنڈ میں پائی۔ کچھ دنوں صاحب عالم ادراسی کے مجائی سلطان عالم فرخ آباد میں رہے۔ صاحب دیوان شاعر تھے۔ تذکرہ خازن الشعراء کے مولف سید محمد مرین حبان محوی الدہ آبادی ۱۲۶۰ھ میں صاحب عالم کا تذکرہ ان الفاظ میں لکھتے ہیں:

”شاعر سراپا کمال عظیم المثال مولوی سید صاحب عالم حسین واسطی بگرامی ثم المارہروی سلمہ الشرفا علیہ السلام۔ ولادتش روز سہ شنبہ وقت منیٰ شانزہم ربیع الثانی سال ہزار و دو صد و پانزدہ ہجریہ کہ لفظ تاریخ از اس خبری عدم صدور اکرام بگرام بود۔ میر عبدالواحد بگرامی مصنف کتاب بیج سنابل و شارح نزہت الارواح از اجداد پوری دوست۔“

مولوی جمیع کتب درسیہ درمحمودہ لکھنؤ ہندوت مولوی ولی اللہ خاں گزرائیہ و درفن شعر از خاں خود سید افتخار علی بگرامی متخلص بہ ذرہ تلمذ دار و چوں استخوان سلسلہ بیعت و اجانت حضرت شیخ محمد فیاض

بلکہ محمد میاں (خانہ دان ہرکات ص ۷۴) نے ۲۶ ربیع الثانی لکھا ہے۔

بلکہ ایک مرتبہ صاحب عالم نے غالب کو لکھا کہ میرا سال پیدائش لفظ ”تاریخ“ سے نکلتا ہے تو غالب نے لکھ دیا۔

بات غیب شب کو یوں چیتا ان کی ”تاریخ“ میرا ”تاریخ“

تاریخ سے ۱۲۱۱ھ اور تاریخ سے ۱۲۱۲ھ نکلتے ہیں۔

بلکہ تذکرہ خازن الشعراء کا یہ اقتباس مولانا حسرت مرہانی نے اردوئے معلیٰ میں نقل کیا تھا وہی سے ہم نے یہاں ہے انہوں نے اردوئے معلیٰ کا ماہ و سال اشاعت لکھنے سے روک دیا۔

الہ آبادی رسید برکت اللہ عرف شاہ ابراہیم کات عشق مخلص (جد
الاجداد مولوی) بخاندان حضرت کالپی فی مابین بزرگان این فقیر و
بزرگان آل عزیز محبت و داد و بود۔ بعد معاودت از قصبہ کراتھ
مع قبائل بسابقہ معرفت در الہ آباد تشریف آورده رونق افروز و دائرہ
متبرکہ کہ بدم حضرت شیخ محمد اعلیٰ قدس سرہ شد در میان والد ماجد
ایں مستہام و ایں فقیر بدنام بآن صاحب عز و احترام سلسلہ مودت
و محبت استحکام و گنج پذیرفتہ و در مادرہ بر سجادہ آبائے کرام خود
گم گشتگان وادی حرماں را رہنمائی کند۔ و سے مرید و مجاہد و مافزون
از خدمت میر سید ابوسعید عرف شاہ خیرات علی صاحب سجادہ
حضرت قطب الاقطاب میر سید محمد ساکن کالپی است و در مدح پیر
روشن ضمیر خود ایں رباعی گفتہ:

فیض ز عنایات علی یافتہ ام رشدے ذکر امانت علی یافتہ ام
علم و عمل و دولت اولاد و شرف ایں جملہ ز خیرات علی یافتہ ام
مولوی صاحب دیوان است و در دیوان او از ہر قسم غزل، رباعی، فرد
قطعات و مناسبات موجود است۔

منوۂ کلام

آل حور کہ از آئینہ مستور نشیند بے پردہ کہا ہا من مہجور نشیند

عمر بن شد بھدائی آخر جان من آہ کھائی آخر
صاحب عالم نے فن تارکچ گونی پر ایک کتاب "تحفۃ المورخین" فارسی زبان
میں لکھی ہے جس کا تکی نسخہ "جواہر زبیر" اٹاوا میں محفوظ ہے، اس کتاب میں ۵۲
اصناف میں اور تقطیع ۵ x ۸ ۱/۲ ہے، یہ کتاب ایک مقدمہ، دو ابواب اور ایک

خاتمہ پر مشتمل ہے اور ۱۲۵۸ھ کی مکتوبہ ہے۔

صاحب عالم کا انتقال ۲ محرم ۱۲۸۸ھ کو مارہرو میں چوار مولوی محمد میاں مارہروی لکھتے ہیں۔

”گنبد و گاہ علی (مارہرو) میں جانب غرب دفن ہوئے۔ آپ کا عقد ختم

حضرت فقیر صاحب ابن حضرت شاہ گرام صاحب سے ہوا۔“

سید آل محمد مارہروی نے اپنے مجموعہ ”تاریخ دیوان تاریخی“ میں یہ صاحب عالم صاحب کے انتقال پر بہت سی تاریخیں کہی ہیں۔ جن میں سے ایک درج ذیل ہے۔

جناب صاحب عالم دریا

گجو آل محمد مگر بہر سند

منورہ زین جہاں ناگاہ رحلت

مکر سال رحلت ”آہ رحلت“

۲۷۶۲۴ = ۱۲۸۸ھ

صاحب عالم نے تین صاحب زادے سید عالم، شاہ عالم، مقبول عالم اور

تین لڑکیاں باوگار چھوڑیں۔ بڑی لڑکی عبدالحی عرف سید احمد بگرامی سے منسوب

تھیں جن کے صاحب زادے فرزند احمد صغیر بگرامی تھے۔ صاحب عالم نے

حکیم ادا حسین مارہروی (ف ۱۲۸۲ھ) کے انتقال پر ایک مرثیہ لکھا ہے۔ اسی

کے کچھ اشعار بطور منورہ کلام درج ذیل ہیں۔

دریا ز خیرگی آسمان

دریا ز انقلاب لیل و نهار

دریا کہ جمعیت ما گنجت

دریا ز گلاب سے احباب ما

دریا ز بیداد و در زمان

دریا از ی انقلاب جہاں

دریا کیے رفتہ از ہم سناں

گلے رنجت بر خاک باو خزاں

۱۔ جواہر زواہر۔ اذیبار حسین غاروقی (۱۹۵۹ء) ۲۲۲ - ۲۳۳

۲۔ خانہ ان برکات ۴۴

۳۔ دیوان تاریخی ص ۵۲

۴۔ سلسلہ عالیہ ص ۱۵۲ - ۱۵۵

دریغا کجے از مہمان خاص
دریغا کھچے میخانفس
سرب کن اندو را با حبسین
دریغا گوشت آنکہ ہونے بہزم
دریغا غناہد آنکہ در شہر بود
دریغا کہ رفت آنکہ در دہر بود
نہاں گشتہ از چشم مانا گہاں
بلکم تضاد و قدر داد جاں
سپس نام نالی اور را بنجوان
نواسنج چون بیل ہرستان
گفتار طولی شیریں زبان
بہ ہر سوز اوصاف او داستان

بہ رابطہ ناکہ از درد و غم
خیالشی جہانہ ز دلہا سے شان
کنہ شرح غم ہائے آنہا رقم
دریغا ملال و لغم صاحب
کہ خلش نیار و فلک در وجود
فغانم نہ خیزو ز سینہ چرا
دریغا کہ رفت از کف در دگار
کنوں تاکہ باقی ست ما را حیات
ز یاران مادرہ و بلگرام
فرام کند ما ہمہ را بخلد
قلم سال این بار مادرہوی
ز رضوان شنیدیم تاریخ او
مرا غائب نے اپنے خطوط میں صاحب عالم کے تینوں بیٹوں سید عالم
شاہ عالم اور مقبول عالم اور ان کے چوتھے خدشہ عالم ان کے برادر نسبتی رسلے
سید محمد امیر اور ان کے فرزند برکات حسن کا ذکر بار بار کیا ہے لہذا ان حضرات
کے مختصر سے حالات بھی درج ذیل ہیں ۔

سید عالم

صاحب عالم مارہروی کے فرزند اکبر ۱۲۳۵ھ میں پیدا ہوئے اور ۲ محرم ۱۳۰۶ھ کو فوت ہوئے، وہ اپنے والد کے سجادہ نشین تھے ان کے دو بیٹے نور شید عالم اور نور عالم تھے۔ نور شید عالم کا ذکر غالب نے اپنے خط میں کیا ہے۔ نور شید عالم کی پیدائش ۲ جمادی الاول ۱۲۵۵ھ کو ہوئی اور انتقال ۸ جمادی الآخر ۱۳۰۸ھ کو ہوا۔ ان کے ایک بیٹے سید جان عالم تھے جن کے بیٹے سید بدر عالم تھے جو انجمن ترقی اردو کراچی میں ملازم اور بابائے اردو مولوی عبدالحق کے خاص خادم تھے۔

شاعہ عالم

صاحب عالم کے دوسرے صاحبزادے تھے۔ ۱۲۳۶ھ میں پیدا ہوئے ان کا انتقال ۱۱ محرم ۱۳۰۶ھ کو ہوا اور والدان غری گنبد درگاہ میں دفن ہوئے۔ ان کا عقد ان کے ماموں سید محمد امیر کی صاحبزادی کے ساتھ ہوا۔ غالب کے شاگرد تھے، مخلص شائق تھا۔ ان کے نام غالب کے دو خط ہیں۔ انہوں نے صغیر بلگرامی کے لڑکے کی پیدائش پر جو قطعہ تاریخ کہا تھا وہ بطور نبوتہ کلام درج ذیل ہے علیہ

چل نشوم شاد کہ ناگہ ز شرق	مژدہ رساں پیک صبا آمدہ
گفت کہ در خانہ شمس الضحیٰ	رنگ سہا، بدر الدجی آمدہ
ہاں بوجد آمدہ پر صغیر	کہ جہ تن ذہین و ذکا آمدہ

۱۔ خاندان برکات ص ۵۵ - ۵۶

۲۔ ایضاً ص ۶۰

۳۔ ایضاً ص ۷۷

۴۔ تلامذہ غالب ص ۱۶۷ -

خائف شاداں بے تاریخ طفل گفت ”بہ شمس ضحیٰ آمدہ“
 ۳۸ ۱۲ ھ

مقبول عالم

صاحب عالم کے تیسرے بیٹے تھے۔ ان کی پیدائش ۶ جمادی الاول ۱۲۳۳ ھ
 اردن کا انتقال ۱۰ محرم ۱۳۰۳ ھ کو ہوا۔ والدان غریب گنبد درگاہ میں دفن ہوئے۔
 ان کا پہلا عقد دختر سید مظہر حسن کے ساتھ ہوا جس کا ذکر غالب نے اپنے خط
 میں کیا ہے اور صاحب عالم کو مبارک باد دی ہے۔ ان سے دو لڑکیاں پیدا
 ہوئیں۔ جن میں سے ایک نور شید عالم کو منسوب تھیں۔ مقبول عالم کی دوسری
 بیوی اظہر فاطمہ دختر سید ابوالقاسم تھیں جن سے دو صاحب زادے مخدوم
 عالم اور افتخار عالم ہوئے۔ آخر الذکر حیات النذیر کے مؤلف ہیں۔

محمد امیر

سید محمد امیر ابن نجات بخش مہکاری ۱۲۱۳ ھ میں پیدا ہوئے اور سہ
 ربیع الآخر ۱۲۹۰ ھ کو انتقال ہوا۔ والدان بانی گنبد درگاہ میں دفن ہوئے
 اپنے چچا برکات بخش مہکاری کے انتقال (۱۸ رجب ۱۲۵۳ ھ) کے بعد سجادہ
 نشین ہوئے۔ وہ صاحب عالم کے برادر نسبتی (سالی) اور شاہ عالم کے خسر
 تھے۔ محمد امیر کے معلق غالب ایک خط میں لکھتے ہیں:-

”جناب مستطاب حضرت محمد امیر صاحب کی خدمت میں بعد سلام

نیازیہ گزارش ہے کہ میرے پاس حضرت باسلام و پیام اب کی

بار بھی نہیں پہنچا۔“

غالب نے اپنے متعدد خطوط میں سید محمد امیر کو سلام لکھا ہے اور شاہ عالم

لے خاندان برکات میں ،،

لے خاندان برکات ۱ ص ۱،

کے دونوں خطوں میں لکھا ہے کہ اپنے ماسوں کو سلام کہئے۔
 سید محمد امیر کا انتقال ۱۲۹۰ھ میں ہوا۔ سید کمال محمد نے مندرجہ ذیل قطعہ تاریخ
 لکھا ہے۔

نگاہ جناب کمال ماقبلہ ما رخ کرد بخلد و شد ز دنیا بزار
 تاریخ وفات آن بزرگ وصال گشت آل محمد آہ فخر ابرار
 ۱۲۹۰ھ

برکات حسن

سید محمد امیر کے صاحبزادے برکات حسن تھے جن کا ذکر غالب نے اپنے
 اس خط میں کیا ہے جو انہوں نے صاحب عالم کو لکھا ہے۔ برکات حسن دہلی میں غالب
 سے ملے بھی تھے اور یہ غالب کا آخری زمانہ تھا۔ جب برکات حسن نے مزاج پرکا
 کی تو غالب نے اپنے شعر کو بدل کر یوں پڑھ دیا۔

ضعف نے غالب نکھار دیا مدد ہم بھی آدمی تھے کام کے
 برکات حسن کی پیدائش ۲۹ ذی قعدہ ۱۲۵۱ھ کو ہوئی اور ان کا انتقال ۱۷
 جمادی الثانی ۱۳۲۳ھ کو ہوا۔

صفیو بنگرامی

سید فرزند احمد صفیر بگرامی، جلد ۵ خضر کے مولف، غالب کے شہرہ شاگرد
 اور صاحب عالم کے نواسے تھے۔ وہ مدیرہ میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے مدیرہ
 ہی سے غالب کو تلمذ کے لیے درخواست مع کلام بھیجی جس پر ان کے ناتا صاحب عالم
 نے سفارش خط چودھری عبدالغفور مدیرہوی لکھی۔ غالب نے اس پر اصلاح دے
 کر مدیرہ بھیجا۔ صفیر خود کہتے ہیں:

”صغیر محمدیال مؤلف مذکورہ (جلوہ خضر) سید فرزند احمد بگڑھی آری
مقامی ۲۵ ذی قعدہ ۱۲۴۹ھ کو بمقام مادرہہ ضلع ایبہ متصل علی گڑھ
کول اپنے نانا کی ہی پیدا ہوا۔ تین برس کی عمر میں بگڑھم ضلع ہردوئی
صوبہ اودھ اپنے وطن میں آیا اور پانچویں برس بمقام آدھ ضلع شاہ آباد
میں اپنے جد و والد کے ساتھ آگڑھ۔ چودھویں برس شاعری کا شوق
جوا۔ ۱۸۶۷ء میں چیتویں برس فارسی پر توجہ ہوئی۔ دہلی جاکر حضرت
غائب کی شاگردی اختیار کی۔

صغیر مادرہہ سے دہلی پہنچے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

رسیم از مدو بخت تابداہرہ بدل از او دہلی مزور ترکوم
ولے رسیدن دہلی بود توقف۔ ز حال خوش جناب ترا خبر کردم
ز جد مادیم رفتہ پیش ازین رخصت من این ملاسلہ احوال پر اثر کردم
صغیر کی کتاب ”فیض صغیر“ (رسالہ تذکرہ وراثت) پر غائب نے جو ویساچہ کھایا
وہ ان کے نانا کے پاس مادرہہ ہی آیا تھا۔ صغیر بگڑھی کا انتقال ۲۲ رمضان ۱۳۰۶ھ
کو بمقام عظیم آباد ہوا اور آدھ میں دفن ہوئے۔

سید آل محمد

خاندان برکات کے ایک اور رکن سید آل محمد تھے جو سید آل امام نجمیوں کے
فرزند سوم تھے۔ نہایت ذی علم اور شعور کن کا ذوق رکھتے تھے۔ ان کو تاریخ گوئی
کا بڑا سکر حاصل تھا۔ انہوں نے ”دیوان تواریخ“ کے نام سے ایک مکمل دیوان
مرتب کیا۔ جس میں حروف تہجی کے اعتبار سے تاریخیں لکھی ہیں، ایک نمہ مکاشفہ
غیبیہ کے نام سے شامل دیوان کیا ہے۔ دیوان تواریخ میں سید آل محمد نے
مرزا غالب سے متعلق متعدد تاریخیں لکھی ہیں جو درج ذیل ہیں: مرزا غالب سے

مرزا غالب کے انتقال پر جو تاریخیں لکھی ہیں وہ درج ذیل صفحوں میں نقل کی گئی ہیں۔

خاص رابطہ منبسط تھا۔ بلکہ ان کی ایک تاریخ غالب کی اصلاح شدہ بھی ہے جو درج ذیل ہے۔ اس طرح کسی حد تک ان کو غالب کے تکرار کی نسبت بھی حاصل ہو جاتی ہے۔

قطعوں تاریخ صحت کلام مجید کہ عربیہ افتخار حسن بنابر صحت بر اقم دربرگیر
 داود برونو و قطعوں اپ تاریخ اصلاحی شمرزا غالب صاحب است۔
 عربیہ سعید افتخار حسن ذکی و ذہین عاقل و مرہ شیار
 کتاب خدا بہر صحت کنوں بہن واد از فضل پور و کار
 مجوٹم چنان آمد آواز غیب کہ تاریخ صحت مجوٹ افتخار

۱۲۸۲ھ

سید آل محمدؐ ۱۲۸۲ھ میں مارنبرہ میں پیدا ہوئے انہوں نے اپنی تاریخ پر ایش
 خود اس طرح کہی ہے

چو کردم از پٹے میلا و خود فکر کو گویم مادہ حسب لیاقت
 ولے ہائف بطرز سلسلہ گفت منور نہرتے برج سیادت

۱۲۸۶ھ

عربی و فارسی کی مروجہ تعلیم حاصل کی ان کے اساتذہ میں مولوی فضل احمد
 مارہروی، افتخار علی بگڑھی سید محمد حافظ مارہروی اور حضرت صاحب عالم مارہروی
 کے نام نمایاں ہیں۔ شیخ صادق علی گڑھی مکیشری المتخلص بہ سداوح سے ان کے
 خصوصی تعلقات تھے ان سے متعلق ثمنی تذریخیں "دیوان تواریخ" میں موجود ہیں۔
 اسی طرح کشتو کے مجتہد سید محمد رفیعؒ ۱۲۸۸ھ سے بھی آل محمد گہری عصیت و
 ارادت رکھتے تھے۔ ۲۰ ربیع الاول ۱۲۹۰ھ کو سید آل محمد کا انتقال ہوا اور

باغِ بہشت (مارس ۱۹۰۶ء) میں دفن ہوئے۔ یہ ان کے بھتیجے عبدالجلیل (ف ۱۳۲۶ھ) نے مندرجہ ذیل قطعہ تاریخ کہل ہے۔

زونیائے دہل سوئے فردوسِ اعلیٰ سفر کرو ناگاہ کیست مورخ
جلیل از پٹے سال تاریخ فوٹش رقم ساعت ۲ بود آہ کیا مورخ
۱۲۹۵ھ

اب ہم ذیل میں وہ تاریخیں نقل کر رہے ہیں جو سید آل محمد مدرسی نے غالب کے متعلق کہی ہیں۔

تاریخ الطباع رقعات مرزا غالب مرحوم دہلوی

(۱)

نثر نثرہ نثار شد ترتیب دل بوجد آمدہ چو گردش شغفت
عقل سال صبح از پے طبع رقعات از جناب غالب گفت
۶۱۸۶۸

(۲)

لَقَدْ لَبِغَ الْكَلَامَ كَلَامَ غَالِبٍ بِفَضْلِ الْوَاحِدِ الْمُتَعَالِ فِي الْاَحْمالِ
سَلَّطَ الْعَامَ عَنْ آلِ مُحَمَّدٍ عَلَى كُلِّ كَلَامٍ غَالِبٌ قَالِ
۱۲۹۴ھ

تاریخ خلعت یا بی نواب اسد اللہ خاں صاحب المتخلص بغالب شاعر دہلی

از سرکار گورنر جنرل بہادر و ام اقبالہ
خلعت بیش بہا یافت جناب غالب
شد چو بنیدہ کلام شرعائے آفاق
ہر کجا نقطہ از کلکِ گہر سلکش ریخت
آنکہ خلاق پئے معنی و مضمون آمد
لطف شعر و سخنش از ہمہ انزوں آمد
غیرت و رشک فرائے قد ممکنوں آمد

شاعر فارسی در پینہ استا و زماں ہرچہ او نامہ زی پیش و نہ آگنوا آمد
خامہ آل محمد ستہ تار بخش زور قم خلعت زیبا و ہمایاں آلا

۱۲۸۳ھ

تاریخ کرشدن مرزا اسد اللہ خاں المتخلص بقالب والمشہور بہرزا نوشہ

دہلوی۔

کان ہرے میرزا نوشہ کے آہ بیٹھے بیٹھے یک بیک کیونکر ہوئے
دوستو! تدریج اوس کی غیب سے یوں سنی میں نے کہ غالب کر ہوئے

۱۲۸۴ھ

مرزا غالب کے خطوط میں ماسرہ کے چند اور حضرات میرا ادا علی شاہ
فیض علی خاں اور بخش الدین کے نام بھی آتے ہیں مگر ان حضرات کے
متعلق کوئی معلومات فراہم نہ ہو سکی۔

✽

غالب کے چند شاگرد

محقق شہر جناب ملک رام اہم۔ اسے نے غالب کے شاگردوں کے حالات پر نہایت محنت اور تحقیق سے ایک جامع کتاب "تلامذۂ غالب" لکھی ہے۔ اس کتاب میں غالب کے ایک سو چھیالیس شاگردوں کے حالات اور اسماء شامل ہیں۔ جن لوگوں کے حالات نہیں مل سکے ان کے صرف نام لکھے ہیں پر اکٹھا کیا گیا ہے۔ اس سے اندازہ ہوا کہ ابھی اس سلسلے میں کام کی گنجائش ہے۔

ہم اس مضمون میں غالب کے صرف چار شاگرد (۱) مفتی سید احمد خاں سید۔ (۲) مولوی سلطان حسن خاں سلطان (۳) مولوی محمد حسین قنجا اور (۴) خان بہادر مفتی سخاوت حسین مددپوش کے تفصیل حالات پیش کر رہے ہیں۔

مفتی سید احمد خاں سید قریباً ملک رام کی نظری سے اور مجمل رہے۔ خان بہادر مفتی سخاوت حسین مددپوش کے صرف نام لکھنے پر انہوں نے اکٹھا کیا ہے۔ مولوی سلطان حسن خاں سلطان اور مولوی محمد حسین قنجا کے متعلق دو ہندو سطروں سے زیادہ نہ لکھ سکے۔

مفتی سید احمد خاں سید

ابن کرامت علی المشہدی، ضلع مراد آباد دہلی کے مشہور تاریخی قصبہ منجیل کے رہنے والے تھے۔ کچھ دنوں دہلی میں بھی رہے پھر بریلی میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ علوم (۱) متداولہ کی باقاعدہ تحصیل کی تھی۔ علم طب بھی پڑھا تھا۔ صحت ظاہری کے مالک تھے۔

ششما سوری میں مرزا غالب سے تلمذ تھا۔ سید تخلص کرتے تھے۔ مرزا غالب کے مشہور

شاگرد قاضی عبدالجلیل جنرل بریلی دفن۔ (۲۰ مئی ۱۹۰۰ء) کو ان کی بھانجی منسوب

تھیں۔ جب انہوں نے مرزا غالب سے مشورہ کن کرنا چاہا تو مرزا غالب نے اپنے

سلسلے جہدی غالب کے تھے اور شاگردوں (۲) مولوی عروج الدین چاندنی (۲) شیخ صادق علی حلاج اور (۳) نور محمد اسماعیل پٹوکی کے حالات بھی شامل کروائے تھے۔

ایک فارسی مکتوب میں ابن کو مشورہ دیا کہ وہ شاہ مذاق میاں بدایونی سے رجوع کرے
غالب کا یہ خط ہم یہاں نقل کر رہے ہیں۔ کیونکہ اس خط کے مندرجات سے بعض
دوسرے امور پر بھی روشنی پڑتی ہے۔

بمقام شہر بریلی روپیل کھنڈ

بخدمت مولوی مفتی سید احمد خاں صاحب

سید عالی تبار اگر دوسرے گروہ و سپہ سالار ہش رستے سیاہ خویش ہر زین
سایم و ہر چند از مشرک گناہ سخن نمی توانم کردیم بدین اندیشہ کہ میاں دارفتہ
رفتہ بوند جہان ہم گسلہ ناچار بگفتار آیم، درود نامہ نامی جان ورتن
وقول شادمانی بر من و میر رسیدن نامہ شفیع مکر می حضرت عبدالمجید
خاں صاحب و برون قدسی صحیفہ با مسودہ غزلیات در نود و آبی نامہ
ہما نامہ فراموش کرد و بروم تا دہائی نامہ کہ پاسخ آن می نویسم بگریستم و
بر رسیدن آن فرارسیدم، مسند و قلم کہ ہر رنگ کاغذ و آبی نگاہ می دارم
و نامہ ہائے جواب طلب و مستودات نظم و نثر را گنجینہ جزا نیست
پیش نظر داشتیم و ورق ورق را نور و از ہم کشودم آن نامہ و آن فرقہ

سہ شاہ ولدار علی مذاق ابن حافظ شیخ نثار علیؒ ۱۲۳۵ھ میں بدایوں میں پیدا ہوئے
شامی میں شیخ محمد ابراہیم ذوقی دہلوی کے شاگرد تھے۔ شاہ فضل خوش بریلوی اور
شاہ جی عبدالرحیم شاہ جہاں پوری کے مرید و خلیفہ تھے تفصیلی مقامات کہتے تھے۔
مذاق علیؒ کے بانی ہوئے دیوان طبع ہو چکا ہے۔ ۱۸ ربیع الثانی ۱۳۱۲ھ کو انتقال
ہوا۔ (ملاحظہ ہو آئینہ ولدار از اہل اعلیٰ صدیقی طبع اول انجمن پریس کراچی ۱۹۵۶ء)
سہ ملفوظات طیبات مذاق میاں۔ انجمن اعلیٰ بدایونی سامیہ اقبال پریس بدایوں سال
طبع ندارد اس رسالے سے یہ خط اہل اعلیٰ صاحب صدیقی نے آئینہ ولدار میں نقل کیا
ہے۔ ص ۹۱-۹۳۔

مسودہ غولیات داشت ، نیا فرم بخن این است که عسرو انجم سپاہ و بلی
 غلہ اللہ ملکہ و سلطانہ نامہ نگار را بہ نگارش تواریخ فرمانروایاں محمودیہ
 و کشور کشایان باہر یہ گماشتہ است و از سہ ماہ بدین کار مامورم ہر روز
 شنب خامد از جنبش آرام نہادہ و رسالہ ہائے وقایع و سوانح سلطینی
 سلف بروئے یک دیگر نہادہ و دفتر اوراق بہا گندہ ہر سو قاعدہ سرگوشہ
 پارا انتخاب ندون و بار بہ چہارستہ روشن مسودہ کردن

مسودہ را و گر بارہ و دوبارہ بسواد اندر آوردن یکے بہ نظر نگاہ کار فرما
 فرستادن و یکے خود نگاہ داشتن و این ہمہ کار بار بہ پتہائی انعام دادن من
 و انم و دل کہ چہ علیہ آشوب دارد نہ انم کن اہل قلم کجاست رقت و چہ
 شدہ با الحمد این سعادت است ہم از ہر اے رفعت و ہم از ہر اے اُتدہ
 و لہر نثر آچنان کہ بہ نظم ترانم پر فاختہ مشفق مولوی ولد اعلیٰ صاحب
 مذاق کہ بدانت بندہ در معنی آفرینی با سلطان الشراشخ محمد بابا ہم ذوق
 برابر و بہ اعتقاد خویش شاگرداں ویرینہ سخن را اند آفرین ہدم و ہم نشین
 آن والا گہ را ند چہ باباایشان در سخن مشورت نرود و مشورت در سخن ننگ
 نیست ، غلط کاراں استادی و شاگردی را دور بہدہ اند نزد بندہ ہم زبان
 و ہم نفسی پیش نیست ۔ نامہ نگار شاگرداں غرضی را ہدم و ہم رازی شہزاد
 و بہرگز بچشم کہ در آن نمی گروہ است و چہ بابا خود بالہ و شاگرد چہ افر و تخی
 کند ہمکہ در راہ دو گام از خود پیش است و بہناہوش ہر اے
 غرضی است ۔

عجب کہ اندھی نامہ از جانب والا تبار عبد الحمید خان سلاطہ و پیاے
 مرقدہ بنود خود و اندازہم کہ خدمت من کیا است و در روزگارش چون می گزرد
 از مرگ میزدنش قاضی فصیح الدین برویش چہ گوشتہ باشد بالذات من
 فصیح الدین یا رسہ بود عزیز و دوستی بود ہمہ ہیشہ ہے ہے کجاست

وچند ہندو جنگام مولیش بنو و مخدوم مرحوم خستے آں درشت کرد
 وطن نیا سو سے و ہمیشہ رہ پیو سے۔ یاد وارم کہ بار بار بے گفتہ ام
 کہ از باد یہ نوروی باز آئی و چوں گوشه و گوشه داری و در وطن بیاسائی گشتہ
 مرا غار و اشقی بلکہ خواستی کہ مرا از جائے بہ انگیز دو آئین آوارگی آموزہ
 و دہی باد کہ ہمانا ویدار باز پیشش بود، مین می فرمود کہ اسے خاک زمین
 گر پر خیر و بسے حیدر آباد خرام۔ مین باتو ہم ہم۔ ہمیں تا چہ می کنم و
 گوہر کمال ترا یکدم بہامی فر دشم۔ یہ تا برگ و ساز نہ فرام آیدیم و در
 اندوزیم، یہ بات بہ بات نظر

عرفی چہ نشستہ کہ یاراں رفتند

و استہاں ای اندوہ بد فر گراں نہ پذیرد تا داری یک صدق چہ قدر
 تواند گنجیدہ خدایش بیامرد او بہ فر دوس ہری جا واد و مشفق مولوی محمد
 ولید المل صاحب مذاق سلمہ اللہ تعالیٰ سلام خواند و السلام مع اکرام۔

از اسد اللہ لکاشتہ پنج شنبہ سوم اکتوبر ۱۸۵۵ء

جنگ بہادر نظام

الملک اسد اللہ خان

نجم الدولہ ویر

مفتی سید احمد خاں نے تحصیل علوم کے بعد سرکار انگریزی کی ملازمت کی جب
 جنگ آزادی، ۱۸۵۷ء کا آغاز ہوا تو وہ تحصیل داری کے منصب پر فائز تھے انگریزی
 نظم و نسق کے درجہ بہ درجہ ہونے پر وہ اپنے وطن بریلی آ گئے اور توپ خاں بہادر خاں ناظم
 روہیل کھنڈ کی قومی حکومت میں مفتی کے عہدے پر فائز ہوئے یہ انہوں نے جنگ آزادی

۱۸۵۷ء میں باقاعدہ صدر لیا۔ انگریزوں کے دوبارہ اقتدار قائم ہونے کے بعد مفتی سید احمد خاں کو جس بدام بجور و بے شہر کی مزا ہوئی اور جزائر اندمان و نکوبار بھیج دیئے گئے۔ مفتی سید احمد خاں نے جزائر اندمان و نکوبار میں حضرت رستمآباد صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں ایک مظلوم عرضداشت لکھی۔ جسے شرف قبولیت حاصل ہوا مگر ان کو خاک وطن نصیب نہ ہوئی۔ رہائی کے بعد وطن آنے میں چند روز باقی تھے کہ جزائر اندمان بھی میں ان کا انتقال ہو گیا۔ ان کی یہ مظلوم عرضداشت قاضی عبدالجلیل جنوں نے مرزا غالب کی خدمت میں بھی بھیجی تھی۔ جس کی رسید میں غالب نے ان کو خط لکھا کہ

”وہ خط جس میں اشعار تیرے مظلوم کے تھے۔ مجھ کو پہنچا اور میں نے اس خط کا جواب تم کو بھیجا اور ذکر اشعار نظم انداز کیا، فارسی کیا لکھوں یہاں ترکی تمام ہے۔ اخوان و احباب یا مقتول یا معذور الخیر، ہزار آدمی کا ماتم دار ہوں، آپ غم زندہ اور آپ غم گسار ہوں اس سے قطع نظر کہ تباہ اور خراب ہوں، مرزا سر پر کھڑا ہے یا بکاب ہوں۔“

غالب نے یہ مکتوب ۱۸۵۹ء کو لکھا۔ لہذا اس سے قبل سید احمد خاں کا انتقال ہوا۔ تیرے مظلوم کو وہ مظلوم عرضداشت اور کچھ کلام جو دستیاب ہوا ہے۔ درج ذیل ہے۔

قسم ہے تجھے اے نسیم سحر	مری انیکسی بچہ فدا دم کر
میسر شہی کوئی پیغامبر	مدینے میں ہوسے جو تیرا غور
تو میری طرف سے زمیں چوم کر	یہ کہتا ہر گاہ غیسر البشر
نبی الوری	یا نبی الوری
بہیں حال ما	یا نبی الوری

سہ خطوط غالب (حصہ دوم) مرتبہ مظلوم رسول جہرم ۲۰۲۳ء

سے یہ مصرعہ مولوی محمد سلیمان بریلوی نے ۱۹۶۲ء کے ”حیات النبی یا حیات النبی“ لکھا ہے (دکنی اعلیٰ صفحہ ۲)

شہادتیرے حکوم میں بکرو پے اشارے کے تابع قضا و قدر
جو آیا یم اعجاز کا موحا ہے تو سودا کو چہرا کیا شوق قمر
کیا دم میں اعلیٰ کو صاحب نظر کیا رسم اشترک منہر یاد پر
نہی اورئی یا نہی اورئی

بہیں حال ما یا نہی اورئی
صافی نور المہر سے آدم ہوئے کہ اس سے وہ مجہد اعظم ہوئے
اسی سے وہ رحمت سے باہم ہوئے اسی سے گدوائ کے سب کم ہوئے
شہا کیا کہوں عجیب جو غم ہوئے جدا کھجور سے صبا یار و سودا ہوئے
نہی اورئی یا نہی اورئی
بہیں حال ما یا نہی اورئی

جہاں نام سے تیرے آباد ہے ہر اک دل تری یاد سے شاد ہے
بہت کھجور پہ طوفان بیدار ہے بہت تنگ تر جان ناشاد ہے
شراد گزرتا وقت اسرار ہے خبر لیجئے جلد منہر یاد ہے
نہی اورئی یا نہی اورئی
بہیں حال ما یا نہی اورئی

(بقیہ حالیہ گزشتہ صفحہ)

(۱۸۴۰ء) مگر ہم نے ۱۸۵۰ء کی ایک مجلس بیاض ملاقات میں بخش مملوک حکیم عبد الغفور آنروری
بریلوی (ت ۱۳۹۰ء) سے نقل کیا ہے۔ اسی بیاض میں سید احمد خاں سید کے غالب کے شاگرد
ہونے پر بھی صراحت ہے۔ مولوی محمد عمر نعیمی مراد آبادی (ت ۱۹۶۶ء) کی بیاض میں بھی یہ
مصرحہ اسی طرح ہے۔ انہوں نے یہ مناجات مولانا نعیم الدین مراد آبادی مرحوم (ت
۱۳۹۰ء) کی بیاض سے نسخ کی تھی۔ مولانا نعیم الدین مراد آبادی کی منقح سید احمد خاں
بریلوی سے جو عدد کی رشتہ داری بھی تھی۔

بندے بند آہن سے سب دست پٹا رہا بند یک چند آب و غذا
 نہ سنتا محتاج کچھ وہ سب کچھ سنا نہ مہنا محتاج کچھ وہ سب کچھ ہوا
 ناگھر دیار وطن بھی ٹھٹھا چھٹے سب کے سب دوست اور آشنا

نہی الوریٰ یا نہی الوریٰ

بہیں حال مایا نہی الوریٰ

غضب ہے کہ سید پہ ہو یہ جفا جو مشہور عالم میں ہو آپ کا
 نہ ہو حال پر اس کے فضل خدا نہ اعدا کو ہوا اس کے اب تک سزا
 تعجب بہت ہے کہ ہے دیر کیا رہا کیجئے عبد مولا رہا !

نہی الوریٰ یا نہی الوریٰ

بہیں حال مایا نہی الوریٰ

جہاں پر عیاں حسنِ اخلاق ہے ثنا گزرا آپ خلاق ہے
 ترے نام سے رکھیں آفاق ہے تری ذات احسان میں طاق ہے
 امیر ہی بہت اس پر اب خاق ہے پرستید رانی کا مشتاق ہے

نہی الوریٰ یا نہی الوریٰ

بہیں حال مایا نہی الوریٰ

ترپے ہی مجروحِ شفیق جفا خط بہز سے کیجئے مرہم عطا
 جمالِ مبارک سے دیکھئے شفا چھپاتے نہیں ہیں رخ پر صفا
 مریضوں کی کرتے سب اپنے دوا اٹھا دیکھئے سب یہ رنج و بلا

نہی الوریٰ یا نہی الوریٰ

بہیں حال مایا نہی الوریٰ

سید مرحوم نے بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ایک دوسرے

موقع پر یوں اظہارِ عقیدت پیش کیا ہے :

لے بہ بند ہم نے مولوی محمد عمر شفی مرحوم کی بیاض سے نقل کئے ہیں۔

اس غم میں کہ میں دھک ٹکر کو نہیں کیا
نملے کے کیا کر بہت غم سارو دیا
اتنے میں تصور کو ذرا رحم جو آیا
فٹنے کئی تصویروں کے وہ صاف دیا
کہنے لگا یوسف ہی مونس ہیں یہ ہیں
میں نے کہا ان میں سے کسی پر نہیں شیدا
جب مائے کی اس نے شبیہ شہو بطنی
بے ساختہ اس وقت زباں سے سہری نکلا

دل کو مرے تغیر کیا اس عرو نے

مکئی، مدنی، ہاشمی و مطلبی نے!

جب حشر میں ہودے گا با عرصہ حشر
اور لائیں گے تشریف دہاں سارے پیر
عنان سے فرمائے گھگھائیوں خالق داور
دنیا میں کہو کس کے لئے دستے تھے مضطر
جو شخص کو ہے بھر جہت کا مشن داور
محبوب کا نام لائے گا اس وقت زباں پر
میں عرض کروں گا سرے مولا میرے داور
ہیٹھا ہے تہ سے پاس جو یہ برہر منہر

دل کو میرے تغیر کیا اس عرو نے

مکئی، مدنی، ہاشمی و مطلبی نے!

مید کہ بہت مضطرب الحال جو دیکھا
یادوں نے وہ الفت ویرینہ سے پرچھا
وہ کون سا محبوب ہے ہاں غیرت و بیانی
کیا رنج ہے کیا ہے سببِ گریہ و نالا
خواب میں ہے کیا حضرت یوسف سے نیا
یوں تھیں کی صورت ہے جو دل ہاتھ سے کھینچا
بولا وہ مدینہ کی طرف کر کے اشارہ
بولا وہ مدینہ کی طرف کر کے اشارہ

دل کو مرے تغیر کیا اس عرو نے

مکئی، مدنی، ہاشمی و مطلبی نے!

”غائب نے ایک دوسرے خط میں جو منشی نبی بخش حیدر کے نام ہے، یعنی سید احمد
بریلوی کے علم و فضل کا اعتراف کیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں: ”
”وہ مکتوبی اور اعلام نامہ میں نے تمہارے پاس بجاوایا ہے، اور یہ کہ

جب حضور نے حکم دیا کہ عہد اہل تشیع جو اطراف و جوانب میں ہیں، ایک ایک نقل ان کو بھیجی جائے۔ میں نے دفتر میں ہتھیلی گڑھا، کول، مفتی صدر الدین خاں صاحب کا اور قہار کا نام لکھوا دیا اور کاپی میں فراب نورا الدولہ اور بریلی میں سید احمد کا نام لکھوا دیا اور کوئی ایسا سستی گرا ناپا میر سے ہاتھ نہ آیا۔

۳۔ مولوی سلطان حسن خاں سلطان

بدایوں کے مشہور عثمانی خاندان کے ایک رکن مفتی درویش محمد حافظ الملک (ف ۱۳۴۴ھ) کے زمانے میں مفتی مقرر ہوئے تھے ۱۸۶۲ء میں ان کا انتقال ہوا مفتی درویش محمد کی زوجہ اول سے پانچ فرزند مفتی عبدالغنی، قاضی ابن الدین، مولوی حبیب الدین، مولوی وجیب الدین اور مولوی محمد امجد پیدا ہوئے اور دوسری بیوی سے مولوی محمد انجیب اور مفتی محمد عوض ہوئے آخر الذکر وہ بزرگ ہیں جنہوں نے ۱۸۱۶ء میں انگریزوں سے جہاد کیا۔

۱۔ خاندانی تذکروں کے مطابق اس خاندان کے پہلے بزرگ حانیال قطری لاہور و دیوبند میں رہے۔ بدایوں چبچے۔ یہ زمانہ شمس الدین التمش کا بیان کیا جاتا ہے۔ طوابع الانوار، مطبع صبح صادق سہتا پور۔ ۱۳۸۹ھ (لازمی انوار الحق) ص ۵۳۔ حصہ اول

اکمل التاریخ۔ محمد یعقوب صنیاء قادری۔ مطبع قادری بدایوں ۱۳۳۳ھ (۲۰-۲۱) ابراہیمال سید عبدالودود بیروی کا یہ بیان درست نہیں ہے کہ اس خاندان کے بزرگ شاہان مغلیہ کے زمانے میں مصر سے ہندوستان (بریلی) چبچے۔ نگہ مستر مشاوعہ جیل، ماہنامہ کمال وطنی جنوری ۱۹۱۲ء) بھی بیان ماکسولم نے (کلامہ غالب ص ۷۷) اور مولانا غلام رسول مہر نے (خطوط غالب جلد دوم ص ۲۵۷) دہرا دیا ہے۔

سے مفتی دل اللہ فرخ آبادی عہد جنگش کی سیاسی علمی اور ثقافتی تاریخ (ترجمہ محمد ایوب

۱۸۱۶ء میں انگریزوں سے جہاں کو کیا لے مفتی عبدالغنی کی اولاد میں مولوی سلطان حسن سلطان بریلوی تھے۔ سلسلہ اس طرح ہے۔ مولوی سلطان حسن ابن مولوی احمد حسن ابن مولوی ابراہیم معافی ابن مفتی عبدالغنی۔

منشی دولش کے صاحبزادے محمد امجد کی اولاد میں مرزا غالب کے دوسرے نامور شاگرد خان بہادر قاضی عبدالجلیل جرنل رف ۲۰ مئی ۱۹۰۰ء تھے۔

مولوی سلطان حسن کے دادا مولوی ابراہیم نامور عالم مفتی وقت اور شاہ آل احمد اچھے بیان ماسرہوی (ت ۱۲۳۵ء) کے مرید و مجاز تھے شعر و شاعری کا ذوق تھا حسن متخلص کرتے تھے۔ ان کی ایک نادر سی غزل مولف اکمل الدیکچ میں نقل کی ہے۔ جس کا مطلع ہے کہ

مژدہ یاروں کہ ہر پی خانہ برواں خواہم شد
شیشہ در دست و در لیاں درواں خواہم شد
مولوی سلطان حسن کے والد مولوی احمد حسن خان صدر الصدور تھے۔ جن کا انتقال ۱۲۴۳ھ میں ہوا۔

مولوی سلطان حسن کے حقیقی چچا مولوی محمد حسن خاں بھی عالم و فاضل تھے حکومت انگلشیہ کی طرف سے صدر الصدوری کے منصب پر فائز رہے۔ درس و تدریس اور تصنیف و تالیف کا مشغلہ رکھتے تھے۔ ان کی تصانیف (۱) رسالہ اصول الاصول (نحو) (۲) غایۃ الکلام فی حقیقۃ التصدیق عند الحكماء و الامام (۳) منہاج المراجع شرح

کے مفتی محمد عوض کے لئے دیکھئے جنگ آزادی ۱۸۵۷ء از محاسب قادیانی

اکیڈمی شہزادہ ص ۲۰-۵۱

گہ اکمل تاریخ ص ۴۲

گہ اکمل تاریخ ص ۴۲

گہ اکمل تاریخ ص ۴۲

مسارج العلوم (عربی منطلق) (۳) صلوٰۃ محمدیہ مع کلمات ذکیہ (اوراد) (۵) ذوق
الذہاب فی بحر المذاہب (فارسی علم کلام) چہستان چمن (مجموعہ کلام فارسی وارد)
مطبوع و مشہور ہیں۔

محمد حسن خاں صدر الصدور کا تقریباً ۱۸۷۳ء میں انتقال ہوا۔ ان کو شعر و شاعری
کا بھی ذوق تھا۔ اسیرِ فخلص کرتے تھے۔ مرزا غالب سے تعلقات تھے۔ جب
مرزا غالب دوسرے سفر میں رام پور سے واپس ہوئے تو بسبب علالت
مولوی محمد حسن خاں بریلوی صدر الصدور مراد آباد کے یہاں پانچ دن (دسمبر
۱۸۶۵ء) کے بالکل آخری دن اور جنوری ۱۸۶۶ء کے ابتدائی دن مقیم رہے
جیسا کہ انہوں نے نواب کلب علی خاں والی رام پور رف ۱۸۸۷ء کو لکھا ہے۔
مولوی محمد حسن خاں بہادر صدر الصدور آئے اور مجھے اپنے گھر
لے گئے پانچ دن وہاں رہا۔ بھائی نواب مصطفیٰ خاں وہیں آکر مجھ
سے ملے۔

منش ہر گز بال تفسہ کو لکھتے ہیں۔

”بعد روانگی کے مراد آباد میں پہنچ کر بیمار ہو گیا۔ پانچ دن صدر الصدور

سے مکاتیب غالب (متن) ۱۵۸۳ء معلوم نہیں ڈاکٹر لطیف حسین ادیب نے
کس بنیاد پر مفتی صاحب کا سال انتقال ۱۸۶۸ء دیکھ دیا ہے (ملاحظہ ہو۔ بریل کے
خاندان مفتیان کی شاعری کا مختصر جائزہ۔ از ڈاکٹر لطیف حسین ادیب۔ معارف
اعظم گڑھ، اگست ۱۹۶۷ء ص ۱۰۸، ۱۰۹)

سے ملاحظہ ہو تذکرہ نادر از مرزا کلب حسین نادر (مرتبہ مسعود حسن رضوی لکھنؤ
۱۹۵۷ء و سنی شعرا

سے مکاتیب غالب (عربی) متن ص ۸

سے خطوط غالب (مجموعہ جلد اول ص ۲۱۷

صاحب کے یہاں حیار چڑھا رہا تھا انہوں نے حیار داری اور غم خورای
بہت کی۔

مولوی سلطان حسن ۱۲۴۰ھ میں پیدا ہوئے تھے بریلی کے عائد وروستہ میں
تھے حکومت انگلشیہ کی طرف سے اعلیٰ مناصب پر فائز رہے۔ مولانا فضل حق خیر آبادی
وف ۱۲۷۸ھ) کے مشہور تلامذہ میں تھے تھے اگرہ میں سب نج رہے مولوی محمد
یعقوب ضیاء قادری ہائیوٹی لکھتے ہیں۔

”مفتی سعد اللہ صاحب مراد آبادی سے آپ سے علمی چھڑ چھاڑ رہی تھی
چنانچہ دونوں صاحبوں کا ایک زبردست مکالمہ رسالے کی صورت
میں چھپا ہے۔“

ہمارے کتب خانے میں مولوی سلطان حسن کا یہ رسالہ مطبوعہ موجود ہے۔ اس کا
سرورق غائب ہے ”خاتمہ الطبع“ کی عبارت یہاں نقل کی جاتی ہے جس سے پوری
کیفیت واضح ہو جاتی ہے کہ مفتی سعد اللہ مراد آبادی نے مولانا فضل حق خیر آبادی کی
مشہور کتاب ”ہدیہ سعید“ پر بعض اعتراضات کئے تھے۔ ان اعتراضات کے جواب
میں مولوی سلطان حسن نے یہ رسالہ لکھا ہے۔ ”خاتمہ طبع“ کی عبارت یہ ہے تھیں۔
ولجہ فہمہ رسالہ شیعہ و عجمانہ امیقہ حریم الفاضل العلام البحر الزکی التمام
مولانا المولوی سلطان حسن البرطوی لازال راشداً کل غی وغوی
محبیباً سما اور وہ العالم المتورع المنزہ المتبرع مولانا المولوی المفتی

لے تاریخ روہیل کھنڈ ۲۰۳

تھ مولوی عبدالشاد خاں شروانی نے ان کا نام ”سلطان احمد“ لکھ دیا ہے جو درست

نہیں ہے رابعی ہندوستان بخبر ۱۹۳۷ء (۱۹۳۲ء)

تھ اکمل تاریخ ص ۳۲

تھ رسالہ مولوی سلطان حسن ”مطبوعہ“ مطبع مشعلہ طور کاخبر ۱۲۸۸ء ۱۸۴

محمد رسول اللہ المراد آبادی اللہ بالایادی علی بعض عبارات الہدیۃ السعیدۃ
 فی الحکمۃ الطبیعہ ولقد اساب واحبا و فیما احباب و اغاد فلفظہ درہ من
 عجیب ارشد و اقہم و سکت المورد و انہم تحقیقات لائقہ و تدقیقات
 فائقہ جزاء اللہ خیر الجزاء انعم علیہ بالاجزاقہ طبع اللطیف
 بشکلہ طور الواقع فی بلدہ کافور و زانی طبعہ بالتمام فی شہر المحرم الحرام
 سنۃ الف و مائتین و ثمان و ثمانین من ہجرت ، سید القتبین علیہ و علی
 آلہ الصلوٰۃ والسلام الی یوم الدین ۔

مولوی سلطان حسن ملازمت کے ساتھ ساتھ درس و تدریس کا سلسلہ بھی رکھتے تھے
 ان کے تلامذہ میں مولوی بہایت علی بریلوی مولوی بشیر الدین قزوینی اور مولوی غلام بہم اللہ
 بھٹل خاص طور سے قابل ذکر ہیں ۔

منشی عبدالعزیز خاں عاصمی مؤلف تاریخ روہیل کشتہ لکھتے ہیں :-

”قصیدہ بردہ اور ہانت سعاد آپ سے یادگار ہیں ۔“

منشی سلطان حسن نے قصیدہ بردہ و قصیدہ ہانت سعاد کی مشروح نامی
 ہیں ان کا ایک طویل نعتیہ قصیدہ ہمارے پاس محفوظ ہے جس کے دو شعر
 درج ذیل ہیں ۔

جہاں سے فضل میں سب سے مراد حق فانی ہے نہیں است میں بدکردار مجھ سا یا رسول اللہ
 مدینہ کی گدائی ہو کہیں سلطان کی حاصل ملے بہر حسن اس کو یہ حجتہ یا رسول اللہ

۱۲۹۹ھ میں دہلی میں مولوی سلطان حسن کا انتقال ہوا اور حضرت خواجہ باقی باللہ
 علیہ الرحمۃ کے حواریں دفن ہوئے رحافظ غلام رسول ویران نے مندرجہ ذیل قطعہ
 تاریخ لکھا ہے ۔

قطرہ

مولوی سلطان حسن خان عالم فیکو عمل
 بہر سال رحلت ایشان بگوش دل رسید
 چوں سفر کردند از دنیا سوائے دارالتعمیم
 این عالم از عالم بالا " لہم اجر عظیم
 (۱۲۶۶ھ)

مفتی سلطان حسن کی ایک صاحبزادی اور پانچ صاحبزادے تھے۔ صاحبزادی 'قامی' محمد خلیل حیران رت، ۴ جنوری ۱۹۳۶ء) ابن قاضی عبدالحمید جنون کو منسوب تھیں صاحبزادگان میں مفتی حبیب الحسن اتھن اور مفتی عماد الحسن تھونے شہرت پائی۔ 'احسنی' غلام موسیٰ اللہ بسک کے شاگرد تھے اور قیام پاکستان کے بعد لاہور آ گئے تھے۔ وہیں انتقال ہوا۔ عماد الحسن تھو ۱۲ ربیع الاول ۱۳۴۵ھ (۱۳ ستمبر ۱۹۲۶ء) کو فوت ہوئے ان کے صاحبزادے صاحب حسن شیوا قیام پاکستان کے بعد بریلی کی حکومت ترک کر کے کراچی گئے تھے ۶ دسمبر ۱۹۶۷ء کو ان کا انتقال ہوا۔

سابق دام صاحب نے بلا حوالہ سلطان حسن مرحوم کا تخلص احسن لکھ دیا ہے۔
 تعجب ہے کہ ڈاکٹر لطیف حسین نے اسی ہی بات دہرا دی ہے۔

۲۔ مولوی محمد حسین قضا

مراد آباد کے قدیم باشندے تھے۔ علوم مروجہ کی باقاعدہ تعلیم و تحصیل کی شراوہ ہیں اس زمانے کے مشہور شاعر شیخ عبدی علی خاں ذکی (وف ۱۲۸۳ھ) کے شاگرد تھے مراد آباد میں ذکی کے چار شاگرد محمد حسین قضا، کفایت علی کافی، معین الدین

۱۔ شیوا بریلوی کے حالات کے لئے دیکھئے راقم کا مضمون "شیوا بریلوی" ۱۰، اعلیٰ کراچی ۱۹۵۵ء
 ۲۔ ڈاکٹر لطیف حسین ادیب ص ۱۱۱

تھے مراد آباد کے ساکن 'عالم' شاعر اور مجاہد تھے جنگ آزادی میں ۱۸۵۷ء میں حصہ لیا اور ۱۸۵۹ء میں شہید ہوئے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو جنگ آزادی ۱۸۵۷ء (محمد ایوب قادری ص ۵۶۶۔ ۵۶۷۔)

خصائل سنجیدہ ایشان نیلے محفوظ گردید۔

نواب صاحب نے شیخ انجمن میں بھی ان ہی خیالات کا اظہار کیا ہے۔
مولوی محمد حسین قنّا، مشہور شیخ طریقت شاہ عبدالغنی مجددی سے نقش بندی سلسلے میں بیعت تھے۔ اپنا تمام وقت مذکور عبادت میں گزارتے تھے۔ محلہ رفعت پر رہا۔
(مراوا آباد) میں ان کا قیام تھا۔ جس مسجد میں وہ وقتاً کہتے تھے وہ مسجد "مسجد مولانا محمد حسین قنّا" کے نام سے مشہور ہے۔
مولوی محمد حسین قنّا نے اپنے کلام میں اکثر جگہ اپنے شیخ کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

حاصل نہ کیوں ہو کچھ کو قنّا ثنائے دل
عبدالغنی ہے نام مرے دستگیر کا

مرضِ دُور مرنے میں واں جسمِ جاں کے
مدینہ بھی کیا طرفہ دار الشفاء ہے
ملا ہے اسے گلیخِ نعمتِ نبیؐ کا
کہ عبدالغنی شاہ کا یہ گرا ہے

۱۔ شیخ انجمن۔ نواب صدیقی حسن خاں۔ مطبع شاہجہان جواہر ۱۲۹۳ھ ۳ - ۱۰۰ - ۱۰۱
۲۔ شاہ عبدالغنی مجددی بن شاہ ابوسعید ۱۲۳۵ھ ۲۰ - ۱۸۱۹ء میں پیدا ہوئے۔
۳۔ مولانا مولانا، محرم، اللہ اور شاہ محمد اسماعیل وغیرہ سے تکمیل علوم کی مجددی نقش بندی سلسلے کے مشہور شیخ طریقت تھے۔ سنن ابن ماجہ کا ایک ذیل انجاء الحاجہ
۴۔ لکھا ہے جو طبع ہو چکا ہے۔ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں حصہ لیا۔ فوجی جہاد پر دھنک گئے
۵۔ ہر سقوطِ دہلی کے بعد مکہ معظمہ چلے گئے اور وہیں ۱۲۹۶ھ ۱۸۷۸ء میں انتقال ہوا۔ یوسف
الیاں سرکس نے ان کو شاہ عبدالغنی ابن شاہ ولی اللہ سمجھ لیا ہے (معجم المصلحین) ۱۳۲۶ھ
۶۔ المعرب جلد اول مصر ۱۳۲۶ھ ۱۸۸۹ء میں ملاحظہ ہو۔ تذکرہ علماء ہند (اردو ترجمہ)

عبدالغنی قریشی و من بدایت فقیر
محرورم چون روم ز سر آستان تو
سگریم رتبہ نعلین اوی داشت می سودم
پہائے حضرت عبدالغنی پاک و امانش
مردی محمد حسین تنہا نے اپنے شیخ طریقت کی مدح میں فارسی میں کئی قصیدے
لکھے ہیں اور ایک طویل قصیدہ (۹۳) اشعار کا اردو زبان میں لکھا ہے۔ اس
قصیدے کے شروع اور آخر کے چار چار اشعار درج ذیل ہیں۔

میری ہشتاد سالہ عمر اس ضعف مرض اس پر
کہاں یا رہے میرے سر میں بدست سرائی کا
وہ سے اک اسام او یاد کہے یہ مداحی با
نہلے میں ہے روشن نام جن سے پارسائی کا
خدا عبدالغنی قطب زمان و اعرف و اکمل
انہیں پر خاتمہ اب ہے گل رحمتی کا
زخود فانی کجی باقی زخود فانی کجی شافل
وہ الیہ تشبیدی ہیں کہ نقش اسم ذات حق با
میں کیا کھول کر لکھ ہی نہیں لکھے مراتب سے
سے مرشد مرے ہادی مرے مولا مرے آقا
تھا تجھ کو ان کے فکال پاسے بھی نہیں نسبت
تو کی تمام شاعر میں مدحت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عبارت ہے
وہ نعت گوئی میں ایک خاص امتیاز رکھتے ہیں۔ سیدھے سادے الفاظ میں
اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہیں۔ ہندی الفاظ، سادہ تراکیب اور صاف منہ کے
تشبیہات اور استعارے استعمال کرتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ
کرامؓ مدینہ منورہ اور متعلقات ذات اقدس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر
سے ان کے قلب و روح کو ایک خاص کیف حاصل ہوتا ہے۔

مولوی شاہ اسماعیل دہلوی (ف ۸۳۱ھ) کی کتاب تقویت الایمان کی
بعض عبارتوں پر مولانا فضل حق خیر آبادی نے اعتراضات کئے اور خاص طور سے
اس عبارت پر اس شہنشاہ کی توبہ شان ۱۰۰۰ کی بڑبڑ کے پیدا کر ڈالنے پر اکابر
انظہار امتناع نظیر کی بحث شروع ہو گئی۔ پھر اس سلسلے میں طرفین سے بہت سے

رسالے لکھے گئے اور نصف صدی سے زیادہ یہ سلسلہ تازہ رہا۔ یہاں تک کہ مولانا فضل حق خیر آبادی نے اس بحث میں مرزا غالب کو بھی گسیٹ لیا اور اپنی تائید میں ان سے ایک فارسی شاعری لکھوائی۔ اس سلسلے میں مولوی محمد حسین قسٹانا مولانا فضل حق خیر آبادی کے ہم نوا اور مؤید تھے۔ انہوں نے اپنے اردو کلام میں استناعِ نظیر کی کھل کر وضاحت و حمایت کی ہے۔ ہمارے خیال سے شاید یہی کسی شاعر نے اردو میں اس مسئلہ پر اس بلند آہنگی سے اظہارِ خیال کیا ہو۔

اس زمانے کے کلامی مباحث میں حیاتِ انبی اور علمِ غیب کا مسئلہ بھی زیرِ بحث و گفتگو تھا۔ اگرچہ مذہبی حلقوں میں آج بھی کہیں کہیں ان مباحث کی مدائے بازگشت سنائی دیتی ہے۔ اس سلسلے میں قسٹانے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

حیاتِ انبیؑ

جب دوستوں نے ان کو حیاتِ انبی کہا
جیتے ہی جی تمام بھر بہ اندیش مر گئے!

علمِ غیب

ازل کا ماجرا اظہارِ ابد کا حال روشن ہے نزو چھو علمِ ان اللہ کے شاگرد ارشد کا
قسٹانے اپنے کلام میں جا بجا ہندی الفاظ استعمال کئے ہیں اور خوب کٹے ہیں چند
اشعار ملاحظہ ہوں۔

کیا وصفت لکھوں فریضِ حریمِ نبوی کا وہاں اطمینانِ گردوں ہے اور حور کے ہار

مشہور نام ہند میں جس کا اکاس ہے لنگر کا شاہ دین کے وہ چھوٹا سا طاق ہے

وہ رحمتِ خدا ہے نہ جہاں سے نا امید مومن نہیں جو رحمتِ حق سے نرا اس ہے

ملے تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔ شاعریِ غالب و کاتب مسائلِ اشعار و علمِ کراچی ناشر مرزا

گیسٹے مصطفیٰ کا فائدہ جہاں پڑے وہاں دبے مشک ناب بھی بھسن کی باں ہے

وہ دوچار طرہوں سے وقت ضرورت کئی دن کے بھونکے چھکادی ہزاروں
مولوی محمد حسین قنجا کا ۱۳۱۷ھ میں انتقال ہوا۔ مرزا نصیر الدین برلاس مراد آبادی (رف
۱۹۰۹ء) لکھتے ہیں کہ

”اس سال (۱۳۱۷ھ) نوے سال کی عمر میں آن رقتا کا انتقال
ہوا جناب رسالہ کتاب صلی اللہ علیہ وسلم کی نعمت میں قصائد اور غزل
خوب کہتے تھے۔

منشی امیر احمد مینائی (رف ۱۳۱۳ھ) نے مندرجہ ذیل قطعہ تاریخ وفات کہا ہے۔
شوق دیدار الہی میں پڑھتی رہی روت آخر اس دھن میں سوئے خلد بری جا نگلی
سال رحلت ہو کہا با تفت غیبی نے امیر جان کیا نگلی تمنا کی تمنا نگلی

۱۳۱۷ھ

قصائد تمنا

تمنا کے فارسی قصیدے ”قصائد تمنا“ کے نام سے مطبع منشی ہیرام سروپ (کھنڈ)
میں طبع ہو چکے ہیں۔ ہمیں اس کتاب کا ایک ناقص الاخر نسخہ ملا ہے اس لئے سنہ
طباعت اور مقام طباعت کی وضاحت نہ ہو سکی۔ ان قصائد میں تین قصیدے
تمنا نے اپنے مرشد شاہ عبدالغنیؒ کی شان میں لکھے ہیں۔ اور تبقیہ تمام قصائد حضرت
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ہیں۔ ان قصائد کے ملا خطے کے بعد شاہ
عبدالغنیؒ نے تمنا کو دعا دی کہ

سہ مرزا نصیر الدین، وقائع نصیر خانی (مرتبہ محمد ارباب نادری) مشمولہ علم و عمل
دکن عبد القادر خانی جلد دوم، آل پاکستان ایکڈمی، کراچی ۱۹۶۱ء، ص ۹۹
۲۷۷ مولوی محمد حسین قنجا کا اردو کلام دو جلدوں میں خطی صورت میں ہمارے دست
مردی محو علم نہیں صاحب کے پاس ہے۔ اس میں آخر میں یہ دونوں تحریریں شامل ہیں۔

”بہ بشارت“ اللہم ابدیہا بروح القدس ”مبشر باشد۔

یہ وہ دعا ہے۔ جو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان کو دی تھی۔ مرزا غالب نے ان فارسی قصائد کو دیکھ کر اپنے ایک مکتوب میں حنا کو لکھا کہ لے۔

”تکلم فطامی نظام را دیدم بسیار خوب خوش اسلوب است من نیز مداح این قصیدہ ام۔“

شق کا اردو ویران ۱۸۹۷ء میں طبع ہوا۔ یہیں ان کا اردو

اردو ویران | کلام دو جلدوں میں قلمی صورت میں مولوی محمد الطہر نبی

صاحب سے ملا ہے جس کے لئے ہم ان کے شکریہ نگاہیں ہیں۔

۴۔ رخسان بہادر منشی سخاوت حسین مدہوش

جہاں کے ایک انصاری خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ شروع دور اسلامی میں

ان کے بزرگ یہاں آکر حکومت پذیر ہوئے۔ مدہوش کے دادا میاں جی عبدالملک

انصاری مرحوم اپنے دور کے بہادر شیخ طریقت شاہ آل احمد اچھے میاں مادرہوسی۔

وف ۱۲۳۵ھ کے مرید و خلیفہ تھے۔ میاں جی عبدالملک زندگی زیادہ تر دکن

و تدریس اور تذکیر و دیانت میں گزری۔ ۱۲۴۸ھ رمضان المبارک ۱۲۵۸ھ کو میاں جی

عبدالملک کا انتقال ہوا اور موطا چنے خاندانی قبرستان میں دفن ہوئے۔

میاں جی عبدالملک کے تین صاحبزادے ۱) امان اللہ حسین عرف خلیفہ تلو

۲) امداد حسین اور ۳) شیخ عنایت حسین تھے۔ آخر الذکر شیخ عنایت حسین خاں

لے ایضاً

تذکرۃ الاولیاء۔ از مولوی رضی الدین بسمل۔ (طبع دوم نظامی پریس جہاں ۱۳۵۵ھ)

بہادر منشی سخاوت حسین مدہوش کے والد تھے۔

سخاوت حسین مدہوش بدایوں میں ۱۸۲۶ء میں پیدا ہوئے۔ مدہوش نے مروج طریقے کے مطابق عربی و فارسی کے تحصیل کی۔ ان کی تعلیم و تحصیل کی تفصیلات نہیں ملتیں۔ قانون کا امتحان پاس کرنے کے لئے انہوں نے وکالت کا پیشہ اختیار کر لیا۔ مدہوش کے اساتذہ میں مولوی حکیم سعید الدین کامل رف ۱۲۱۶ھ کا نام خاص طور سے قابل ذکر ہے۔ چنانچہ حکیم سعید الدین کے صاحبزادے مولوی رضی الدین بسمل رف ۱۱۹۲۵ھ کی کتاب تذکرۃ الواقیلین پر تقریظ لکھتے ہوئے مدہوش لکھتے ہیں: ”یہ سب کچھ میرے معلم و حکیم استاذان (مولوی رضی الدین) کے والد ماجد حکیم مولوی محمد سعید الدین صاحب مرحوم و مغفور کا فیض و برکت ہے کہ جو باوجود اپنے تعلیم یافتہ اور صاحب دولت ہونے کے نہایت منکسرانہ اور ہزرگانہ روش پر زندگی بسر کرتے تھے، کبھی اظہار کبر و خود منائی کو کام نہ فرمایا کبھی توبیہ نہ کر جناب حکیم صاحب موصوفت خدا پرستی اور نیک مزاجی میں اپنی مثال آپ تھے۔“

جنگ آزادی ۵۸-۵۷ء کے بعد منشی سخاوت حسین مدہوش نے شاہجہانپور میں وکالت شروع کی۔ کیونکہ اس زمانے میں ضلع بدایوں، شاہجہان پور کے علاقہ جی میں شامل تھا۔ وہ نہایت کامیاب وکیل ثابت ہوئے۔ خان بہادر کا خطاب پایا۔ بلکہ بدایوں کے سب سے چمے خان بہادر بھی تھے۔ ان کے فراسے حسابی

سے رقعات مدہوش۔ مرتبہ حاجی حامد سعید خان کووی۔ نظامی پریس بدایوں ۱۹۶۳ء
۵۴ غالب کی نادر تحریریں۔ از ڈاکٹر خلیفہ انجم۔ مکتبہ شاپراہ دہلی ۱۹۶۱ء ص ۴۵
نئے سال پیدائش ۱۸۲۰ء لکھ دیا ہے۔

سے تذکرۃ الواقیلین (طبع اول) مولوی رضی الدین بسمل منشی غلام سنگھ اینڈ سنز پریس
لکھنؤ ۱۳۱۸ھ ۳۶۶ ۲۶۶ نامشرطبع دوم نے یہ تقریظ شامل نہیں کی ہے۔

حاجہ سعید خاں صاحب لودھی لکھتے ہیں کہ

”قبلہ مدحوش موصوف گنگ ایک متوسط طبقے کے فروختے۔ لیکن آپ اپنی محنت، لیاقت، حسن اخلاق اور جوہر انسانیت کے باعث ہندوستان میں ہر دل عزیز کی حاصل کی۔ آپ برہمنوں کی شاہجہان پور کے والی، چھترپن سب سے ہندو مسلم اتحادی بورڈ کے اور تعلیم کے صدر رہے نیز اعوازی اسپیشل مجسٹریٹ رہے۔ ہر طبقے اور ہر مذہب کے ہندوستانی اور فرنگی معززین موصوف کی بڑی قدر اور عزت کرتے تھے۔ وہ ان مٹھی بھر لوگوں میں تھے، جنہوں نے کانگریس کی بنیاد ڈالی۔“

مدحوش، محلہ جاہ میر (بدایوں) میں رہتے تھے انہوں نے اپنے جدی مکان کے سامنے انجمن اور مکان نہایت مستحکم تعمیر کرایا۔ اور جدی مکان کی جانب مشرق ایک کونٹری بنوائی۔

مدحوش بدایوںی سرسیا احمد خان بہادر اور ان کی علی گڑھ تحریک سے بہت متاثر تھے اور وہ اس تحریک سے آخر وقت تک وابستہ رہے۔ آل انڈیا کونگریس اور نیشنل ایجوکیشنل کانفرنس کے چودھوی اجلاس منعقدہ رام پور ۱۹۰۰ء میں بتاریخ ۲۹ دسمبر ۱۹۰۰ء کو تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ

”کہ (تعارف) رقصات مدحوش، ۱۲-۱۱

کہ اس زمانے میں ہندو مسلم اتحادی بورڈ کا وجود سمجھ میں نہیں آیا۔

کہ کانگریس کی بنیاد ڈان بھی مجھ میں نہیں آیا۔ خاں بہادر سادات حسین شریع سے سرسیا احمد خاں کی تحریک کے حامی تھے۔ آل انڈیا ایجوکیشنل کانفرنس کے سرگرم کارکن تھے جو کانگریس کے فوراً بعد ۱۸۸۶ء میں قائم ہوئی تھی۔

کہ سرپرست محمدان اور نیشنل ایجوکیشنل کانفرنس، چودھوی اجلاس منعقدہ رام پور

”چونکہ سرسید احمد خاں کریم نے دیکھا ہے۔ اس لئے میں کچھ کہنے کو
کھڑا ہوں ۱۸۶۴ء سے میری اور سرسید احمد خاں کی ملاقات تھی۔
میرے خطوط کے جواب میں وہ اکثر مزحیہ اور جزاک الہ لکھا کرتے تھے۔
آخر میں کہتے ہیں یہ

”باقی میں ترسید صاحب کا معتقد مثل ان لوگوں کے ہوں جیسے فتح
مکہ کے قبل کے مسلمان تھے۔“

رام پور میں کانفرنس کے ایک غیر معمولی اجلاس میں تقریر کرتے ہوئے انہوں
نے جو کچھ فرمایا۔ اس کی تفصیل کے لئے کانفرنس کی رپورٹ کے متعلقہ صفحات دیدنی
ہیں۔

اس اجلاس میں ایک رزمیہ

”اس کانفرنس کی ایک رائے ہے کہ مسلمانوں میں تعلیم قانون بہت
کم جو گئی ہے۔ اس کو ترقی دینے کے لئے لہذا کوشش کرنی چاہئے۔“

پر تقریر کرتے ہوئے خاں بہادر منشی سناوت حسین مد تہرش نے سرانیش میکانی کے
ایک استفسار کے جواب کا حوالہ دیتے ہوئے پانے وکلاء کی زہوں حال کا ذکر کیا اور
پھر فرمایا کہ

”لہذا ضرورت ہے کہ اعلیٰ تعلیم یافتہ اشخاص کو قانونی تعلیم دی جائے
تاکہ لائق مسلمان آئندہ سربراہ اور وہ وکیل ہو سکیں۔ لہذا میں اس
رزمیہ کمیشن کی تائید کرتا ہوں اور دو سال کے لئے دس روپے ماہوار
کا ایک اسکالرشپ دوں گا۔“

۱۰ رپورٹ محمدن اور مثل کانفرنس (اجلاس رام پور ۱۹۰۰ء) ص ۲۴۰۔

۱۱ رپورٹ محمدن اور مثل کانفرنس (اجلاس رام پور ۱۹۰۰ء) ص ۳۰۔

۱۲ رپورٹ محمدن اور مثل کانفرنس (اجلاس رام پور ۱۹۰۰ء) ص ۱۰۸۔

نواب محسن الملک مرحوم (ف ۱۹۰۷ء) کا ایک خط منشی سخاوت حسین مدہوش کے نام ملتا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ علی گڑھ تحریک سے گہری دلچسپی اور تعلق رکھتے تھے۔ نواب محسن الملک کا خط درج ذیل سے ہے

جناب والا۔ آپ کی بے انتہا کوششوں کا میں بہت مشکور ہوں
اگر قوم میں آپ جیسے لوگ موجود ہوں تو ہندوستانی موجودہ پستی کی
حالت میں ہرگز نہ رہیں۔ میرا مقصد قردی کے جینے میں روہیل کھنڈ
میں دورہ کرنے کا ہے۔ بدایوں، مراوا آباد وغیرہ میں بلا آپ کی
امداد کے کامیابی ہونا محال ہے۔ جہاں فرما کر تحریر فرمائیے کہ
کون سی تاریخیں بدایوں کے جلسے کے لئے نیا دہ مضید ہوں گی۔
امسال کانفرنس کلکتہ میں ہوگی اور اس کے فوراً ہی لہد میوہیل فنڈ کا
اجلاس ہوگا امید ہے کہ آپ اس کانفرنس میں شامل ہوں گی

آپ کا خادم
(محسن الملک)

نامی سجاد حسین مہن بدایوں کے مکتوب کے حوالے سے مالک رام صاحب نے
علامہ غالبؒ میں خاں بہادر منشی سخاوت حسین مدہوش بدایوںی کا مرن نام لکھا ہے
ان کو حالات بالکل نہ مل سکے۔ مدہوش کے زاسے حاجی حامد سعید خاں صاحب
لودی کہتے ہیں یہ

خان بہادر منشی سخاوت حسین صاحب مدہوش (۱۸۲۷ء - ۱۹۰۱ء) صاحب
غالب فردوس مکانی کے، مولوی عزیز الدین غازی بدایوںی کا طبرج

سہ رقعات مدہوش ص ۷۲

سہ قلامذہ غالب ص ۲۵۸

سہ نقارۃ رقعات مدہوش ص ۵۲

ایک نہایت صاحب تمیز تکمیل تھے۔

مدح ہوش کو اردو اساتذہ کے بہت سے اشعار یاد تھے اور اپنے استاد غالب کا تو بیشتر کلام یاد تھا بلکہ وہ اپنی صاحبزادی مسماۃ نیاز رسول کو اپنے استاد کا کلام یاد کروا تے تھے۔ نیاز رسول کے صاحبزادے حاجی محمد سعید خان لکھتے ہیں کہ

”اپنے استاد حضرت غالب کا اچھا شعر یاد کرنے پر اپنی بیٹی کو بغرض

دل افزائی ہمیشہ روپے سے اشرفی تک انعام دیا کرتے تھے۔ اس

طرح نیاز رسول غالب کے کلام کی حافظ ہو گئی تھیں۔“

مدح ہوش کے فارسی رقعات کا ایک مجموعہ شائع ہوا ہے۔ اس میں ایک خط حضرت

غالب دہلوی کے نام ہے۔ اس سے اُن کے تعلقات کا اندازہ ہوتا ہے۔

مہربان فصیح زبان والی ملک نظم و نثر۔

شعر

ہمیں شوق چہ حاجت کہ سوز آتش دل تو اس شناخت بسوزے کہ در سخن باشد

نامہ محبت نگار بعین انتظار معطر لہائے اردو قصیدہ فارسی و پنج آہنگ

خوبش از مشرق تا بہ مغرب رسیدہ پر تو افروز و صول آورد و تارک تفاخر بفرق

فروزان رسانیدہ بے تکلف می نگارم کہ در ریختہ تاسخ رائیخ ساختہ سخن آتش و آتش

انداختہ ولذت شعر ذوق را بے ذوق نمودہ، خوشا قدرت خاقانی و انوری و عرفی کہ

در زمان حال موجود نیستند۔ اگر بعد سے مقابلہ نظم قصیدہ ربوہ سے درو بر فکے نثر نامہ

پر نور نثر ظہوری بے نظیر، ایگہ کلمہ چند بطور توصیف بلکہ مرزا صاحب اساتذہ خان

غالب از زبان بندہ می گویند۔

لہ رقعات مدح ہوش ص ۱۵۔

لہ رقعات مدح ہوش ص ۴۶، ۴۷، ۴۸۔

مشنوی

طرز اندیشہ آفرینہ اوست ۱ در حق لفظ جان و میدہ اوست
پشت معنی قوی ز سپادیش ۲ خامہ لا فرہی زبان و لیش
نقول رقصات از و تر مرزا صاحب عنایت فرمایند و یاد بندہ فراخ نظر
دارند اسی طرح مرزا غالب کا بھی ایک خط ان کے نام سے موجود ذیل ہے یہ
شفیق کرمی فنی سخاوت حسین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔

بھائی اللہ آپ کے خط کا جواب نہ لکھوں اپنے کو لغزی کروں اگر
شکاب نہ لکھوں اس وقت ڈاک کے ہر کار سے نے تہارا خط دیا
ادھر پڑھا ادھر جواب دینے کا قصد کیا میں ایک شخص گوشہ نشین
فلک زدہ اندوہ گین نہ اہل دنیا نہ اہل دیں تھو جیسے کہتے آدمی کا جو
کوئی مشتاق ہو نظا بر اتم خود فوج اخلاق ہو و نہ کیوں تم کو یہ اس قدر
اشتیاق ہو۔ ہاں ایک بڑی بھلی شاعری۔ اس کا حال یہ کہ آگے جو کہا ہو
کہا اب شاعر بھی نہیں رہا بہر حال قہاری فقیر نوازی کا شکر گزار ابد
طالب و پیار ہوں۔

سخاوت کا طالب

غالب

چاشت گاہ دو شنبہ ۳۰ فروری ۱۸۶۱ء

مدحوش کے رقصات کا ایک مجموعہ رقصات مدحوش مسی
ہے شراب اکوثر کے نام سے مرتب ہوا ہے یہ مجموعہ ان کے

رقصات مدحوش

۱۰ رقصات مدحوش ۱۰

یہ شراب اکوثر اس کتاب کی کا نام بنایا گیا ہے جس سے ۱۰ ۱۱ ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰
اس میں غزلوں اس کے لکھنے کے ہیں جن میں ہے کہ آغا زہ ترتیب کے وقت یہ نام رکھا ہو۔

حسرت احمد سادہ چوہدری محمد سعید الدین حسین عرف میاں جان رئیس انجم کھٹڑہ ہندوگ
(دبائلوں) ۱۸۷۹ء میں اپنے مطبع افضل المطابع و سعید الاخبار میں چھپوایا تھا۔ اس
کتاب کا دوسرا ایڈیشن احمد الدین نظامی مالک نظامی پریس دہلیوں کی تحریک سے
ان کے فرائسوں عابد سعید خاں لودھی اور حافظہ حامد سعید خاں لودھی نے ۱۹۶۳ء میں
شائع کیا تھا۔ حاجی حامد سعید خاں نے اٹلاؤ کتاب میں مدہوش کے حالات بھی شامل
کر دیئے ہیں۔

حالات سرشتہ تعلیم جیسا کہ اوپر ذکر کیا جا چکا ہے کہ منشی مہناوت حسین مدہوش
کو علی گڑھ تحریک سے گہرا تعلق تھا اور وہ سرسید
احمد خاں کی تعلیمی کوششوں میں برابر دل چسپی لیتے تھے۔ چنانچہ جب ”کیٹی خواستگار
ترقی تعلیم مسلمانان“ کی طرف سے ایک اشتہار بعنوان ”التماس ہمدردت اہل اسلام و
حکام ہند و باب ترقی تعلیم مسلمانان ہندوستان“ شائع ہوا تو اس سلسلے میں ۲۲ مضامین
موصول ہوئے جن میں سے بعض مستقل تالیفات کی حیثیت رکھتے تھے۔ ان میں سے ایک
رسالہ بعنوان ”حالات سرشتہ تعلیم“ مدہوش نے لکھا ہے۔

اس کیٹیٹی خواستگار کا ایک اجلاس ۱۲ مئی ۱۸۷۳ء کو جارس میں ہوا سرسید
احمد خاں نے ان مضامین سے اکثر پر اپنا رائے بھی دی ہے۔ مہناوت حسین
مدہوش کے مضمون پر دس صفحات میں سرسید احمد خاں نے تبصرہ کیا ہے۔
اس رسالے کا ایک فلمی نسخہ ”کتب خانہ سالار جنگ مرحوم“ میں موجود
ہیں۔ اس کا سائز (۸ x ۱۳) ہے اس میں ۱۰۶ (۱۰۶) صفحات ہیں ہر صفحے
میں (۲۱) سطریں ہیں۔ کاغذ ولایتی ہے۔ خط نستعلیق ہے کاتب
.. سادہ میں ہوئی ہے۔ نمونہ ملاحظہ ہو۔

۲۔ ریڈیٹ کیٹیٹی خواستگار ترقی تعلیم مسلمانان (مرتبہ سرسید احمد خاں) بنارس

آغاز

پہلے مجھے میں گرنٹ کالجوں اور سکولوں کے متعلق بحث ہے
جہاں تعلیم علوم زبان انگریزی ہوتی ہے اور نیز دوسری زبان اردو
فارسی عربی سنکرت سکھائی جاتی ہے۔

اختتام

میں نے مگر گریا بالاتفاق و اکثر لوگ علماء اور علماء اکثر اہل ہندوستان
سے بہت زیادہ ہیں۔ یقیناً میں مگر اہل ہندوستان بھی بعض بعض
علماء اور تجربہ ہیں اسی سے زیادہ ہیں۔

خاتمہ

نام مصنف سخاوت حسین ساکن بدایوں وکیل عدالت دیوانی ضلع
شاہجہانپور وارو شاہجہانپور کشتری روہیل کھنڈیہ
افسوس کہ مدبوش کا نوٹہ کلام اردو یا فارسی دستیاب نہ ہو سکا۔

۵۔ مولوی عزیز الدین بدایونی المتخلص بہ عزیز و صادق

مرزا غالب کا ایک مکتوب مولوی عزیز الدین بدایونی کے نام ہے جو اردوئے معلیٰ
عمومی ہندی اور خطوط غالب مرتبہ مولانا غلام رسول تھریں شامل ہے۔ مولانا تھریں
عزیز الدین بدایونی کا حال نہ مل سکا، البتہ ملک رام صاحب نے مختصر ساحل لکھا
ہے۔

غالب کے اس خط میں ایک محضر کا ذکر ہے جو ایک خاص واقعہ کے متعلق

۱۔ فہرست مخطوطات کتب خانہ سالار جنگ از نصیر الدین غازی (جمیعا) بدوکن (۱۹۵۹ء) ص ۱۱۵

۲۔ اردوئے معلیٰ، مطبع جمیعی، کانپور ۱۹۲۲ء ص ۱۴۰

۳۔ تلامذہ غالب از ملک رام، کلکتہ ۱۹۵۷ء ص ۱۴۲ - ۱۴۳

ہے جس کی یہاں وضاحت پیش کی جاتی ہے۔ پہلے مولوی عزیز الدین بدایونی کے مختصر حالات لکھے جاتے ہیں۔

مولوی عزیز الدین بدایونی ابن مولوی اسحاق الدین صدیقی فرشتوری بدایوں کے قدیم باشندے تھے۔ ۱۷۵۰ء ہجری ۱۲۴۴ھ کو بدایوں میں پیدا ہوئے۔ علوم متداولہ کی تحصیل کی۔ باقاعدہ علم طلب حاصل کیا۔ اور شاعری میں مرزا غالب کے شاگرد ہوئے۔ خوش غلطی میں میرزا بخش سے لکھی۔ ۱۸۵۵ء میں وکالت کا امتحان پاس کیا اور ۱۸۵۷ء تک دہلی میں وکالت کی۔ اس کے بعد اپنے وطن بدایوں چلے آئے کچھ دنوں شاہ جہانپور میں وکالت کی وہیں وکیل سرکار مقرر ہوئے پھر منصف کے عہدے پر ترقی پائی۔ ۲۶ جمادی الاخریٰ ۱۳۱۱ھ کو انتقال ہوا۔

نمونہ کلام ملاحظہ ہو

اُس میں تانتے نظر جلوہ خدا کے نور کا بت بنانے کے لئے زیبا ہے پتھر طرک کا

وہ ایک چم ہیں کرپساں نہیں کوئی اپنا اور ایک وہ ہیں کر دل لیتے ہیں زمانے کا

جس خستہ حال سے بلیے کے اوشن کمال تھا کس طرح اب جہاں سے وہ ناتواں اٹھا

اُس جہروش کے حسن کا نظارہ کر کے اتنا نہیں ہے حوصلہ اپنی نگاہ کا
صادقِ حجب وہ شیفہ رُوئے یار ہے سنا ہے کون حال کسی داد خواہ کا

گور کو بکرہ ایسے آستان تک تصور بھی نہیں جاتا جہاں تک
یہی گر آہ و نالہ ہے تو صادق رہے گا دم نہ تاثیر فقاں تک

مولوی عزیز الدین کے ایک بڑے بھائی مولوی حکیم سعید الدین المتخلص بدایوں

تھے جو ۲۱ رمضان ۱۲۳۱ھ کو پیدا ہوئے، وہ علوم متداولہ میں دستگاہ کامل رکھتے تھے، علم طب میں حکیم صادق علی خاں دہلوی کے شاگرد تھے، خط نستعلیق خوب لکھتے تھے، ان کے لکھے ہوئے بعض رسالے ہماری نظر سے گزرے ہیں، حکیم سعادت علی خاں مدارالہام ریاست رام پور میں آفرید کے یہاں ملازم تھے، ۲۷ صیہ ۱۳۱۶ھ کو ان کا انتقال ہوا۔

اتفاقی سے جس زمانے میں دہلی میں جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کا آغاز ہوا۔ اس وقت حکیم سعید الدین بدایونی رام پور میں تھے، ہنگامے کے فرو ہونے کے بعد جب دہلی میں معافی و املاک کی بحالی کا سلسلہ شروع ہوا اور تحقیقات کا آغاز ہوا تو ان کی جو املاک و معافیات، دہلی اور اس کے مضافات میں تھیں، ان کی بحالی کے لئے وہ درخواست گزار ہوئے۔ بعض وٹادیزوں میں دوسرے لوگوں کے ساتھ عزیز الدین کے بڑے بھائی حکیم سعید الدین کا نام بھی شامل تھا اور اس تحقیقات کا انچارج ایک انگریز افسر تھا۔ ہوا یہ کہ دہلی میں جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے موقع پر جہاں کا جو فتویٰ مرتب ہوا تھا، اس میں ایک صاحب مولوی سعید الدین نامی کی بھی جہرتھی۔ اس انگریز کو خیال ہوا کہ یہ وہی مولوی سعید الدین ہیں۔ لہذا اس نے ان کو اصالتاً طلب کر لیا اور اب حکیم سعید الدین کی زندگی خطرے میں تھی۔ بدایوں اور رام پور کے عمامہ و مشاہیر کی مواہیر سے حکیم سعید الدین کی بدایوں میں موجودگی کا محضر مرتب ہوا اور دہلی کے مشاہیر کی مواہیر سے ان کی دہلی میں عدم موجودگی کا محضر مرتب ہوا۔ یہی وہ محضر ہے جس کا اس خط میں ذکر ہے۔ مولوی عزیز الدین نے اپنے استاد مرزا غالب کے ذریعے اس محضر پر دہلی کے مشاہیر کے دستخط اور مہر لگائی تھیں۔

لے انصاف شیعہ فرشتہ جلیں از دینہ الدین، بل رکائیس پرین شاہ آباد، بغیر سال طباعت)

اب اس داستان کو مولوی رضی الدین کے بھتیجے اور حکیم سعید الدین کے بیٹے خان بہادر مولوی
رضی الدین وکیل دہلوی نے ۱۹۲۵ء کی زبانِ قلم سے بننے والے

ان اساطیر کی تحقیقات میں ... ایک تفسیر نامہ فریہ پیش آیا ، ایک ملک
میں ہمارے والد ماجد مرحوم حکیم محمد سعید الدین کا نام بشمول مبرا مجد و جہا
وغیرہ کے داخل تھا اور تحقیقات معافی داروں کی شروع تھی کہ آیا
معافی دار تو باغی نہیں ہوا یہ تحقیقات ایک یورپی شخص
کے سپرد تھی اور اس نے ایامِ غدر میں جو اپنی ہم قوموں کو گرفتار
ہوتے اور مارے جاتے دیکھا ، اس کو ذرا فدا بات پر شہید ہوتا تھا
جب ہمارے والد کا نام آیا تو اس کو یہ شہید ہوا کہ محمد سعید ایک شخص
کی جہر فتویٰ جہا و پجودہ کی کہ رہنے والے تھے ، دفتر میں برآمد
ہوئی تھی۔ صاحب بہادر نے فرمایا کہ محمد سعید وہی شخص ہے جس نے
محضر پہر کی تھی۔ میرے دادا صاحب وقت تحقیقات موجود تھے ،
انہوں نے عرض کی کہ حضور اس کا نام محمد سعید الدین ہے محمد سعید
نہیں ہے یہ اور وہ ایامِ غدر میں دہلی میں نہ تھا بلکہ رام پور اور آٹوہ
میں تھا ، لیکن صاحب نے حکمِ حاضری اصالۃ کا دیا جب والد کو یہ
خبر ہوئی تو والد مرحوم نے حکیم محمد سعادت علی خان بہادر رئیس
آٹوہ جین کے ساتھ وہ ایامِ غدر میں رہے ، ان سے تذکرہ کیا۔
انہوں نے اپنی تصدیق کہہ کر ابد نواب صاحب بہادر جنتِ آشیان
یوسف علی خان بہادر مرحوم منظور والی ریاست رام پور کی مہر و شہنشاہ
مزین فرما کر وہ کاغذ مٹا نہ کیا کہ حکیم محمد سعید الدین ہمارے یہاں

لے کنز الکریم از مولوی رضی الدین لعلی رانکھائی پریس دہلی ۱۹۰۷ء ۲۵۱-۲۵۲

یہ فتوے ہی محمد سعید نہیں سعید الدین نام ہے ، ملاحظہ ہو ۱۵۷ء کے مجاہد شعرا ص ۴۹

ایام خدر میں رہے اور وہ غیر خواہ سرکار ہیں۔ جب یہ کاغذ پیش ہوا اس وقت بھی صاحب کو یقین نہ ہوا اور فرمایا کہ مسلمان مسلمان کو بچانے کی کوشش کرتا ہے، اس کو حاضر ہونا چاہئے۔ تب تو مایوس ہوئی کہ اتنی بڑی صفائی پر کچھ خیال نہ ہوا تو کیا امید جان بری ہے۔ پھر بدایوں سے مشرک اسکین صاحب بہادر مجسٹریٹ ضلع بدایوں کے دورہ روٹھ سے بدایوں نے محضر بنا کر پیش کیا اور انہوں نے تصدیق کر کے بھیج دیا کہ یہ شخص دہلی نہیں گیا تھا اور پھر بھی مذر غیر حاضری مسعود نہ ہوا۔ الغرض والد ماجد کو بدایوں سے جانا پڑا۔ جب جب والد یہاں سے گئے ہیں تب مایوس ہی ہم لوگوں کو تھی کہ اب دیکھئے سلامت آئے ہیں یا نہیں، پھر دہلی پہنچ کر یہ حاضر حضور صاحب مجسٹریٹ بہادر کے حصے۔ انہوں نے دریافت کیا کہ تمہارا کیا نام ہے اپنا نام بتایا اور اپنی بہر کے کاغذات جو قبل خدر کے تھے اور ان پر مہری تختیں پیش کئے کہ میری مہر میں محمد سعید الدین ہے اور فتوے پر محمد سعید صرف مہر میں تھا۔ پھر تحقیقات کے لئے یہ معاملہ تحصیلدار دہلی کے سپرد ہوا ایک شخص کھتری یا بٹے تحصیلدار دہلی کے تھے جب ان کے پاس والد و دادا صاحب گئے تو وہ دیکھ کر سر قند اٹھ کھڑے ہوئے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں جناب حافظ یعنی ہمارے والد کے جد امجد کا شاگرد ہوں، آپ کا کیا کام ہے۔ والد سے سب قصہ کہا گیا، انہوں نے تحقیقات کر کے حذو جا کر صاحب سے کہا کہ یہ شخص اور میں اور بہ مقام دہلی ایام خدر میں نہ تھے۔ تب صاحب کا حکم رفع ہوا۔ اور اس بلائے ناگہانی سے نجات پائی اور معافی بدستور قائم رہی۔

اس تشریح و توضیح کے بعد منزا غالب کا اصل خط ملاحظہ فرمائیے۔

صاحب !

کیسی صاحب زادوں کی سے باتیں کرتے ہو؟ ولی کو دیا ہی آباد
 جانتے ہو جیسی آگے تھی۔ تاسم جان کی لگی، میر خیرانی کے چھانک سے
 فتح اللہ بیگ خاں کے چھانک تک بے چراغ ہے اور ہاں اگر آباد
 ہے تو یہ ہے کہ غلام حسین خاں کی حویلی اسپتال ہے اور ضیاء الدین
 خاں کے کمرے میں ڈاکٹر صاحب رہتے ہیں اور کالے صاحب کے
 مکانوں میں ایک اور صاحب عالی شان انگلستان تشریف رکھتے ہیں
 ضیاء الدین خاں اور ان کے بھائی مع قبائل و عشائر لوہاروں میں۔ قال
 کنوئیں کے محلہ میں خاک اڑتی ہے۔ آدمی کا نام نہیں، مہارے مکان
 میں جو چھوٹی بیگم رہتی تھی۔ اس کے پاس اور کھمبے کی دوکان پر اس
 اشتہار کو بھیجا۔ بیگم لاہور گئی ہوئی ہے۔ کھمبے کی دوکان میں کتے
 لڑتے ہیں، مولوی صدر الدین صاحب لاہور، اینڈ ونشس، براب
 علی ان لوگوں سے میری ملاقات نہیں۔ میں نے آپ مہر کر دی، حکیم
 احسن اللہ خاں اور میاں غلام نجف اور بہادر بیگ اور نمبر ونشس
 ساکن دیر، ان کی مہریں ہو گئیں۔ محضر آپ کے پاس بھیجتا ہوں
 خط از روئے احتیاط سیرنگ بھیجا ہے۔ پوسٹ پیڈ خط اکثر لکھن
 ہو جاتے ہیں، چنانچہ قاضی عبدالجلیل صاحب کا خط، جس کا ذکر آپ
 نے لکھا ہے، آنکھیں چوٹ جا میں۔ اگر میں نے دیکھا ہو۔ آپ
 ان سے میرا سلام نیاز کیجئے۔ اور خط کے نہ پہنچنے کی ان کو خبر
 پہنچا دیے۔

۶۔ شیخ صادق علی گڑھ مکیشری المتخلص بر سوزاں و مداح

منشی صادق علی گڑھ مکیشری رطلع میرٹھ یڑی (انڈیا) کے ایک ممتاز

خاندان کے رکن تھے۔ ان کے دادا منشی اکبر علی ولد شیخ فیض علی 'مرفو الحال' خوش وضع خوش نویس شاعر اور نثر نگار تھے۔ ان کا ایک شعر ملاحظہ ہے۔

خدا جانے موئے تھے کس قدر عنا کی حسرت میں
کہ جو نخل اپنی تربت سے اگلا، شکل صنوبر تھا

عدالت سائرس میں بریلی اور کانپور میں ملازم ہے صنف بصارت کی بنا پر ملازمت سے مستعفی ہوئے عین جوانی میں بھر ۳۳ سال ۹۰ ہجری الاول ۱۲۳۶ء کو فوت ہوئے ان کے بیٹے منشی عرفان علی بھی سیاق و سباق میں مہارت کامل رکھتے تھے۔ وہ بھی انگریزی سرکار کے ملازم رہے جبکہ آزادی ۱۸۵۷ء کے زمانے میں کلکڑی علی گڑھ میں سرشتہ دار تھے۔ منشی عرفان علی کے فرزند شیخ صادق علی تھے۔ انہوں نے مروجہ علوم کی باقاعدہ تحصیل کی تھی۔ عربی و فارسی میں اعلیٰ دسترس رکھتے تھے۔ وہ نہایت سعید اور لائق تھے اولیٰ عدالت و ایرانی میرٹھ میں وکیل رہے۔ پھر باقاعدہ سرکاری ملازمت اختیار کر لی۔ کچھ دنوں مارہرو (ضلع ایٹہ۔ یو پی) میں بلسلہ ملازمت رہے۔ سید آل محمد مارہروی (ف ۱۳۹۵ھ) صاحب "دیوان نوارنج" سے صادق علی کے مخلصانہ دوستانہ تعلقات تھے۔ شیخ صادق علی 'مزا غالب' کے شاگرد تھے، عاشقائے کلام میں سوزاں اور لغتہ کلام میں مدارج محکم کرتے تھے انہوں نے ۱۲۹۳ھ میں شعرائے اردو کا ایک تذکرہ مرتب کیا جس کی تاریخ تالیف سید آل محمد نے اس طرح کہی ہے۔ ۱۳۰۰ھ

خوش صادق علی مدارج و سوزاں	ہنگام شاعری سردار اردو
راجناس نفیس شعر ایش	فروزہ رونق بازار اردو

۱۳۰۰ھ تمام حالات تشیخ الانساب (خطی) مولانا مولوی ضیاء اللہ پھر امینی سے ماخوذ ہیں۔
۱۳۰۰ھ دیوان نوارنج ص ۱۳۶

زلفیں لہر رنگینش نہاید
رگ گل سبز گلزار اردو
بہا، گر شاعران ریختہ گر
بیا موزند ازو گفتار اردو
رقم زد تذکرہ گلشن بہار اردو
چہ باشد گلشن بہار اردو
گہر آں محمد ، سالِ جمع
کہ نامی گلشن اشعار اردو
۱۲۸۳ھ

اسی سال شیخ صادق علی نے اپنا نعتیہ دیوان مرتب کیا۔ سید آل محمد نے کئی تاریخیں کہیں جن میں ایک ہجری ۱۲۸۳ اور ایک عیسوی دو تاریخیں درج ذیل ہیں۔

(۱)
جو منشی صادق علی نے یہ کہ
فراموش کتاب جلالت مآب
تب آل محمد نے تاریخ جمع
کسی چہ یہ نعت رسالت مآب
۱۲۸۳ھ

(۲)
کئی سچ مداح صادق علی
بہاں وہیل آں خدائے رسولؐ
جہاں کہ خاک خمیرش قضا
گرفت است از خاکپائے رسولؐ
دل اوست ملو ز حسب علی
وما غش پر است از موائے رسولؐ
غزلہائے مطہرہ و مرغوب و خوش
نمود است نظم از برائے رسولؐ
غزلہائے مذکور را بجمع
چہ کرد آں ستایش سرائے رسولؐ
میکش آں محمد چہ خوش
رقم زد ریاض شائے رسولؐ
۱۸۶۸ء

۱۲۸۵ھ میں منشی صادق علی نے اپنے نعتیہ دیوان کا انتخاب کیا

سید آل محمد نے اس انتخاب کی یہ تاریخ کہی ہے ۔

منتخب اشعار صادق علی دو چہ در نعت رسول عرب
باز بہ دہینہ تاریخ گفت آل محمد چہ زجہ منتخب

۱۲۸۵ھ

سید آل محمد کو منشی صادق علی سے اس حد تک تعلق خاطر تھا کہ جب ان کے پاس اخبار آنے شروع ہوئے تو انہوں نے ان اخباروں کے آنے کی تاریخ کہی ۔
۱۲۸۵ھ فصل میں ایک اخبار آیا تو آل محمد نے یہ تاریخ کہی
یار جانی مرے مداح کہ دنیا میں آئے کہیں جی کا نہیں ہر سر کوئی چھپایا
اپنا اخبار گھر بار بھلا لطف انہیں بھیج کر خواجہ عہدت نے جو خوش فرمایا
نکت تاریخ جو کہ دل نے کہا فصلی کہہ بھری رعسوی گر یار نے حصہ پایا
خاطر دوست ہے تو آل محمد کہدو سچ ہے اخبار جہاںوں و مبارک آیا

۱۲۸۵ھ فصل

۱۲۸۵ھ میں منشی صادق علی کے پاس ایک اور اخبار ”مقصود الاخبار“
کوڑا کاڑہا ہے آیا ۔ اس کے آنے کی تاریخ اس طرح کہی تھی
بنام مخلص اخبار آمد کو مثل او ندیم نے شغفم
بتاریخ ورود آل محمد گرامی پرچہ اخبار آمد

۱۲۸۵ھ

۱۲۸۵ھ میں منشی صادق علی مداح مارہرہ سے تبدیلی ہو کر علی گڑھ پہنچے
اس موقع پر سید آل محمد نے مندرجہ ذیل تاریخ کہی تھی ۔

۱۲۸۵ھ دیوان تواریخ ص ۲۳

۱۲۸۵ھ ایضاً ص ۱۱

۱۲۸۵ھ ایضاً (مکاشفہ متفرقہ) ص ۱۱

۱۲۸۵ھ دیوان تواریخ ص ۱۱

جداۓ منشی صادق علی کند آرد غم رواں بردم
من فرقت آل محمد گجو شدہ ہجر یارے گراں دلم

۱۲۸۵ھ

۱۲۸۶ھ میں منشی صادق علی نے اپنا دوسرا دیوان مرتب کیا۔ سید آل محمد نے تاریخ کہی ہے

شعین و مخلص من صادق علی مداح کہ وصف او تراجم نوشت بالمشترک
نمود مع چ دیوان غریبش تارخیش لگاشت آل محمد سہہ بلخ و فصیح

۱۲۸۶ھ میں شیخ صادق علی کی ترقی انکپڑ درجہ اول پرست کے عہدے پر ہوئی ان کے دوست سید آل محمد نے حسب معمول تاریخ کہی ہے

شیخ صادق علی ترقی یافت دوست شادان ملول و دشن باد

گفت آل محمد شش تاریخ بر مدارج ترقی احسن باد

۱۲۹۱ھ میں شیخ صادق علی کا عقد ثانی ہوا۔ سید آل محمد صیلا ایسے موقع

پر کہاں چمکنے والے تھے انہوں نے فرما تاریخ کہی ہے

منقد چوں بزم عقد دوستی شب بفضل خالق الا صباح شد

زود رقم آل محمد سال عقد کہ خدا صادق علی مداح شد

۱۲۹۱ھ

۱۲۹۲ھ میں شیخ صاحب کے منصب میں مزید ترقی ہوئی، سید آل محمد نے حسب معمول تاریخ کہی ہے

۱۲ دیوان قرارخ ص ۱۲

۱۳ ایضاً ص ۱۳

۱۴ ایضاً ص ۱۴

۱۵ ایضاً ص ۱۵

با فضال خلاق روزی رساں شنیدم شد اکون ترقی دوست
پے سالش آل محمد قسم رقم دو ، ہمایوں ترقی دوست

۵۱۲۹۲

شیخ صادق علی ، معاشرتی زندگی میں ایک نمایاں مقام رکھتے تھے۔ ان کے
صاحبزادے شاعر علی شہرست آتے۔ جو نامی پریس میرٹھ میں ملازم تھے۔ مداح
کا نمونہ کلام یہ ہے۔

اسکو ملایا تو بے لطف تپ لئے دل آئے ساتھ تلوار بھی لائے جو وہ قاتل آئے
ضغ نے آہ و فغان کلا بھی نہ چھوڑی طاقت لب پہنائے بھی جو آئے تو جھلک آئے
زہری یاد رہ عشقِ غمِ مرضِ جہول گیا ساتھ ہر چند خضر بھی کٹی منزل آئے
شیخ متھرائے لگی بار کی آمد سن کر رنگ اڑ جلے جو وہ دونوں فصل آئے
نہیں مددگار کوئی حضرت غالب کا نظیر کس کو دعویٰ ہے سخن کا جو مقابل آئے
نعت کے دو شعر ملاحظہ ہوں مثلاً

گھیں دل ہمارا ہے مزہ نفوذ نام ختم المرطیں ہے
صلہ محبت کا لودہ آج چل کر حضور خسر و دنیا و دیں سے

شیخ صادق علی مشہور کتب حیات تھے کیونکہ مولانا عبد السمیع ہیدل کی
کتاب انوارِ ساطعہ در بیان مولود و فاتحہ کے طبع دوم (۱۳۲۵ھ) کے آخر میں
ان کی تقریظ شامل ہے۔ یہ اس سے ان کے علمی مرتبہ کا بھی تعین ہوتا ہے ان
کی کنیت ابو محمد تھی انہیں تاریخ گوئی سے بھی دلچسپی تھی۔ مطہر محبتانی میرٹھ کے
مطبوعہ قرآن کریم باہتمام منشی ممتاز علی پراں کا ورج ذیل قطعہ تاریخ ہے۔

۱۷ دیوان غریب (مطبع وکشاف فتح گڑھ ۱۳۸۳ھ ۴۶۹)

۱۷ یادگار ضعیف ص ۳۸

۱۷ انوارِ ساطعہ در بیان مولود و فاتحہ از مولانا عبد السمیع ہیدل (مطبع نسیمی ملو آباد ۲۸۸۶ھ ۲۸۸۸ھ)

خدا مطبوع اسی صحیفہ حق باہر حیدر اہتمام بخیر
 بہت بارخ جمع اسے مداح خاصہم زور تم تمام بخیر ۱۶۹۳ء
 گزشتہ مکتبہ میں نہایت اہمیر کے زمانہ میں ایک بزرگ شیخ اللہ بخش (رن ۱۰۰۳)
 گزشتہ میں ان کی کتاب دس، اندا کرین مطبع صومالی بریلی سے پندرہویں میں شائع ہوئی ہے
 اسی پھاؤتی گزشتہ مکتبہ شیریں نے نقد اور قطعہ تالیف لکھا ہے۔ قطعہ تاریخ ملاحظہ ہو
 مونس اندا کرین انیس ہیں بہر عولت گزشتہ نیکو طبع
 انیس گزشتہ از دہان دول جہد گزشتہ نشین نیکو طبع
 زانکہ مکتبہ علم و فضل کنند عالم و فاضلین نیکو طبع
 طبع شد مصرعہ سنش گفتیم مونس واکرین نیکو طبع

مولانا عبد السمیع بیدل

مولانا عبد السمیع بیدل ضلع سہارنپور دیوبند کے قصبہ رام پور منہاران کے ساکن
 اور وہاں کے قدیم انصاری خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ پہلے قرآن کریم حفظ کیا
 اور ابتدائی تعلیم وطن میں حاصل کی پھر مولانا رحمت اللہ کیرٹوی کے سامنے زانوئے ادب کیا
 اور ۱۳۲۵ھ میں دہلی پہنچے مفتی صدر الدین آندوہ سے علوم مذاکرہ کی تحصیل کی۔ اسی زمانہ
 میں مرزا غالب سے فی شاعری میں استفادہ کیا حسب روایت مولانا خلیل احمد انیس پڑی وہ
 (۱) مولانا احمد علی سہارنپوری (۲) مولوی سعادت علی سہارنپوری (۳) مولانا شیخ نورستوی
 اور (۴) مولانا محمد قاسم نانوتوی سے بھی استفادہ ہوئے۔

بیدل اپنے زمانہ کے نامور عالم اور عارف تھے بڑی تفسیر مبرکم لکھتے ہیں کہ
 ”عالم باطنی مبرا اند حرمی راسل عشاق رسول اللہ اعلیٰ درجہ کے مصنف
 حدیث و تفسیر وفقہ میں کمال رکھتے تھے زہد و تقویٰ بدرجہ غایت ہے

فہامیرین، انشا علی غلام افغانی راسل طبع از مولانا خلیل احمد (مطبع جلال ساہو حوڑہ) ص ۷۷
 تھے تفسیر مبرکم از مولوی امیر الدین (دہلی شمس ۱۳۳۷ھ) ص ۸۹

”دیارِ متقی“، ”پہاڑا ترس“، ”مکین“، ”مک گرو“، ”مواضع“، ”بامروت“
 آدمی ہی... کلمہ خیر کہنے سے درگزر نہیں کرتے، اخلاقِ بد و جہالت،
 کج سبب، ایسوں ہی کا ہونا زینتِ اسلام ہے۔
 مولانا عبد السمیع کچھ دلوں رڑکی میں رہے پھر میرٹھ کے رئیس شیخ الہی بخش
 (لال کرتی) نے اپنے بھتیجوں کی تعلیم کے لئے بلایا اور وہیں عمر گزار دی
 تذکرہ علمائے حال کے متعلق رقم طراز ہیں:

”فی الحال آپ کا قیام کیمپ میرٹھ بازار لال کرتی میں ہے شیخ الہی بخش
 کے مدرسہ میں آپ درس دیتے ہیں بیدل تخلص کرتے ہیں انوار سادہ
 وغیرہ آپ کی تصانیف سے ہیں۔
 شیخ الہی بخش کے پوتے شیخ خٹک الدین میرٹھی لکھتے ہیں:

”میرٹھ تشریف آوری سے قبل کچھ عرصہ رڑکی میں قیام پزیر رہے
 وہاں سے بلوہ میرٹھ بسلسلہ ملازمت آنا جہاں یہاں جناب شیخ
 الہی بخش مرحوم رئیس اعظم نے اپنے بلند راز و گمان پتے غلام محمد الدین
 صاحب، وحید الدین صاحب اور بشیر الدین صاحب کو بیڑہ خانے
 کے واسطے حضرت کو متعین فرمایا۔ مولانا نے تقریباً ہایس سال
 اپنی عمر کا بقیہ حصہ یہیں ختم کر دیا... دورانِ قیام میرٹھ میں آپ کو
 کلکتہ کانپور اور ٹونک سے صدر مدرس کی مدارسیں کے لئے وائز شاہرہ
 پر بلایا گیا لیکن حضرت نے بوجہ محبت اس خاندان کے انکار کر دیا
 مولانا بڑے متبعِ شرع، متقی، عالم، فاضل اہل اللہ میں سے تھے۔
 مولانا عبد السمیع، حضرت حاجی امجد اللہ جہاں پور کے سریر و خلیفہ

لہ تذکرہ علمائے حال از مولوی محمد ادریس بگرامی (نور کشور پری پری مکتبہ مسعودیہ ۱۹۹۶ء)
 مکتبہ شیخ خٹک الدین میرٹھی بنام رقم نوختہ ۲۲ اپریل ۱۹۵۶ء ۱۹ مارچ ۱۹۵۹ء

اور جب رسول سے سرشار تھے۔ مولوی امجد و صابری لکھتے ہیں:۔

حاکم عالم اپنے بدل جامع علوم و فنون تھے۔ اپنے پیرو مشد حضرت حاجی (امداد اللہ) صاحب کے حکم کے پابند تھے۔ تمام عمر اشاعت علوم دینیہ اور تصانیف کتب مذہبی میں گزاری۔ نعت لکھنے میں لاشافی تھے شعرائے زمانہ آپ کو استاد وقت مانتے تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک کے سچے عاشق تھے مجلس مولود و مشرف بڑی عقیدت و اخلاص سے کیا کرتے تھے۔

مولانا سادہ اور با اصول زندگی گزارتے تھے۔ حکیم محمد صالح محمد سالم ^{۱۳۱۹} مطابق ۲۰ اپریل ۱۹۰۰ء بروز شنبہ مولانا عبدالمصیح بیدل کامیرٹھ میں انتقال اور شاہ ولایت میں دفن ہوئے۔ ان کے صاحبزادے حکیم مولوی محمد میاں (وف ^{۱۳۲۹} ۱۹۰۸ء) تھے جو علم طب میں ماہر کامل اور حکیم عبدالمجید خاں دہلوی کے شاگرد تھے۔ حکیم محمد میاں، میرٹھ کے حکماء میں ممتاز و معروف تھے۔

شروع شروع میں مولانا بیدل کا رجحان عاشقانہ شاعری کی طرف تھا اور غزل کہتے تھے۔ حاجی صاحب سے بیعت کے بعد نعت و منقبت میں کہنے لگے۔ ان کا اجتہاد کلام ملتا ہے۔ نعت و منقبت ہی میں ملتا ہے۔ مولانا ایک اعلیٰ پایہ مصنف تھے۔ ان کی کئی کتابیں با حکار ہیں۔

نادرسی کے ابتدائی نصابی کتابوں میں خالق باری شہور ہے، مگر محمد باری اس میں سبکدہ ہندی اور پنجابی کے اکثر تفصیل التاوی میں جی کے سمجھنے میں طلبہ کو وقت ہوتی ہے۔ مولانا عبدالمصیح نے اسی درسی ضرورت کے

۱۔ سیرت حاجی امجد اللہ اور ان کے خلفاء از مولوی امجد و صابری (دلی ۱۹۵۱ء) ص ۱۶
۲۔ تذکرہ ملائے اہل سنت از مولوی محمد رامتانی مرزا غلام قادیان دہلی اسلام آباد سہوان پور ۱۳۹۹ھ ص ۲۶

خانی باری کے طرز پر ایک کتاب "عبدالباری لکھی۔ اس کتاب کے آغاز میں سبب تالیف بیان کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں۔

و بعد حمد اور دو دو ختم الانبیاء کہتا ہے مدہوش شاعر بے شعوری
عبدالسمیع رام پوری کہ جس وقت جناب ... شیخ الہی بخش صاحب
کے چھوٹے بھائی ... حافظ عبدالکریم صاحب کے فرزند ارجمند
سعادت گزری وحید الدین سے فارسی پڑھنے کی طرف طبیعت رجوع
کی خانی باری شروع کی۔ اس کتاب کے بعض الفاظ پنجابی اور
سکرت وغیرہ اس کی کچھ میں نہ آتے تھے بلکہ اور ضمایان طبیعت
بڑھاتے تھے۔ پھر دیکھا تو سب مکتبوں میں لوگوں کا یہی حال ہے ان
الفاظ شرک الاستمال کا سمجھنا اشکال ہے۔ عرب میں نے اس نظر
سے کہ مبتدیان کو فائدہ تام ہو رہا عام ہو بیان لغات میں یہ
رسالہ منظوم مختصر لکھا اور ترجمہ میں الفاظ اردو مرصع عام کا لکھنا
مد نظر رکھا اور جو لفظ فارسی یا عربی ایسے تھے کہ بے تکلف ہر
کسی کی کچھ میں نہ آتے تھے۔ میں نے ان الفاظ کا ترجمہ نہیں لکھا۔

کتاب کا آغاز اس طرح ہوا ہے۔

عبدالباری لکھ کے اور لغت رسول	جو لکھے بیکر کرو دل سے قبول
ہے خدا، اللہ، پیغمبر، رسول	ہے صحابی جس کو ہو صحبت حصول
ہے خلیفہ، نائب اور قائم مقام	اہل بیت احوال ہے کتب تمام
ہے پیشوائے دین کو حبانو امام	ہر صنیفہ جیسے ہیں عالی مقام

خاتمہ کے دو شعر ملاحظہ ہوں۔

ان ضروری قاعدوں کو یاد کر اور خدا کی یاد سے دل مشا کر
یہ رسالہ ہو گیا یاربِ تمام لشکر تیرا اور پیغمبر پہ سلام
رسالہ حمد باری میں مندرجہ ذیل عناوین پر لغات منظوم کی گئی ہیں۔

- ۱۔ در بیان آسمان و متعلقات آں
 - ۲۔ در بیان سال و ماہ و غیرہ
 - ۳۔ در بیان زمیں و آنچه در آست از معاون و بکار و اماکن
 - ۴۔ در بیان اثاث الہیت نہ یعنی اسباب ضروری خانہ
 - ۵۔ در بیان اجزا و اعضائے انسان
 - ۶۔ در بیان آنچه از جسم انسان تعلق دارد۔
 - ۷۔ در بیان اہل قرابت
 - ۸۔ در بیان اہل پیشہ
 - ۹۔ در بیان اہل میوب
 - ۱۰۔ در بیان حبوب غلہ و اشیاے ضروری۔
 - ۱۱۔ در بیان مصالح طعام
 - ۱۲۔ در بیان کشت و باغ و آنچه در آست
 - ۱۳۔ در بیان آلات جنگ و آلات اہل حرفہ
 - ۱۴۔ در بیان جانوران
 - ۱۵۔ در بیان بعضی آہست بازی طعنان
 - ۱۶۔ در بیان منقرعات
- تمتہ میں افعال و کیفیت اشتقاق کا ذکر ہے۔

اس رسالہ میں نماز، ضروری سودھیں، ایمان، محبت و مفصل
شش کلمات اور ادعیہ ماثورہ مع اردو ترجمہ درج

وسیلہ مغفرت

درج ہیں، سبب تالیف بیان کرتے ہوئے مولانا عبدل کھٹے ہیں۔

”کتاب ہے امیدوار فضل باری عبدالمسیح شیخ انصاری کر جمع کی میں نے اس مختصر میں ہر وقت کی دعائیں تاکہ پڑھا کر یا اہل ایمان اور پادری ہر وقت میں یاد الہی کی نئی لذت اور نازل ہوان پر اللہ کی طرف سے خیر و برکت اور اکثر دعائیں اس میں بہت مشہور احادیث سے لی گئی ہیں اور جو کتب فقہ وغیرہ سے لکھی ہیں وہاں اس کتاب کا نام لکھ دیا گیا ہے۔“

فیضانِ قدسی | مولانا عبدالمسیح نے یہ رسالہ آیتہ الکرسی کے فضائل میں ضروری تصریحات و تفصیلات کے ساتھ لکھا ہے۔ آخر میں ایک طویل نظم بھی شامل ہے جس کا عنوان ”خیر الانوار با شمس“ ہے۔

دافع الادرہام | مولانا عبدالمسیح، محب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تھے انہوں نے محفل میلاد کی تائید میں یہ رسالہ لکھا ہے اور معتز ضیہی کے جواب دیئے ہیں یہ رسالہ نظم و نثر دونوں پر مشتمل ہے، اس کا آغاز اس طرح ہوا ہے۔

کر کے مالک کا شکر پڑے کے درود	کرتا ہوں ذکر محفل مولود
مومن! یاں ادب سے آؤ تم	عطر خلت بسا کے لاؤ تم
ذکر خیر الودعی کی محفل ہے	مولد مصطفیٰ کی محفل ہے
محفل اس شاہ ذی حشم کی ہے	محفل اس شافع امم کی ہے
پھیلا آفاق میں ہے جس کا نور	ای نور خدا کا ہے مذکور

لے دیلہ حضرت از مولانا عبدالمسیح پور۔ م پندی (مطبوعہ) ص ۱۲۰
 دفع الادرہام فی محفل خیر الانام از مولانا عبدالمسیح پوری (مطبع گلشن فیض کھنویہ) ص ۱۲۰

سنو اگر زبان بیدل سے

وصف حضرت کا جان سے دل سے
انتقام اس طرح ہوا ہے لے

میرے حق میں دعائے خیر کریں
اس صحیفہ میں کر دیا مرقوم
گر معاند لڑے تو چپ رہنا
نہیں سرگز طلال اس کا بچے
کس و نا کس سے کرنا رو و بدل
دوست دشمن کو ہے سلام اپنا
مرجا کہتے ہیں عدد و حج کو
بھجوں حضرت پہ میں درود و سلام

جو مری مشنوی کی سیر کریں
مجھ کو حق جس طرح ہوا معلوم
کام اپنا ہے امر حق کہنا
گر کوئی اس میں رواج کرے
اپنا شیور نہیں ہے جنگ و جدل
بس سلامت رہی ہے کام اپنا
صلح کی حق نے دی ہے خود مجھ کو
اب تمہاری یہ آیا اپنا کلام

ایک مختصر سار سار ہے جس میں بیشتر نعتیہ کلام ہے
چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

نور ایمان

یاں کا عیش و کامرانی چند روز
لذت صوت اتانی چند روز
ہے چین کی گل نشانی چند روز
ناز سر و بوستانی چند روز
سی سواں کی خوش بیانی چند روز
کر اس کی میہانی چند روز

دوستو بے دارسانی چند روز
بیچ میں سب نغمہ جنگ و رہاب
بس کوئی دن کی ہے یہ رنگیں بہار
چشم رنگیں کا ہے غمزہ کوئی دن
ہے چہکتا طوطی شکر شکنی
پھر جو ہونڈو گئے تریہ بیدل کہاں

مولانا عبدالسمیع بیدلؒ نے مولود شریف کے
بیان میں یہ رسالہ نشر میں لکھا ہے۔ کہیں
کہیں نظم ہے آغاز اس طرح سے ہوا

راحت القلوب
فی مولد المحبوب

ہے

پھر پھر اپنے صبح سلام
رضی اللہ سے کر ان کو شاد
معتبر معتبر صبح صبح
وہ نبی جس کی ہے جہاں میں دھوم
عرش سے فرش تک ہے نام ان کا
تجہ کو کھنا ہے ذکر خیر الانام

لے کے ہیکل خدا کا اول نام
آل و اصحاب ہیں جو اہل رشاد
پھر کتابیں تو لے کے باقی
مولد اپنے نبی کا کر مرقوم
شہرہ عالم میں ہے تمام ان کا
ہیکل اب شوق میں بڑھانہ کلام

دعا پر اس کتاب کا اختتام ہوا ہے

اب دعا کے لئے اشعار ہاتھ
صدقہ اس نور مصطفائی کا
ہر یک دھم سے بکائی ہم کو
سات ایمان سے اٹھائی
لب پہ ہر لا الہ الا اللہ
۱۲۹۰ء میں یہ کتاب طبع ہوئی ہے جیسا کہ مندرجہ قطعات سے واضح

ہے قطعہ تاریخ ختمیہ فکر میں سہان بخش فصیح ہے

جبکہ چھاپا گیا بھڑ بھڑ
سال اتمام طبع میں نے فصیح
یہ رسالہ عجیب خوش اسلوب
کہا مولد شریف چھاپا خوب

۱۲۹۰ھ

تاریخ طبع از حافظ محمد نظام الدین جرش ساکن کولہ

۱۲۹۰ھ راحت القلوب فی مولد محبوب از مولوی عبد السمیع ہیکل لا طبع محکمہ ہندوستان لاہور

۱۲۹۰ھ

۱۲۹۰ھ

۱۲۹۰ھ راحت القلوب

حاجی دیں مولوی عبدالسمیع
طبع فرمودش جمیل الدین ہجر
گفت تاربخش نظام الدین جوش
کرد تالیف ای کتاب جانفزا
با ہزاراں خوبی و حسن و صفا
ذکر میلاد جناب مصطفیٰ

۱۲۹۰ھ

انوار ساطعہ مولانا عبدالسمیع بیدل، حاجی امداد اللہ جاجر مکی کے بیٹے
و خلیفہ تھے اور حاجی صاحب کی محبت و عقیدت میں پرورش
ہوئے حاجی صاحب کے خلفاء میں علمائے وقت کی اچھی خاصی تعدد تھی ان میں
مولانا محمد قاسم نانوتوی (وفات ۱۲۹۴ھ) مولانا رشید احمد گنگوہی (وفات ۱۳۲۳ھ)
مولانا محمد یعقوب نانوتوی (وفات ۱۳۲۵ھ) اور مولانا اشرف علی صفت نوری
(وفات ۱۳۳۳ھ) جیسے اساطین دیوبند بھی تھے اور مولانا عبدالسمیع بیدل، مولانا
احمد حسن کانپوری (وفات ۱۳۳۳ھ) مولانا محمد حسین الرافعی (وفات ۱۳۳۲ھ) مولانا
کرامت اللہ دہلوی (وفات ۱۳۲۸ھ) مولانا سید امیر حمزہ دہلوی (وفات ۱۳۲۵ھ)
جیسے نامور علماء بھی تھے جو افکار دیوبندیت سے اتفاق نہیں کرتے تھے۔ بلکہ
ان کا رجحان طبع آج کل کی اصطلاح میں برطیت کی طرف تھا حاجی صاحب
دونوں جماعتوں کے شیخ طریقت تھے اور دونوں کی دلدہی فرماتے تھے۔
میلاد و قیام کے باب میں آخر الذکر جماعت کے ہم خیال تھے بلکہ ۱۳۰۲ھ
میں بعض علمائے دیوبند و گنگوہہ و سہارن پور وغیرہ کی طرف سے یکے بعد دیگرے
دو فتوے میلاد و فاتحہ وغیرہ کے رد میں شائع ہوئے یہ مولانا عبدالسمیع
بیدل نے ان فتوؤں کے رد میں ایک مفصل کتاب ”انوار ساطعہ در بیان مولود و
وفاتہ“ مدلل لکھی۔ مولانا بیدل کتاب کے آغاز میں لکھتے ہیں یہ

الحمد للہ پر ہیفت مسئلہ از حاجی امداد اللہ

کے فتویٰ مولود عرس وغیرہ مطبوعہ مطبعہ گلزار احمدی مراد آباد

کے انوار ساطعہ از مولانا عبدالسمیع بیدل (مطبعہ نعیمی مراد آباد) ص ۳۰۳

۱۳۰۲ھ میں دہلی کے تین علماء غیر مقلد اور علمائے دیوبند و گنگوہ
 و سہارنپور کی حق توجہ سے اور مطبع ہاشمی میرٹھ کی سعی سے ایک
 فتویٰ چار ورق پر چھپ کر اکثر اطراف میں تشہیر کیا گیا اس کی
 لوح سر نوشت یہ تھی (فتویٰ مولود دعویٰ وغیرہ) ... خلاصہ مضمون
 اس کا یہ ہے کہ مفصل مولد شریف ... بدعت ضلالت اور اسی
 طرح اموات کی فاتحہ درود جو ہندوستان میں رائج ہے یہ سب
 حرام اور رسم بد اور معصیت ہے کچھ دن اس پر نہ گزرے کہ
 فتویٰ دوسرا چوبیس صفحہ کا اسی مطبع ہاشمی میں چھپ کر شہر
 ہوا۔ اس کا نام لوح پر یہ لکھا (فتویٰ میلاد شریف یعنی مولود مسیح
 و غیر فتاویٰ) ... اس فتوے میں زیادہ تر مذمت میلاد شریف
 کی ہے اور وہ چودہ جہے چھپا تھا پھر دوبارہ اس میں چھپا
 مجھ سے بعض اخوان طریقت نے بتا کیا تمام یہ فرمایش کی کہ اس
 فتوے کے سبب کچھ دل کے آدمی تشکیکات میں پڑ جاتے ہیں اور
 معاندین اس فتوے کو جا بجا دکھاتے ہیں اور اس فتوے کو ٹپوہ ٹپوہ
 کر اپنے مسلمان بھائیوں کو بے دردی سے چڑھاتے ہیں اور فتنہ کی
 آگ جو اس قسم کی تحریکات نفسانی سے بھڑکتی ہے بھڑکاتے ہیں
 اب تم کو چاہئے کہ تم خبر لے اور ایک قول حق افراط و تفریط سے
 خالی اس باب میں لکھ دو ورنہ عوام جگر خام گرداب ضلالت میں
 ڈوب جائیں گے اور پھر کبھی ساحل ہدایت کی طرف خروج نہ پائیں
 گے۔ تب حضرت ملہم الصدوق والصرافی نے جس کے قبضہ قدرت
 میں بنی آدم کا دل ہے میرے دل میں یہ ڈال دیا کہ بالضرور اس
 مقدمہ میں ایک حکم فیصل لکھنا چاہئے اور عوام کو تشکیکات و دو جدال
 میں نہ رکھنا چاہئے تب میں نے یہ رسالہ لکھا اور نام اس کا انوار مطالعہ

در بیان مولود و فاتحہ رکھا

اس کتاب پر اس دور کے مشہور و مقتدر علماء مثلاً مفتی طفت اللہ علیگڑھی (ف ۱۹۱۶ء) مولانا فیض الحسن سہارنپوری (ف ۱۸۸۶ء) مولانا غلام دکنگیر قصوری (ف ۱۳۱۵ء) مولانا ارشد حسین رام پوری (ف ۱۹۹۳ء) مولانا احمد رضا خاں بریلوی (ف ۱۹۳۱ء) مولانا عبدالقادر بریلوی (ف ۱۹۰۱ء) اور مولانا وکیل احمد سکندر پوری (ف ۱۳۶۶ء) مولانا محمد فاروق چکراوٹی (ف ۱۹۰۰ء) اور مولانا عبدالحق حقانی (ف ۱۹۱۶ء) وغیرہ کی تعاریض اور کتاب کے آخر میں مولانا رحمت اللہ کریم الزمی اور حاجی اسد اللہ کی تصدیقات بھی ہیں۔

اس کتاب کا دوسرا اڈیشن ۱۳۵۰ھ میں شائع ہوا۔ انوار ساطعہ کے رد میں ایک کتاب البراہین القاطعہ علی غلام الانوار ساطعہ مولانا خلیل احمد انبیوی کے نام سے شائع ہوئی جو دراصل مولانا رشید احمد گنگوہی کی تالیف ہے۔ ان کے علاوہ مولانا عبدالسمیع بیدل کی تصنیفات میں مندرجہ ذیل کتابیں بھی ہیں۔

۱۔ سبیل (میلا و منظوم)

۲۔ بہار جنت (مولود شریف)

۳۔ مظہر الحق (مسائل دینیہ)

۴۔ جوہر لطیف (میلا و منظوم)

۵۔ طراز سخن (ابتداء کلام)

مولانا عبدالسمیع بیدل تاریخ گزنی کا بھی ذوق رکھتے تھے۔ ان کا مندرجہ ذیل قطعہ دستیاب ہوا ہے۔ جو مطبع مجتہبی میرٹھ کے مطبوعہ قرآن کریم باہتمام منشی ممتاز علی کے لئے لکھا ہے۔

ہر سطر اوچے عمل اسطورش جوئے شیر
از فکر بیدل آمدہ زیبا کلام بے نظیر

مگر فترہ از نگ حنا قرآن چہ شکل دلپذیر
چوں منشی نہ بہت رقم فرمود ہر سال طبع

غالب اور روہیل کھنڈ

روہیل کھنڈ شمالی ہند (ہریانہ) کا نہایت ندرخیز اداہم علاقہ ہے۔ برصغیر میں مسلمانوں کی آس کے زمانے ہی سے لاہور اور دہلی کے بعد یہ علاقہ اسلامی تہذیب و ثقافت سے متاثر ہوا۔ برہمنوں میں تو مسلم حکومت کے قیام سے پہلے ہی مسلمانوں کے نقش قدم پہنچ چکے تھے۔ سنبھل (ضلع مراد آباد) ہریانہ کی اور دہلیوں وغیرہ مسلمانوں کے قدیم مقننہ مقامات ہیں۔ قطب الدین ایک اور شمس الدین استیث بدہلی کی حکومت پر فائز ہونے سے پہلے دہلیوں کے گورنر رہے چنانچہ آج بھی قطب و شمس آثار و دہلی موجود ہیں۔ خود علاء الدین، بادشاہ دہلی نے دہلی چھوڑ کر بدہلیوں میں حکومت اختیار کی۔ سکندر لودی کئی سال تک سنبھل (ضلع مراد آباد) میں مقیم رہا۔

مغل متاخرین کے زمانے میں اس علاقے پر دو ہیلہ پٹھانوں کا غلبہ و استیلا قائم ہو گیا۔ دہلی کی مرکزی حکومت کی کڑوری پر انہوں نے اس علاقے میں نیم خود مختار حکومتیں قائم کر لیں، اس طرح دہلیوں کے غلبے کی وجہ سے یہ علاقہ "روہیل کھنڈ" مشہور ہو گیا۔ اس زمانے میں تو اس علاقے کی وسعت بہت تھی اور دہلیوں کی حکومت "از مسنگ تا گنگ" مشہور تھی۔ مگر اب اس کے باقیات ایک کشتری کی صورت میں باقی ہیں اور کشتری روہیل کھنڈ میں سات اضلاع، بدہلی، دہلیوں، شاہجہانپور، پٹی بھیت، مراد آباد، رام پور اور بجنور شامل ہیں۔ اس مضمون میں ہم ان شعری ادبی، تہذیبی اور ثقافتی عوامل پر آشکارا جائزہ لیں گے جو مرزا غالب کی شخصیت کے زیا اثر اس علاقے میں ظہور پذیر ہوئے۔

ریاست رام پور سے تو مرزا غالب کا خاصا تعلق تھا، وائی رام پور نواب پیر سید علی

ناظمِ رت (۱۲۴۱ھ/۱۸۲۵ء) ان کے شاگرد تھے۔ فروری ۱۸۶۸ء میں وہ شاگرد ہوئے۔
 اس وقت سے مرزا غالب کے انتقال (۱۸۶۹ء) تک مرزا غالب کو وظیفہ ملتا رہا۔
 مرزا دوم مرتبہ رام پور گئے اور ریاست کے مہمان رہے پہلی مرتبہ (۱۸۶۹ء) دوسری مرتبہ
 اور دوسری مرتبہ (۱۸۶۵ء) ڈھائی مہینے قیام رہا۔ رام پور کے متعلق مرزا غالب
 لکھتے ہیں:۔

رام پور! اہل نظر کی ہے نظر میں وہ شہر کہ جہاں ہشت بہشت آکے ہوئے ہیں باہم

رام پور آج ہے وہ بقعہ معمور کہ ہے مرجع و مجمع اشعار و نظائر آدم
 رام پور ایک بڑا باغ ہے از روئی مثال دکھن و تازہ و شاداب و وسیع و غورم

جس طرح باغ میں سلوں کی گشتا میں برسیں ہے اس طرح یہاں دجلہ و شاں دست کرم

دوسری جگہ لکھتے ہیں:۔

”یہ رام پور ہے دارالسرور ہے جو لطف یہاں ہے وہ اد کہان ہے جہان اللہ
 شہر ہے تین سو قدم پر ایک دیا ہے اور کوئی اس کا نام ہے۔ بے شبہ
 چتر! آبِ حیات کی کوئی نبوت اس میں ملے ہے خیر اگر بیل بھی ہے تو
 صبا! آبِ حیات عمر بڑھاتا ہے، لیکن اتنا شیریں کہاں ہوگا۔“
 بریلی کے نامور دین تاجی عبد الجلیل جنوی رت (۱۸۶۹ء) مرزا غالب کے خاص
 شاگرد تھے وہ غالب کو اکثر روہیل کھنڈ کے آم بھیجا کرتے تھے جن کا ذکر غالب نے
 اپنے خطوط میں کیا ہے:۔

۱۔ مکاتیب غالب ۳ ص ۷۵ - ۷۶ (مثنیٰ)

۲۔ خطوط غالب حصہ اول ص ۳۲۵

۳۔ خطوط غالب حصہ دوم ص ۱۶۴ - ۱۶۸

”آج بریلی سے ایک پہنچ ایک دوست کی بھیجی ہوئی آنی، دو ٹوکے
 جوڑے میں سو آم، کلو داروغہ نے میرے سامنے وہ ٹوکے سے
 کھولے دو سو میں سے تراسی آم اچھے لکھے اور ایک سو سترہ آم بالکل
 مٹھے ہوئے۔“

غالب ایک دوسرے خط میں قاضی صاحب کو لکھتے ہیں :
 ”ایک سو چوبیس آم پہنچے خدا حضرت کو سلامت رکھے۔“
 قاضی صاحب نے غالب کو بریلی آنے کی دعوت بھی دی جس کے جواب میں وہ لکھتے ہیں :
 ”غالب شگاہد بریلی کی سیر کہاں اور میں کہاں! خود اس فائنل گماہ کی میرے جس
 کو دنیا کہتے ہیں دل بھر گیا۔ اب عالم بے رنگی کا مشتاق ہوں۔“

بریلی میں غالب کے متعدد شاگرد تھے اسی طرح بدایوں، شامبہاں پور، بجنور
 اور مراد آباد میں بھی مرزا کے شاگرد تھے۔ مرزا غالب جب پہلی مرتبہ رام پور آئے
 اور مراد آباد میں مرزا اندراجیک کے مکان پر منشی انوار حسین تسلیم سہسوانی (ف ۳۱۲)
 عثوال شمس) نے ان سے ملاقات کی تو تسلیم سہسوانی نے مرزا غالب کی آمد
 کی تاریخ ”۱۰ قادر خنوزے آمد“ کے نکالی جس سے ۱۲۹۵ ہجری بمقام آمد ہوتے ہیں۔ رام پور
 کے دوران سفر میں مرزا مراد آباد میں ٹھہرے تھے۔ مرزا لکھتے ہیں :
 ”بعد روانگی کے مراد آباد پہنچ کر ہمارا ہو گیا پانچ دن صدر الصدور صاحب
 کے یہاں ٹپا رہا۔ انہوں نے تیار داری اور غم خواری بہت کی۔“

پھر صدر الصدور مولوی محمد حسن خاں بریلوی استغفار برائے روفات تقریباً شہاد

۱۔ خطوط غالب حصہ دوم ص ۲۷۳-۲۷۴

۲۔ ایضاً ص ۲۷۶

۳۔ اعظم کراچی اپریل ۱۹۷۱ء ص ۱۷

۴۔ خطوط غالب حصہ اول ص ۲۱۷

تھے جو اس زمانے میں وہاں صدر الصدور تھے۔ اسی سرد غالب سے خاص تعلقات تھے۔

تکامذہ غالب

روہیل کھنڈ میں مرزا غالب کے بہت سے شاگرد تھے۔ ذیل میں جو ان حضرات کی ایک فہرست ضروری امور کی مراحت کے ساتھ پیش کرے گی کیونکہ تفصیل حالاً تو تکامذہ غالب میں مرقوم ہیں۔

۱۔ احمی، حکیم مظہر احسن خاں رام پوری (پیدائش ۱۲۶۲ھ وفات ۱۸ مارچ ۱۸۹۱ھ) صاحب دیوان، مدیر خود رشید آفاق (نفسہ فار) مالک مطبع مظہری پہلی بحیثیت راجستہ

۲۔ انگڑ، حکیم فتح باب خاں رام پوری (۱۸۳۵ھ - ۱۹۱۲ھ) (بیاض و غیب ۲۸۴) ۳۔ بسمل، شاکر علی دھلام بسمل اللہ بریلوی (۱۳۳۹ھ - ۱۳۶۵ھ) (مجموعہ نعت ۲۰۰۰۰ بسمل) مطبوعہ ۳۸۲ - ۴۰۰

۴۔ بیاض، صاحبزادہ عباس علی خاں رام پوری (تقریباً ۱۲۶۲ھ - ۱۸۰۹ھ) ۵۔ ۱۳۳۵ھ دیوان، گلدستہ خیالی مطبوعہ ۵۰ - ۱۵۲

۵۔ مشتاق، مولوی محمد حسین مراد آبادی (تقریباً ۱۳۲۶ھ - ۱۳۶۵ھ) عالم و اعظم نعت گز، دیوان اردو و تصانیف فارسی مطبوعہ ۲

۶۔ نجم، نواب جمشید علی خاں مراد آبادی تھے مالک جام جمشید روہیل کھنڈ،

۷۔ بعض حضرات نے صدر الصدور سے مراد سر سید احمد خاں سمجھا ہے جو صحیح نہیں ہے۔ ملاحظہ ہو تخلص غالب از فاراد احمد فاروقی (لاہور ۱۹۶۹ھ) ص ۴۰۔

۸۔ تکامذہ غالب، از مالک رام کے صفحات کا حوالہ قوسین میں دیا گیا ہے۔

۹۔ تفصیل کے لیے دیکھئے راقم کا مضمون "غالب کے چند شاگرد" ص ۱۰

۱۰۔ شاعر احمد فاروقی کو ان کی نسبت تلمذ میں کلام ہے تخلص غالب ص ۱۱۳

بند آخر (ص ۷۳ - ۷۵)

۷۔ جنکی، خان بیاد قاضی عبد الجلیل بریلوی (۱۲۵۱ھ - ۲۰ مئی ۱۹۰۰ء)

(ص ۷۶ - ۷۸)

۸۔ جہیز، معشوق علی خاں شاہجہاں پوری (۱۹۵۲ء - اگست ۱۹۲۸ء)

دیوان اردو دیوان فارسی موجد (ص ۸۰ - ۸۲)۔

۹۔ رشکی، عنایت حسین بدایونی، (۱۵ شوال ۱۲۳۵ھ - ۱۲ صفر ۱۳۳۷ھ) (ص ۱۳۸)

۱۰۔ رضوان، رضوان علی خاں مراد آبادی (وف ۱۳۲۹ھ) کلیات "تصویر غریب"

مطبوعہ (ص ۱۲۳ - ۱۲۵)

۱۱۔ رنگی، فراب محمد کریم خاں وٹروی ثم بدایونی (۱۱۳۹ھ - ۱۳۲۱ھ) دیوان

مطبوعہ (ص ۱۳۷ - ۱۴۰)

۱۲۔ رسویش، صاحبزادہ عبدالمطلب خاں رام پوری (پیدائش ۱۳۳۵ھ - وفات نامعلوم)

۱۳۔ سلطان، مفتی سلطان حسن خاں بریلوی (۱۳۲۰ھ - ۱۲ صفر ۱۳۹۹ھ) (ص ۱۵۵)

۱۴۔ سید، مفتی سید احمد بریلوی (وفات ۱۳۵۹ھ - درجہ اولیٰ ائمہ دمان دکنو بارہ)

۱۵۔ شوقی، نادر شاہ خاں رام پوری (ص ۱۷۱ - ۱۷۲)

۱۶۔ شہاب، شہاب الدین خاں رام پوری (پیدائش ۱۳۳۵ھ - وفات نامعلوم) (ص ۱۵۵)

۱۷۔ شہیر، حافظ خاں محمد خاں رام پوری ثم جھوپالی (۱۳۴۱ھ - ۱۹ صفر ۱۳۸۱ھ) (ص ۱۷۳ - ۱۷۵)

۱۸۔ صاحب، محمد حسین بریلوی، (وفات ۱۳۱۷ھ) (ص ۱۹۲)

۱۹۔ صادق، وعیز، عزیز الدین بدایونی (۷ صفر ۱۲۳۳ھ - ۲۴ جمادی الاخریٰ ۱۳۰۰ھ)

۲۰۔ نثار احمد نارتھ کوان کی نسبت گدڑ میں شبہ ہے۔ تلاش غالب ص ۱۱۳، غلط ہے کہ

غالب کے انتقال کے وقت جوہر کہ عمر پندرہ سولہ سال تھی۔ (نادر)۔

۲۱۔ تفصیل کے لئے دیکھیے رقم کا مضمون "غالب کے چند شاگرد"

۱۳۳۵ھ (ص ۱۹۲ تا ۱۹۳)

۱۸۔ حسن علی نجیب آبادی - (ص ۱۹۸)

۲۱۔ غلام نجف خان، حکیم، غفر پوری ثم و پوری (۲۲ شعبان ۱۲۳۷ھ - ۱۸۸۹ء) ۱۳۵
۲۲۔ قضا، صاحبزادہ قضا علی خان رام پوری (پیدائش ۱۲۵۲ھ - وفات نامعلوم)

ص ۲۳۵ - ۲۳۶)

۲۳۔ فتاویٰ جمالی، حکیم محمد حسن سہروردی (وفات ۱۳۱۱ھ) (۲۳۵ - ۲۳۷)

۲۴۔ مائلی، میر عالم علی خان سہروردی (۲۵۲)

۲۵۔ عیسیٰ، عبد اللہ خان رام پوری (ص ۲۵۶)

۲۶۔ مدد بخش، خان بہادر منشی سخاوت حسین بدایونی (۱۲۶۶ھ - ۱۹۰۱ء) ۱۳۷

۲۷۔ مغلوب، افتخار الدین رام پوری (وفات ۱۲۹۵ھ) (ص ۲۶۰)

۲۸۔ منشی، سید چندر رام پوری، میر منشی (تقریباً ۱۲۹۱ھ - ۲۹ دسمبر ۱۸۹۳ء) ۱۳۸

۲۹۔ راقم، فخر الدین رام پوری (ص ۲۶۹)

۳۰۔ راقم، فواب یوسف علی خان والی رام پور (۵ ربیع الثانی ۱۲۳۱ھ - ۲۳

ذی قعدہ ۱۳۱۱ھ) (ص ۳۷۱ - ۳۷۸)

۳۱۔ نظام درختا - فواب مردان علی خان مراد آبادی (وفات ۱۱ جمادی الاخریٰ

۱۲۹۶ھ) مصنف کتب متعددہ کلیات مطبوعہ (ص ۲۸۱ - ۲۸۳)

۳۲۔ فواب کلب علی خان والی رام پور (۲۰ ذی الحجہ ۱۲۵۰ھ - ۱۳۵۹ھ)

۳۷۔ جمادی الاخریٰ ۱۳۰۳ھ - ۱۸۸۷ء)

۱۔ صاحبزادہ الشاہ شمس فرخوردی بدایونی از مولوی رضی الدین بمبئی مطبوعہ کاکس پریس لندن ۱۹۱۰ء
۲۔ ملاحظہ ہو حکیم محمد امجد بکائی کا مقالہ "حکیم غلام نجف خان"۔ العلم غالب نمبر گراچی ۱۳۹۶ھ
۳۔ ملاحظہ ہو راقم کا مضمون "غالب کے چند شاگرد"

۴۔ ملاحظہ ہو مکاتیب غالب (ص ۳۸ - ۴۹) (مقدمہ ص ۱۰۹) (مثنیٰ)

۵۔ مکاتیب غالب ص ۵۴ (مقدمہ) ص ۳۳ - ۳۵ - مثنیٰ۔

۳۳۔ وقار طالب، میرا ابراہیم علی خاں سہرانی رحمتہ اللہ علیہ ۱۳۵۵ھ (۱۸۷۵ء) میں
 مالک رام صاحب نے اپنی کتاب "تلاذذ غالب" میں ایک سو چھیالیس شاگردوں
 کا حال لکھا ہے جن میں سے ۳۳ روہیلہ خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ سہراس علاقہ میں
 غالب کے نامور شاگردوں کے شاگرد بھی ہوئے، علاوہ ازیں کہ خاندان غالب کا یہ سلسلہ
 وسیع تر ہو گا۔ صرف شہر بدایوں میں تھی حضرات کی ہم نشاندہی کرتے ہیں جو ایک واسطے سے غالب
 کے شاگرد تھے۔

مولوی امام الدین رحمہ اللہ شیخ نور الدین بدایونی عالم و فاضل تلمیذ شاہ
 عبدالعزیز و مولوی غیاث الدین صاحب بغیاث اللغات و مرزا الفتہ و ثلث انشائے
 گلزار ہند (مطبوعہ)

حکیم سعید الدین کا مکمل بدایونی۔ یہ حکیم سعید الدین ابن حافظ اساس
 الدین ۱۱۱۲ھ رمضان ۱۲۸۵ء کو پیدا ہوئے طب میں حکیم صادق علی خاں دہلوی کے
 شاگرد تھے ۱۲۸۴ھ جون ۱۳۱۶ء کو فوت ہوئے، انتہایت خوش خط تھے حکیم سعید الدین کے
 لکھے ہوئے چند رسالے راقم کی نظر سے گزرے۔ راقم کے چچا دادا مولوی حکیم سعید اللہ
 قادری (دفن ۱۲۹۸ھ) سے حکیم سعید الدین مرحوم کے بہت گہرے تعلقات تھے۔ حکیم
 سعید الدین کا مکمل تخلص کرتے تھے اور دروازین العابدین عارفت کے شاگرد تھے۔

مولوی انصار حسین زلاکی بدایونی۔ بدایوں کے قدیم باشندے
 خلیفہ مسند، قابل وکیل اور خواجہ الطاف حسین حالی کے شاگرد تھے نعت و منقبت
 میں خوب کہتے تھے سترھ سال کی عمر میں ۱۲ جولائی ۱۹۲۲ء کو انتقال ہوا۔
 یہاں ہم ایک بات کی طرف اشارہ کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ غالب کی مقبولیت اور

۱۔ ملاحظہ ہو مولوی محمد سلیمان بدایونی کا مضمون "بدایوں اور اہل حدیث" مطبوعہ المومنین
 کراچی مارچ ۱۹۵۵ء ص ۳۹

۲۔ انساب شیعہ فرشتہ بدایوں ۴۰-۹۲
 ۳۔ ذوالقرنین بدایوں ۲۸، جولائی ۱۹۲۲ء

غالب پسند کا یہ اثر ہوا کہ بعض حضرات نے غالب سے تلمذ کا غلط انتساب کرنا شروع کر دیا اس کی بعض مثالیں درج ذیل کھنڈ میں بھی ملتی ہیں۔

جنوری علی احمد خاں اتیر بدایونی (ت ۱۹۳۸ء) نہایت عالم فاضل شخص تھے سینٹ جانس کالج آگہ میں عربی و فارسی کے پروفیسر رہے۔ شاعری کا اچھا ذوق رکھتے تھے۔ لغت و منقبت میں ان کا کلام ہے۔ شاعری میں مذاق بدایونی (ت ۱۰ ربیع الثانی ۱۳۰۴ھ) کے سلسلے سے وابستہ تھے۔ جب ان کے ربیب مولوی محمد یعقوب حسین ضیاء القادری بدایونی (ت ۱۱ اگست ۱۳۹۸ء) نے اتیر بدایونی کا کلام "منقبت خواجہ ولی ہند" (مطبوعہ عثمانی پریس بدایوں ۱۳۹۳ء) شائع کیا تو اس کے مقدمہ میں ان کا تلمذ و متوفی و غالب سے ظاہر کیا جو صحیح نہیں تھا، اتیر بدایونی، انری و مری کے انتقال سے دو سال بعد پیدا ہوئے۔ لہذا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اس طرح غالب سے تلمذ کا دعویٰ بھی محض باطل ہے۔ ہم نے تفصیلی بحث اپنے مضمون "مولانا علی احمد خاں اتیر" (مطبوعہ العلم کراچی جنوری ۱۹۵۶ء) کا میں کی ہے۔

مرزا نصیر الدین برلاس عقیل مراوا آبادی (ت ۱۹۰۶ء) ولد مرزا عبدالباری مولوی عبدالقادر غمگین (ت ۱۹۳۸ء) کے پوتے تھے ان کے اہل خاندان بھی عقیل کو تلامذہ مسند غالب میں محسوب کرتے ہیں یہ سب خیال میں صحیح نہیں، انہوں نے اپنے تفصیلی حالات "نگینہ انگشتری سلیمانی" کے نام سے فارسی میں لکھے تھے۔ جس کا اردو ترجمہ ہم نے وقائع نصیر خانی کے نام سے کیا ہے۔ وجود قاضی عبدالقادر خانی (علم و عمل) کی دوسری جلد میں شامل ہے۔ اس خودنوشت میں کہیں ذکر و اشارہ تک نہیں ہے۔

برلاس کے ایک خوش فکر شاعر عبدالرحمن وحشی تھے جو خاندان مفتیاں برلاس کے ایک رکن تھے۔ اس خاندان میں غالب کا چرچا تھا۔ جب غالب کے براء دست شاگرد

لے مکتوب و حمید احمد مسعود بنام راقم مورخہ ۱۱ اگست ۱۹۶۱ء۔

لے ملاحظہ ہو وقائع نصیر خانی کراچی ۱۹۶۱ء (شمارہ علم و عمل جلد دوم کراچی ۱۹۶۱ء)

مفتی سلطان حسن خاں، قاضی مہدی جمیل، جنوں اور غلام ہسم انڈر بسٹل وغیرہ وغیرہ کے عالم بقا ہو گئے تو وہی نے بھی بیسویں صدی کے دوسرے عشرے میں غالب کے تلمذ کا ذکر و اعلان کر دیا۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ اس تلمذ کی کوئی اصلیت نہیں ہے۔ یہ جیسا کہ بریلی و دہلیوں کے واقعات حال سے ہمیں معلوم ہوا ہے۔

اسی طرح بریلی میں ایک اور بزرگ حکیم جمشید علی خاں اختر نے ۱۹۵۱ء میں وہ دراصل دہلی کے باشندے تھے بریلی میں اگر سکونت پذیر ہو گئے تھے اشعر و ادب کا ذوق رکھتے تھے وہ بھی اپنے کو غالب کا شاگرد بتاتے تھے جس کی کوئی حقیقت نہیں۔ شیخ پور، شہر دہلی سے متصل ایک بستی شیخ پور ہے جس میں فاروقی شیوخ کا تدریس خاندان آباد ہے۔ اس خاندان کے ایک نامور فرد حکیم غلام نجف خاں سے غالب کے تعلقات کا ذکر ہو چکا ہے وہ حکیم احسن اللہ خاں وطبری رف سہارن کے شاگرد اور مہنوی تھے ان کے نام غالب کے متعدد خط ہیں۔ ان کے صاحبزادے حکیم ظہیر الدین بھی غالب کے مکتوب الیہ ہیں۔

ظہیر الدین کی طرف سے ایک خط کا جواب ان کے چچا ڈپٹی نجم الدین حمید شیخ پوری کو غور و غالب نے لکھا تھا۔

حکیم غلام نجف خاں کے ایک بھائی حمید الدین تھے وہ دہلی میں کسی اچھے عہد پر ملازم تھے۔ مرزا غالب نے ان کے انتقال پر مندرجہ ذیل قطعہ تارکح کہا ہے:

رفت چوں مولوی حمید الدین! زین جہاں کز فنا عمارتِ اوست
از خزانہ ہرقت و درہنوز پرز آوازہ تغلیتِ اوست

سہ ناکر لطیف حسین ادیب نے ان کو تلامذہ غالب میں شمار کر دیا ہے معارف
اعظم گروہ فردی ۱۹۶۹ء

سہ اردو سے سعلی (مطبع جمیدی کانپور ۱۹۳۲ء) ۲ ۱۴۲

سہ تلاش غالب ۲ ۵۴ - ۵۸

سید الانبیاء شفیع باد	کمان سعید ازل زعزعت اوست
و نخل را چوں فروں کنی بر غلہ	سال فوٹش ہمیں تحقیقت اوست
$۹۳۴ + ۹۳۴ = ۱۸۶۸$ ھ	
و اصل غلہ گشت پسنداری	و نخل در غلہ سال رحلت اوست
$۹۳۴ + ۹۳۴ = ۱۸۶۸$ ھ	
رعز دیاب تا غلط نہ کنی	زبان کہ کھوار غلہ صورت اوست
و غلہ غلہ است بر لب غالب	نگار ہر کس بقدر محبت اوست
$۹۳۴ + ۹۳۴ = ۱۸۶۸$ ھ	

مولانا فضل رسول بدایونیؒ

بدایوں کے ایک نامور عالم تھے، مولانا فضل حق خیر آبادی (ف ۱۲۸۴ھ) سے ان کے خاص تعلقات اور فکری ہم آہنگی تھی۔ رد و باہیت میں مولانا فضل رسول بدایونی کا خاص مٹبرہ ہے۔ زوابعی المدونہ محمد یار خاں سورتنی کی تحریک پر ۱۲۷۳ھ میں حیدرآباد دکن گئے وہاں سترہ روپے پریمیہ ان کا وظیفہ مقرر ہوا جسے محمدی المدونہ خوش عقیدہ مسلمان تھے انہوں نے ان ہی دنوں مولوی غلام امام شہید کو بھی بلایا تھا۔ اتفاق سے شاہی میں شہید کا تعلق قبیل سے تھا لہذا مرزا غالب کو گروہ ہوئی۔ انہوں نے حکیم منہم نجف خاں کو شیخ پرور (بدایوں) دریافت حال کے لئے لکھا تھا۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں۔

لے ملاحظہ ہر تذکرہ علمائے ہند (اردو ترجمہ) ص ۳۸۰

۱۔ اکمل الساری حصہ دوم از مولوی محمد یعقوب ضیاء القادری بدایونی رطبع

قادیسی بدایوں (۱۹۱۷ء) ص ۵۲۴

۲۔ خضعت غالب جلد دوم ص ۷۹

ان کے تعلقات ہوئے اور علی دادی اور شعی و شہزی جملوں میں باریاب ہوئے نواب مصطفیٰ خاں خلیفہ اور مرزا غالب سے بھی تعلقات ہوئے مولوی عبدالقادر لغات اور اصطلاحات کی بھرمار کر پسند نہیں کرتے تھے۔ انہوں نے نہایت لطیف اور نظریاتی انداز میں مرزا غالب کو کھجایا کہ مشکل لغات اور پر شکوہ الفاظ کا استعمال کلام کی خوبی نہیں ہے اور بیطرز و انداز صحت مندانہ فکر اور قبولیت عام کے عنصر سے خلل ہے چنانچہ خواجہ الطاف حسین حالی کہتے ہیں۔

”ایک دفعہ مولوی عبدالقادر رام پوری نے جو نہایت ظریف الطبع تھے جن کو چند روز قلعہ دہلی سے تعلق رہا تھا مرزا غالب سے کسی موقع پر کہا کہ آپ کا ایک شعر مجھ میں نہیں آتا اور اسی وقت دو مصرعے خود موندوں کر کے مرزا کے سامنے پڑھے۔“

پہلے تو رومن گل بھینس کے انڈے سے نکال پھر دوا جتنی ہے کل بھینس کے انڈے سے نکال مرزا سخت حیران ہوئے اور کہا کھاشایہ میرا شعر نہیں ہے مولوی عبدالقادر نے انداز مزاح کہا میں نے خود آپ کے دیوان میں دیکھا ہے اور دیوان ہوتا میں اب دکھا سکتا ہوں۔ آخر مرزا کو معلوم ہوا کہ مجھ پر اس پیرائے میں اعتراض کرتے ہیں اور گویا یہ جملہ ہیں کہ تبار سے دیوان میں اس قسم کے اشعار ہوتے ہیں۔“

مولف تذکرہ کامران رام پور نے اس سلسلے میں یہ نشان دہی کی ہے کہ نواب مصطفیٰ خاں نے مرزا غالب سے کہا کہ مولوی عبدالقادر صاحب نے آپ کے کلام سے طرافت کی ہے۔ حالی اس قسم کے واقعات سے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ ان کی جینیل اور تقریظوں سے مرزا غالب متنبہ ہوئے اور آہستہ آہستہ ان کی طبیعت راہ راست پیدا گئی مرزا غالب نے جب کلکتے میں مشغول (با و مخالف) لکھی تو مولوی عبدالقادر رام پوری کو بھیجی مرزا لکھتے ہیں۔“

”غرض اس تحریر سے یہ ہے کہ مشنوی وہاں کبھی گنجی اور ایک ایک نقل مولیٰ
 کم حسین بگرامی اور مولیٰ عبدالقادر رام پوری اور مولیٰ نعمت علی عظیم
 آبادی اور ان کے ایشال اور نظائس کے پاس بھیجی گئی۔ اگر یہ لوگ جگر پاتے
 تو میری کھال ادھر ڈالتے۔“

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غالب کی نظر میں مولیٰ عبدالقادر رام پوری کا بڑا مقام تھا۔
 مولیٰ عبدالقادر رام پوری کے روزنامے میں مرزا غالب کا ذکر نہیں ملتا اس
 کی وجہ یہ ہے کہ مولیٰ عبدالقادر ^{۱۸۱۱ء} میں بھٹہ ملازمت دہلی پہنچے اور ^{۱۸۱۵ء}
 میں واپس آ گئے اور ^{۱۸۱۸ء} میں وہ دوبارہ گئے اور ^{۱۸۱۹ء} میں ان کا تبادلہ اجپور
 ہو گیا اور اسی زمانے کے لگ بھگ مرزا غالب کا مستقل قیام دہلی میں شروع ہوا۔
^{۱۸۲۵ء} میں وہ رخصت ہو کر اپنے وطن رام پور آ گئے اور ^{۱۸۲۷ء} میں انہوں نے
 یہ روزنامہ چھاپنے کا وطن رام پور میں مرتب کیا۔ پھر ایک مدت کے بعد ^{۱۸۲۹ء} میں
 مولیٰ عبدالقادر کا قلعہ معلیٰ (دہلی) سے تعلق ہوا۔ ^{۱۸۳۱ء} کے بعد کے حالات
 لکھے نہیں گئے اس وجہ سے اس میں مرزا غالب کا ذکر نہیں ہے۔

دہلی گھنٹہ کے فارسی زبان کے بعض شعراء مثلاً عظیمہ احمد علی احمد رام پوری
 مولیٰ علی بخش شرر بدایونی اور مولیٰ ہدایت علی تمکین رسا کن گندر کی ضلع مراد آباد
 سے مرزا غالب کی ادبی چھٹی چارٹی جس پر ہم نے متعلق اظہار خیال کیا ہے۔
 مرزا غالب نے قاضی عبدالجلیل جنوی بریلوی کے نام ایک خط لکھا ہے جس
 سے معلوم ہوتا ہے کہ سہوان (ضلع بدایں) کے کوئی صاحب بھی قاطع برہان کا جواب
 لکھ رہے ہیں مگر ان کے متعلق معلوم نہ ہو سکا کہ کون صاحب تھے۔ ایسا لگتا ہے کہ وہ
 غالب اور حسین تکیہ سہوانی تھے۔

غالب تذکروں میں

اب ہم یہاں ان تذکروں اور ادبی آثار کی نشاندہی کرتے ہیں کہ جن میں غالب کے حالات درج ہیں اور وہ کسی نہ کسی طرح روایتی گھنڈے سے تعلق رکھتے ہیں۔

ریاض الفردوس

مولوی محمد حسین خاں ولد غلام تھلہ رخاں ^{۱۲۴۵ھ} میں شاہجہان پور میں پیدا ہوئے اپنے وطن اور وطن میں تعلیم حاصل کی سیروسیاحت اور ملازمت میں زندگی گزری صوفی مشرب بزرگ تھے انہوں نے ایک کتاب ریاض الفردوس لکھی ہے جو تین حصوں عربی فارسی اور اردو پر مشتمل ہے۔ فارسی اور اردو دونوں حصوں میں مرزا غالب کا ذکر اور ان کی شاعری اور نثر کا نمونہ شامل ہے۔ اردو حصے کا اقتباس تذکرہ ریاض الفردوس کے نام سے شیخ مبارک علی تاجر کتب لاہور نے اپریل ^{۱۹۹۵ھ} میں شائع کر دیا ہے ترتیب و تخریج کا کام مفضل حسین فاضل نے انجام دیا ہے۔

تذکرہ شمیم سخن (جلد اول)

مولوی عبدالحی صفاء کیل (ف ^{۱۹۱۳ھ}) بدایوں کے قدیم باشندے تھے تصنیف و تالیف کا اعلیٰ ذوق رکھتے تھے متعدد کتابیں ان سے یادگار ہیں ^{۱۲۸۹ھ} میں انہوں نے یہ تذکرہ مکمل کیا اور مطبع اڈوالہنڈا (آزاد آباد) میں طبع ہوا۔ اس کی دوسری جلد شاعرات کے حالات پر مشتمل ہے عبدالحی صفاء نے یہ تذکرہ آب حیات ^{۱۲۹۶ھ} مولفہ محمد حسین آزاد سے آٹھ سال قبل لکھا تھا اور محمد حسین آزاد نے تذکرہ شمیم سخن کے مقدمے سے استفادہ بھی کیا ہے مگر حوالہ نہیں دیا۔ تذکرہ شمیم سخن میں غالب کا حال و انتخاب کلام ^{۱۳۵۵ھ} موجود ہے۔

انتخاب یادگار

منشی امیر احمد میتانی نے ^{۱۲۹۶ھ} میں انتخاب یادگار کے نام سے ایک تذکرہ شعراء نواب کلب علی خاں رام پور کے زمانے میں لکھا نام تاریخی ہے یہ تذکرہ ^{۱۲۹۶ھ} میں

تاج المطابع رام پور میں طبع ہوا ہے یہ تذکرہ دو طبقات پر مشتمل ہے پہلے حصے میں دیوان ریاست یا ارکان خاندان ریاست کا تذکرہ ہے اور دوسرے حصے میں رام پور کے دیگر شعراء یا متوکل شعرائے دربار رام پور کا ذکر ہے انتخاب یا دیگر میں مرزا غالب کا حال انتخاب کلام ص ۲۴۰ تا ۲۴۲ موجود ہے رامیر مینائی نے غالب کی تصانیف میں قادر ناسر کا بھی ذکر کیا ہے۔

قاموس المشاہیر

مولوی نظام الدین حسین نظامی بدایونی (ف ۱۹۳۸ء) نے اکابر و مشاہیر کے حالات "قاموس المشاہیر" کے نام سے دو جلدوں میں لکھے ہیں۔ اس کی پہلی جلد ۱۹۱۵ء میں اور دوسری جلد ۱۹۲۶ء میں نظامی پریس بدایوں سے شائع ہوئی قاموس المشاہیر جلد دوم ص ۱۰۹ میں مرزا غالب کے حالات مندرج ہیں۔

انتخاب نریں

مراس مسوونے اردو شعراء کے کلام کا انتخاب مع حالات شعراء "انتخاب نریں" کے نام سے مرتب کیا جو ۱۹۳۱ء میں نظامی پریس بدایوں سے شائع ہوا۔ نظامی نے اس پر مقدمہ لکھا ہے اس میں ۹۹ شعراء کا کلام اور حالات شامل ہیں۔ مرزا غالب کا حال اور انتخاب کلام ص ۳، ۴ تا ۹ موجود ہے۔

داستان تاریخ اردو

پروفیسر حامد حسین (ف ۱۹۶۴ء) قصیدہ بکھر ایوں ضلع مراد آباد کے رہنے والے تھے، ادیب، نقاد اور مؤرخ تھے، ان کی مشہور کتاب "داستان تاریخ اردو" ۱۹۳۵ء میں تالیف ہوئی جس میں اردو شہکاروں کے کام کا تفصیلی اور تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے۔ اس کتاب کا پہلا ایڈیشن ۱۹۴۱ء میں آگرہ سے اور دوسرا ایڈیشن کراچی سے شائع ہوا ہے۔ پروفیسر قادری نے اس کتاب میں غالب کو شہکار اور صاحب طرز ادیب کی حیثیت سے پیش کیا ہے ملاحظہ ہو کتاب ہذا صفحہ ۲۱۱ تا ۲۳۷ (طبع اول)

اعمال نامہ

سربراہ علی رن ۱۱۹۴۹ء کنہر کی ضلع مراد آباد کے باشندے تھے انہوں نے اپنے خود فرشت حالات نہایت دلچسپ انداز میں "اعمال نامہ" کے نام سے لکھے ہیں۔ جس میں انہوں نے غالب سے متعلق اپنے ناقص و ناثرات پیش کئے ہیں اور یہ خیالات بعض اعتبار سے نہایت اہم ہیں اعمال نامہ ۱۹۴۳ء میں دہلی سے شائع ہوا ہے۔ اسی کتاب کے صفحات ۵۷ تا ۶۷، ۷۸ تا ۸۹ اور ۱۰۴ پر غالب کا ذکر ملتا ہے۔

موسم

کلب علی خان خاٹن رام پوری نے موسم و موسمی کے حالات پر ایک تفصیلی کتاب لکھی ہے جس میں موسم کے حالات اور ان کے کلام کا تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے کتاب مجلس ترقی ادب لاہور سے ۱۹۶۱ء میں شائع ہوئی ہے۔ خاٹن رام پوری صاحب نے غالب اور موسمی کے معاصر تعلقات کا جائزہ اسی کتاب کے دس صفحات میں لیا ہے ملاحظہ ہو ص ۲۵ تا ۳۴۔

غالب شناسی

نظامی بدایینی

آج غالب شناسی کے نعروں سے تمام عالم گرج رہا ہے اور ہر صغیر پاک و ہند کی توفیقاً بیسٹ طور سے اس نرے محب ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ بیسویں صدی کے شروع میں غالب شناسی کا آغاز ہوا۔ یہاں ہم ان غالب شناسوں کے کام کا جائزہ لیں گے۔ جن کا تعلق زور و میل کنڈھے سے ہے غالب شناسی کی خشت اول نظامی پریس بدایین کے مالک و بانی اور اخبار ذوالقرنین (بدایین) کے مدیر مولوی نظام الدین

نے غالب کی یادگار قائم کرنے کی اولین تجویز بھی مولوی علی رنقا و نظام مراد آبادی نے پیش کی تھی ملاحظہ ہو غالب شاعر امروز و فردا، ڈاکٹر فریدان قیصر پوری (لاہور ششما) ص ۴۰-۴۱۔

عسین نظامی بایرنی نے رکھی۔ محمد احمد کاظمی کہتے ہیں :-

”ہیان کیا جاتا ہے کہ سر اس مسعود مرحوم ایک مغربی سیاح کے ساتھ دلی کی سیر کر رہے تھے۔ سیاح کی فرمائش پر کہ ہندوستان کی قومی زبان کے سب سے بڑے شاعر کا کلام اسے دکھایا جائے۔ نواب صاحب نے دلیان غالب کا ایک نسخہ خرید کر اسے پیش کیا جس پر اسے حیرت اور نواب صاحب کو شرمندگی ہوئی۔ چنانچہ اس کے بعد نواب صاحب کی تحریک پر نظامی صاحب نے مرزا غالب کے دلیان کا ایک صحیح نسخہ عمدہ کتابت اور طباعت کے اہتمام سے شائع کیا اس کے بعد مرزا غالب کے کلام کے سینکڑوں انڈیشن نکلے لیکن ان میں پہلا قدم نظامی صاحب ہی کا انڈیشن ہے۔“

ڈاکٹر سید محمود سابق وزیر تعلیم صوبہ بہار رقم طراز ہیں :-

”ان سر اس مسعود کی تحریک پر مولانا نظامی بایرنی نے دلیان غالب کا پہلا انڈیشن انیسویں صدی کا قلم اور صاف نسخہ ہی چھپائی کے ساتھ ملک میں پہلی بار پیش کیا۔ دوسرا انڈیشن اور زیادہ عمدہ اور صحت کے ساتھ ٹھکانا پتا چلا کہ اہل ملک غالب کی عظمت کو پہچانتے اور اس ترجمان حقیقت کے فلسفیانہ خیالات کو سمجھنے لگے ہیں۔ ان دونوں اشاعتوں کے بعد اس ریچ میز نے نظامی صاحب کے ایک خط کا جواب دیتے ہوئے تحریک کی کراہت قیصر انڈیشن باکٹ انڈیشن کی صورت میں پہنچا ہے اور اس کے ساتھ ہی اور تجاویز پیش کیں۔ مولانا نظامی نے میر تقی میر کو منظور کر لیا لیکن اس تصور کے ساتھ ہی میری سزا بھی تجویز کر دی کہ مجھ سے فرمائش

کی کریمیرے اڈیشن کا مقدمہ رقم لکھو۔

امتیاز علی عرش رام پوری لکھتے ہیں۔

نظامی بدایونی نے دیوان غالب سادہ اور باشرح کے مقدمہ بہترین نسخہ شائع فرما کر ملک پر بہت بڑا ادبی احسان کیا تھا۔ سب سے پہلے آپ ہی نے غالب کے اردو دیوان کے فارسی دیباچہ کی تارکچہ ایک رام پوری نسخہ کی مدد سے درج احمد علی شوق قدوائی مرحوم کے پاس تھا ۲۴۸ صفحہ متعلقین کی نیر نامی پریس کانپور کے بعد حسن طباعت کا جو اعلیٰ معیار آپ نے قائم کیا تھا وہ آج بھی قابلِ داد و ستاد ہے۔

نظامی بدایونی نے دیوان غالب کا پہلا اڈیشن ۱۸۶۷ء سنہ ۱۲۸۵ھ میں شائع کیا ۱۹۱۸ء میں دوسرا اڈیشن اور پھر تیسرا اڈیشن شائع ہوا جس میں ڈاکٹر محمود کا فاضلانہ مقدمہ شامل ہے۔ اس اڈیشن کے ساتھ نظامی بدایونی نے مختصر شرح بھی شائع کی جو دراز کے خطوط کی روشنی میں مرتب کی گئی جس کی وجہ سے اس شرح کی ایک استثنائی صورت پیدا ہو گئی۔ ۱۹۳۶ء تک نظامی پریس بدایوں سے دیوان غالب کے سات اڈیشن شائع۔ جن میں بعض اڈیشن کئی کئی ہزار کی تعداد میں چھپے۔

نظامی بدایونی نے غالب کے حالات میں ایک کتاب "نکات غالب" مرتب کی جس کا پہلا اڈیشن جنوری ۱۹۳۲ء میں شائع ہوا یہ کتاب تین حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصے میں غالب کی خود نوشت، دوسرے میں ادبی نکات اور تیسرے حصے میں لطائف و ظرائف ہیں۔ یہ سارا مواد غالب کے خطوط سے لیا گیا ہے۔

نظامی بدایونی، نظامی پریس بدایوں سے ایک ہفتہ وار اخبار "ذوالقرنین" شائع کرتے تھے۔ یہ نہایت بخیدہ علمی و تہذیبی اخبار تھا، یہ اخبار ۱۹۳۷ء سے جاری ہوا

اس اخبار میں مرزا غالب کا کلام اور ان سے متعلق اکثر مضامین شائع ہوئے۔ اگست ۱۹۰۶ء میں اس قابلِ قدر اخبار کے مکمل نمائندہ ۱۹۰۶ء تا ۱۹۰۷ء مولوی حمید الدین نظامی صاحب کی عنایت سے دیکھنے کو مل گئے۔ جس کے لئے ہم ان کے شکر گزار ہیں۔

اخبار ”ذوالقرنین“ بدایوں میں جو مضامین مرزا غالب سے متعلق شائع ہوئے ہیں ان کا ایک اشاریہ درج ذیل ہے۔

۱۹۱۱ء مرزا غالب مظلوم و مظلوم، معین الدین شاہجہاںپوری (۱۹ جون ۱۹۱۱ء)
۱۹۱۶ء مرزا غالب کے مزار کی مرمت (۱۶ اگست ۱۹۱۶ء)

۳۰۔ مرزا غالب کے مزار کی مرمت
۳۱۔ مرزا غالب سے ملنے بغضی راویہ کی بیجا تنقید (نظمی) بدایونی۔
۳۲۔ مرزا غالب کے مزار کی مرمت

سہروردی غائب ہے ملکی بغضی راودہ کی بیجا تنقید، نظم نامی بددیوانی۔
(۲۸ اکتوبر ۱۹۳۵ء)

۴۔ مرزا غالب کا اردو کلام - محمد یحییٰ تنہا - (۱۹۴۸ء)

۱۹۳۶ء۔ غائب کے عیب جواز و مداح۔ نظامی بدلینی۔ ۱۶ اگست ۱۹۳۶ء

۴۔ مرزا غالب کے مزار کی تعمیر۔ (۲۸ مارچ ۱۹۳۲ء)

۴۔ حضرت غائب دہلوی کے قد ششاسوں کی خدمت میں رموی مجلس پرشاد
(۲۷ نومبر ۱۹۳۳ء)

مکتوب الہیم کے حالات کی بابت

۸۔ دوا دیویں کی علمی چٹیر چھاڑا اور ان کا مقدمہ (مرزا غالب اور امین الدین)
(اگست ۱۹۳۳ء)

۹۔ مریخاں اور زبان کے سب سے بڑے شاعر تھے۔ (۲۸ فروری ۱۹۵۵ء)

۱۰۔ غالب کی یادگار۔ ایک مشورہ۔ (اداریہ) (۶ ستمبر ۱۹۵۶ء)

۱۱۔ ارغائب و تندرستی (۳۳۳) ۱۹۵۷ء

۱۳۔ دیوان غالب داروغہ کا ایک اور نام مخطوطہ ہے۔ راجہ جلالی ۱۹۶۰ء

۳۔ غالب پرتاج مکھ جو کچھ کھا گیا (اوارہ) (۳۱ ستمبر ۱۹۶۵ء)

لکھنؤ، ۱۲ مارچ ۱۹۷۱ء کو

۱۰۔ غالب کی کہانی خود ان کی زبانی - (۱۳ فروری ۱۹۶۶ء)

۱۱۔ غالب - شخصیت اور شاعری - ملک رام قسطنطاول (۲۶ فروری ۱۹۶۶ء)
۱۲۔ غالب کی رنگیناں خطوط کے ذریعے گایاں بھیجی جاتی تھیں - اداریہ -

(۴ مارچ ۱۹۶۶ء)

۱۳۔ غالب کی شخصیت - پروفیسر رشید احمد صدیقی (۲۱ مارچ ۱۹۶۶ء)

۱۴۔ غالب کے کلام میں طنز و طعانت - (۲۱ مئی ۱۹۶۶ء)

۱۵۔ غالب نا - (۲۸ مئی ۱۹۶۶ء)

۱۶۔ غالب کے مغلوبوں کو جواب - ابراہیم فاروقی (۱۳ جون ۱۹۶۶ء)

ڈاکٹر عبدالرحمن بجنوری

دو ایسے ناٹک کے نظامی ڈریشن کے بعد اس کا شہرہ آفاق ڈریشن ۱۹۶۱ء میں
”نسخہ حمیدیہ“ شائع ہوا جس میں نواب محبوباں حمید الشہاں کا سوانحہ شامل ہے ترتیب
و تہذیب کے فرائض مفتی انوار الحق نے انجام دیئے ہیں اس پر معرکہ آراء مقدمہ ڈاکٹر
عبدالرحمن بجنوری نے لکھا ہے یہ مقدمہ مستغنی عن التبصرہ ہے اس کا مندرجہ ذیل پہلا
مجلد زبان زور باب شعر و ادب ہے -

”ہندوستان کی الہامی کتابیں دو ہیں مقدس وید اور دیوان غالب“

ڈاکٹر بجنوری مرحوم کا یہ مقدمہ ۱۹۶۱ء میں بابائے اردو مولوی عبدالحق صاحب
نے رسالہ اردو (لاہور) میں شائع کر دیا تھا - اس کے بعد کتابی شکل میں شائع ہوتا رہا -
امتیاز علی عرشی

روہیل کھنڈ کے ارباب علم و فضل میں بحیثیت غالب شناس مولانا امتیاز علی عرشی کا
اسم گرامی سرفہرست ہے اور انہوں نے غالب شناسی کے میدان میں بلاشبہ عظیم کارنامے
انجام دیئے ہیں اور صرت کی یہ بات ہے کہ ان کی سرپرستی میں یہ روایت اور آگے بڑھ رہی
ہے اس سلسلے میں ان کے مندرجہ ذیل کارنامے نہایت اہم ہیں -

مکاتیب غالب

عرشی صاحب نے ۱۲۳۹ھ میں نہایت فاضلانہ مقدمہ و حواشی کے ساتھ غالب کے وہ خطوط مرتب کیے جو غالب نے والیان ریاست رام پور و ناب یوسف علی ناظم انوب کلب علی خاں اور دوسرے رام پوری حضرات کو لکھے تھے۔ اس کی اشاعت کے بعد سوانح غالب کے بعض نئے گوشے روشنی میں آئے۔ اس کا چھپا ایڈیشن ۱۲۴۹ھ میں شائع ہوا جو ہمارے پیش نظر ہے۔

انتخاب غالب

یہ غالب کے اردو اور فارسی کلام کا وہ انتخاب ہے جو انہوں نے نوب کلب علی خاں کی فرمائش پر ۱۲۶۶ھ میں کیا تھا۔ امتیاز علی عرشی صاحب نے اس پر ایک عالمانہ مقدمہ لکھا ہے اور مرزا کی شاعری پر پچھترہ تبصرہ فرمایا ہے۔ پہلے فارسی کا اور پھر اردو کا انتخاب ہے۔ عرشی صاحب نے شرح بھی شامل کی ہے۔

دیوان غالب (نسخہ عرشی)

۱۲۹۵ھ میں انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ سے یہ دیوان شائع ہوا ہے تقریباً پروفیسر آل احمد سرور نے لکھی ہے۔ عرشی صاحب نے ۱۲۰ صفحات کا مقدمہ لکھا ہے اس نسخے میں مرزا غالب کے اردو کلام کو تاریکی ترتیب سے پیش کیا گیا ہے۔ یہ حصہ تین حصوں میں منقسم ہے۔

گنجینہ معنی

اس میں وہ تمام اشعار شامل ہیں جو نسخہ حمید ریہ اور نسخہ شیرانی میں تو موجود ہیں مگر ۱۲۴۴ھ کے مرتب کئے ہوئے دیوان سے مرزا غالب نے خارج کر دیے ہیں۔

نوائے سرودش

یہ حصہ اس کلام پر مشتمل ہے جو مرزا غالب نے اپنی زندگی میں چھپا کر تقسیم کیا۔ یہ متداول نسخہ ہے۔

یا دو گارنا لا

اس حصے میں دو سارا متفرق کلام شامل کر دیا گیا جو ادھر ادھر سے ملا۔

مثنوی دعائے صباح

مرزا غالب نے حضرت علیؑ سے منسوب ایک دعا کا فارسی منظوم ترجمہ کیا ہے۔
استیاذ علی عرشی صاحب نے نقلی نسخے کے مطابق اس کا متن مرتب کیا جو نگار گھنوا
(مئی ۱۹۴۴ء) میں طبع ہوا ہے۔

فرہنگ غالب

غالب نے فارسی، عربی، ترکی، اشکرت، ہندی اور اردو لغات کی تحقیق و تشریح جو وقتاً فوقتاً تخطیط و تخیرو میں کی ہے۔ اس کو اس کتاب میں عرشی صاحب نے
جمع کر دیا ہے یہ کتاب ۱۹۴۴ء میں رام پور سے شائع ہوئی ہے۔

سید باغ دودر

غالب کی یہ کتاب ۱۲۸۳ھ میں مرتب ہوئی جیسا کہ اس کے تاریخی نام سے ظاہر
ہو سکتا ہے۔ استیاذ علی عرشی صاحب نے سید باغ دودر کی تفصیل و حواشی نگاری کا کام
انجام دیا تھا۔ یہ مواد مشہور علی مجلہ اردو، کراچی جنوری تا مارچ ۱۹۶۹ء غالب نمبر
میں شائع ہوا ہے۔

مسودہ قاطع برہان

غالب نے برہان قاطع کے جس نسخے کے جاشیے پر اپنے اعتراضات لکھے تھے
وہ اب ضالا نمبر میری رام پور میں آگیا ہے۔

اسے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ غالب نے قاطع برہان میں اپنے
تمام اعتراضات شامل نہیں کئے، بلکہ زبان و تخیرو میں تبدیلی کی ہے۔ عرشی صاحب
نے اس کتاب میں ان تمام حواشی کو جمع کر دیا ہے اور ان پر تبصرہ اور محاکرہ کیا ہے۔

مکاتیب غالب (فارسی)

اس مجموعہ میں عرش صاحب نے غالب کے تمام مطبوعہ اور غیر مطبوعہ خطوط کو تاریخی ترتیب کے ساتھ جمع کیا ہے۔ اور مختلف نسخہ کی روشنی میں ان کے متن کی تصحیح کی ہے یہ قابل قدر مجموعہ ابھی تک زیر طبع سے آراستہ نہیں ہوا ہے یہ

اکبر علی خاں

پدر تمام نگندہ پیر نام گند کے مصداق حضرت عرشی رام پوری کے فرزند اکبر علی خاں نے بھی مرزا غالب کو اپنی تحقیق کا موضوع بنایا ہے اور وہ اس سلسلے میں خاصا کام کر رہے ہیں اور غالب سے متعلق بہت سی چیزیں جو کچھ محمول میں پڑی تھیں، تلاش کر کے وقف عام کر رہے ہیں۔

نسخہ عرشی زادہ

غالب کے سلسلے میں ان کا سب سے زیادہ چڑکا دینے والا کام نسخہ امر وہہ (خطی) ملوکہ توفیق احمد قادری مالک نیشنل بک ڈپو امر وہہ کی اشاعت ہے، لیکن معاصرانہ چشمک اور علمی آنکھ محوئی کی شاید یہ بدترین مثال قائم ہوئی کہ اس کی اشاعت کے بعد وہ غیر پسندیدہ منزلوں سے گزر رہے ہیں۔ اور یہ سب کچھ انہیں غالب شناسی بلکہ غالب پرستی کی وجہ سے جھگڑنا پڑ رہا ہے۔ یہی بات تو یہ ہے کہ بے چارے سے غالب پر بھی تو ایسے سخت مقام آئے تھے۔

مکات غالب (اردو) و رقعات غالب (فارسی)

یہ مجموعہ دس دہائیوں کے پیش نظر تیار ہوا تھا اور اسی کام میں آج بھی اس کا پہلا ایڈیشن مطبع سراہی لاہور میں ۱۹۶۶ء میں طبع ہوا اور اس کا دوسرا ایڈیشن جموں ایڈیشن کشمیر ایڈیشن آن آرٹس، کلچر اینڈ لینگویج، سری نگر کی طرف سے اکتوبر ۱۹۶۶ء میں طبع ہوا جس کی ترتیب و تنسیخ اکبر علی خاں نے انجام

بخط غالب

اکبر علی خاں ایک ایسا مرقع ترتیب دے رہے ہیں جس میں غالب کے اپنے کلام سے کبھی ہوئی تحریروں کے عکس شامل ہوں گے۔ ایسی بہت سی تحریریں مختلف کتب خانوں میں موجود ہیں یا ان کے عکس مختلف اوقات میں اخبارات پرائمر اور کتابوں میں شائع ہوتے رہے ہیں۔

غالبیہ

غالب سے متعلق جو کچھ ہوا مواد مختلف کتابوں، رسائل، یا دو اشعار وغیرہ میں ادھر ادھر پڑا ہے۔ اکبر علی خاں اس کو بڑی محنت سے جمع کر رہے ہیں جو غالبیہ کے عنوان سے شائع کیا جائے گا۔

اکبر علی خاں نے غالب سے متعلق بہت سے قابل قدر مضامین بھی لکھے ہیں۔
نثار احمد قادری

امروہہ مراد آبادی کا مولود منشا ہے ایک علی خاں کے رکن میں غالب پر انہوں نے کچھ پندرہ برس میں تقریباً دو درجن مضمون لکھے ہیں جن میں سے دس مضمون "تک مشرق" کا مضمون کے پیش نظر تلاش غالب کے نام سے "مشرق" میں کتابیات اور سے شائع ہوئے ہیں۔ یہ کتاب لطیف عارف صاحب کے نام مضمون کی گئی ہے۔

تلاش غالب

اس کتاب کا ایک ایڈیشن "مشرق" ہی میں ہندوستان سے اس نام "تلاش غالب" سے شائع ہوا ہے۔ جو مکتبہ کوہ نور پریس دہلی میں چھپا ہے اور اس کے ناشر خلیل عباس جہاںی (مکتبہ شاہراہ اردو بازار دہلی) میں یہ کتاب لطیف الزماں خاں کے نام مضمون کی گئی ہے۔ ہندوستانی ایڈیشن چلے چھپا ہے۔ مگر پاکستان ایڈیشن میں اس کا کوئی حوالہ نہیں ہے، ہندوستانی ایڈیشن میں کیا وہ مضمون شامل ہیں۔ دونوں ایڈیشنوں میں دو دو مضمون مختلف ہیں۔

غالب کی آپ بیتی

غالب کے مکاتیب کی مدد سے نہایت حسن و سلیقہ کے ساتھ یہ کتاب چار ابواب میں مرتب کی گئی ہے پہلی مرتبہ نقوش آپ بیتی منبر لاہور (جون ۱۹۶۳ء) میں طبع ہوئی۔ نسخہ امروہہ کا عکس "بیاض غالب بخط غالب" کے عنوان سے نقوش لاہور غالب نمبر (حصہ دوم) (اکتوبر ۱۹۶۹ء) میں محمد طفیل صاحب مدیر نقوش نے شائع کیا ہے اور اس کی اشاعت بلاشبہ جہتم بالشان کام ہے اس میں بیاض غالب کے علاوہ بھی غالب کے متعلق قیمتی مضامین شامل ہیں۔ نسخہ امروہہ پر یعنی بیاض غالب کی دریافت کی کہانی کے عنوان سے نثار احمد فاروقی نے ایک معتد مر کھا ہے حقیقت یہ ہے کہ فاروقی صاحب کے بھرپور تعاون کی بدولت پاکستان میں یہ نسخہ شائع ہو سکا۔

ڈاکٹر عبادت بریلوی

ڈاکٹر عبادت بریلوی کا آبائی وطن بریلی (روہیل کھنڈ) ہے ایک علمی خاندان کے رکن ہیں۔ اردو زبان کے نامور استاد اویس اور مصنف ہیں۔ انہوں نے غالب سے متعلق کئی کتابیں لکھی ہیں تحقیق سے زیادہ ان کا میدان تنقید ہے۔

غالب کا فن

اس کتاب میں ڈاکٹر عبادت بریلوی نے غالب کے فن اور جمالیاتی پہلو کا تنقیدی جائزہ پیش کیا ہے اس سلسلے میں وہ خود رقم طراز ہیں۔

"میں غالب کی تخلیق جمال کے عوامل اور محرکات کا سراغ لگاؤں اور اس کے مختلف عناصر کا تنقیدی تجزیہ کروں یہ کتاب "غالب کا فن" ان کی اس تخلیق جمال کے عوامل و محرکات کی تلاش و جستجو کی ایک داستان اور اس کے مختلف عناصر کے تنقیدی تجزیے کی ایک کہانی ہے۔"

انتخاب خطوط غالب

ڈاکٹر عبادت بریلوی اور مشرف انصاری نے غالب کے خطوط کا انتخاب ایسے

ایسے عنوان کے تحت پیش کیا ہے کہ غالب کی خود نوشت سوانح عمری مرتب ہوگئی ہے شروع میں ایک قابل قدر مقدمہ تحریر فرمایا ہے یہ انتخاب نصابی ضرورت کے تحت کیا گیا ہے۔

غالب اور مطالعہ غالب

ڈاکٹر عبادت بریلوی کی ایک اور قابل قدر کتاب (غالب اور مطالعہ غالب) ہے جس میں انہوں نے غالب معجز بیان کے سوا نظم و نثر کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ لیا ہے۔ یہ کتاب رائٹرز اکیڈمی لاہور سے شائع ہوئی ہے۔

پروفیسر آل احمد سرور

جاییں (روسی کسٹم) وطن ہے، اردو زبان کے مشہور استاد، ادیب اور نقاد میں غالب سے متعلق انہوں نے بہت سے تنقیدی مضامین لکھے ہیں۔ غالب پر ایک مضمون ان کے مجموعہ مضامین ’نئے اور پرانے چراغ‘ میں بھی شامل ہیں ان کے علاوہ ہم مندرجہ ذیل مضامین کی نشاندہی کر سکتے ہیں۔

اردو اور رنگ آبا و ااپریل ۱۹۳۱ء

روح ادب کراچی شمارہ ۱۹

اردو ادب، غالب نمبر ۱۹۶۹ء

ادب لطیف، جولائی ۱۹۵۵ء

علی گڑھ میگزین، غالب نمبر جنوری ۱۹۶۹ء

دردِ نذرہ و محاصہ غالب مرتبہ پریم پال انک

قومی زبان، کراچی دسمبر ۱۹۶۹ء

ہماری زبان علی گڑھ مدر فردی ۱۹۶۹ء

۱۵ مارچ ۱۹۶۹ء

غالب

غالب کا زمینی ارتقاء

غالب کی عظمت

غالب اپنی شخصیت کے آئینے میں

غالب اور جدید ذہن

غالب کی زبان

نسو عرشی زلہ

غالب صدی کی تفریبات

غالب اردو اور ہندوستان

پروفیسر حامد حسن قادری

حامد حسن قادری - علمی و ادبی حلقوں میں کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں وہ اردو زبان کے مشہور مورخ و محقق ہیں۔ اگرچہ غالب پر ان کی کوئی مستقل تصنیف نہیں ہے لیکن انہوں نے غالب پر جو کچھ لکھا ہے وہ غالب شناسی میں قابل قدر اضافہ ہے

انتخاب غالب (اردو)

حامد حسن قادری مرحوم نے ۱۹۱۴ء میں غالب کے اردو ویران کا انتخاب کیا تھا۔ اس کا خطی نسخہ ان کے خاندان میں موجود ہے۔

انتخاب غالب (فارسی)

قادری صاحب نے غالب کے فارسی کلام کا بھی انتخاب کیا ہے اور غرضی وقت نظر کا ثبوت دیا ہے اس کے ساتھ شرح بھی شامل ہے، اس کا خطی نسخہ بھی ان کے خاندان میں موجود ہے۔

نقد و نظر

حامد حسن قادری کی مشہور کتاب "نقد و نظر" میں غالب پر مندرجہ ذیل مضمون شامل ہیں۔

۱۔ غالب کی شرحیں

۲۔ مزاحیہ شرح غالب پر ایک نظر

۳۔ کلام غالب کی تصنیفیں۔

اس کے علاوہ قادری صاحب کے مندرجہ ذیل مضمون بھی ملتے ہیں۔

غالب کے دو شعر سب ری، حیدر آباد دکن مارچ ۱۹۳۲ء

انگار غالب اردو، کراچی اکتوبر ۱۹۵۵ء

غالب مومن، ذوق انکار، کراچی جنوری فروری ۱۹۶۹ء

لے سین الرجن صاحب نے اس کی اشاعت کا ذکر کیا ہے۔ مگر مطبع وغیرہ کا ذکر نہیں کیا ہے (اشارہ غالب ۳ ۲۶۸)

۱۹۶۹ء

آج کل غالب نمبر

خطوط غالب

ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی

پھر ایملی (خلع مراد آباد) کے رہنے والے ہیں۔ دہلی یونیورسٹی میں صدر شعبہ اردو ہیں انہوں نے بھی غالب پر بہت کچھ لکھا ہے۔ اردوئے معلیٰ (دہلی یونیورسٹی) کا ایک خاص شمارہ فروزیؒ ۱۹۶۹ء "غالب نمبر" کے عنوان سے شائع کیا جس اوارڈ کے فرائض خود انہوں نے انجام دیئے۔ اس میں اہی کے بھی کئی مضمون شامل ہیں۔

۱۔ غالب کے ایک شاگرد مولانا بیدل (عبدالمصیب بیدل رام پوری)

۲۔ غالب اور بے قصیر

۳۔ غالب کے چند غیر مطبوعہ فارسی رقعات حضرت عظیمی کے نام

اہی کے علاوہ مندرجہ ذیل مقالوں کی ہم اور نشاندہی کر سکے ہیں۔

۴۔ چند نادروں... - آج کل دہلی - اپریل ۱۹۵۴ء

۵۔ غالب کی عظمت - فروغ اردو کمیٹی غالب نمبر ۱۹۶۹ء

۶۔ غالب کا سنگے شعر - صحیفہ لاہور غالب نمبر اجنوری ۱۹۶۹ء

۷۔ دو شعر و ادب میں غالب کا مقام - اہتمامیہ، دہلی ہیا و غالب ۱۹۶۹ء

۸۔ غالب کی شخصیت اور شاعری میں ترکی و ایرانی عنصر - گیلوین اسلامیاہ کالج امرتلی

غالب نمبر ۱۹۶۹ء

۹۔ غالب کا مقدّم پیشین - نقوش لاہور غالب نمبر ۱۹۶۹ء

ڈاکٹر عابد رضا بیدار

ڈاکٹر عابد رضا بیدار کشمیر ادیب و مصنف ہیں۔ انہوں نے رام پور انسٹی ٹیوٹ آف اورینٹل اسٹڈیز (کلاں محل دہلی) کی طرف سے "غالب اسٹڈیز" کے عنوان سے ایک سلسلہ اشاعت شروع کیا ہے ہر سال اس سلسلے کے چھ شمارے شائع ہوتے گئے ان کا خیال ہے کہ اس سلسلہ اشاعت کے ذریعے غالب سے متعلق تمام ضروری مواد

شائع ہو جائے گا اس کا پیر سرخو ڈاکٹر عابد رضا بیدار ہیں۔ پہلے سال کے چھ شمارے
شائع ہو چکے ہیں۔ جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

غالبیات فر۔ ڈاکٹر عابد رضا بیدار
غالب کی عظمت علی گڑھ اور دہلی کے سیناروں کی مکمل روداد۔
انتخاب غالب (اردو) جو غالب نے ریم پور بھیجا تھا۔
غالب کے اہم معاصر تسمین کا دیوان۔
غالبیات فر۔

شربک غالب۔ نواب یوسف علی خاں نالہ کے دیوان کا انتخاب۔
ڈاکٹر عابد رضا بیدار کے غالب سے متعلق مندرجہ ذیل مقالے بھی شائع ہوئے ہیں۔
لحنت لحنت ماہ نو، کراچی۔ فروری ۱۹۶۲ء
کن ہوں جیے چہر جگر لحنت لحنت کو۔ شبستان دہلی۔ فروری ۱۹۶۶ء
غالب کی تفہیم صوفیہ لاہور غالب نمبر ۳ مکتبر ۱۹۶۹ء۔

پروفیسر یوسف سلیم چشتی
پروفیسر یوسف سلیم چشتی۔ بریلی و دہلی کھنڈا کے قدیم باشندے ہیں لاہور میں
سکونت پزیر ہیں علمی دنیا میں کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ انہوں نے دیوان غالب
(اردو) کی ایک ضخیم اور مفصل شرح لکھی ہے۔ جو عشرت پبلیشنگ ہاؤس (لاہور) سے
پہلی بار ۱۹۵۶ء میں شائع ہوئی۔ اس شرح کی تقریب کے متعلق چشتی صاحب لکھتے
ہیں۔

”ہندوستان اور پاکستان میں جس قدر شروح شائع ہو چکی ہیں میں نے ان
سب کا مطالعہ بالاستیعاب کیا مگر شکل و رنگ اشعار کا مطلب کسی
شرح سے بھی کچھ بڑا وسیع نہ ہو سکا۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو میں ہرگز

شرح لکھنے کی جرات نہ کرتا "

کتاب کے شروع میں پروفیسر سلیم چشتی صاحب نے ایک طویل مقدمہ لکھا ہے جس میں وحدت الوجود کے مسئلے پر خاص طور سے روشنی ڈالی ہے اور کلام غالب میں اس کے اثرات کو واضح کیا ہے غرض کہ "غالبیات" کے سلسلے میں ایک قابل قدر اضافہ ہے۔
کوثر چاند پوری

کوثر چاند پوری، حکیم علی کوثر، چاند پور ضلع بجنور کے رہنے والے اور اردو کے مشہور ادیب ہیں انہوں نے ایک کتاب "جہاں غالب" لکھی ہے جو جون سنہ ۱۹۶۶ء میں مکتبہ کائنات لاہور سے شائع ہوئی ہے۔ سبب تالیف کے سلسلے میں کوثر چاند پوری صاحب لکھتے ہیں:-

"جہاں غالب" وقت اور خود کلام غالب کے ہیئت سے مطالبوں اور تقاضوں کو پورا کرتی ہے اور غالب کے ماحول سے لے کر اس کے فلسفہ زندگی تک تحقیق اور تنقید کی سیدھی شاہراہ پر چلتی ہے۔ اس میں نہ بالکل مخالفانہ نقطہ نظر ہے نہ غالب پرستی کا غیر معقول رجحان بلکہ تحقیق اور تنقید کا ایسا تامل میل ہے جس میں غالب کی سیرت کردار اور فکر و خیال کی بلندی نیز اسلوب بیان کے تمام انقوش واضح ہو جاتے ہیں۔"

صادقین

صادقین، امروہہ (ضلع مراٹھا آباد) کے قدیم باشندے اور پاکستان کے مشہور فن کار ناصر منصور اور باوقوف شاعر ہیں۔ ان کے مرقم نے غالب کے جذبات و افکار کو تصویر کے آئینے میں جس فنکاری سے پیش کیا ہے یہ ان ہی کا حصہ ہے۔ ان کے ان مصورات شاعروں کو ملک میں بڑی مقبولیت حاصل ہوئی۔ غالب سے متعلق ایک نکتہ ان کے تین مرقعے منصفہ مشہور و پکارچکے ہیں۔

(۱) ۱۹۶۹ء میں یونائٹڈ بیک کراچی ہنے ایک نہایت قیمتی ڈائری شائع کی جس میں صادقین نے بارہ تصاویر پیش کی ہیں۔ جو ان کے ندرت خیال کا اچھا نمونہ ہیں۔
 (۲) محمد طفیل صاحب مدیر نقوش لاہور نے ۱۹۷۰ء میں جو بیاض غالب (نومبر و دسمبر) شائع کی ہے اس میں صادقین کے بارہ شاہکار شامل ہیں۔
 (۳) صادقین نے ۱۹۶۹ء میں غالب سے متعلق مستقل ایک رقعہ پیش کیا ہے جس میں اپنے کمال فن کا مظاہرہ کیا ہے۔ غالب اور صادقین کی ہم آہنگی کے لئے صادقین کے مندرجہ ذیل الفاظ ملاحظہ ہوں۔

”رختِ تخمیل اور جدت طرازی غالب اور صادقین کے فن کی فطرت اور اور ندرت تخلیق ان کی طلب ہے اسی مقام سے دونوں کا فن ہم آہنگ ہو کر عصرِ فردا کی منزل کی جانب رخ کرتے ہیں جس کی صدی قلب فردا میں پریست ہیں“

بانداز غالب

غالب نے اپنے زمانے اور ماحول کے ساتھ ساتھ اپنی اپنی بات چیت کے انداز اور خیالات سے متاثر ہوئے۔ بعض نے تحسین و تقلید کا رویہ اختیار کیا تو کچھ ایسے بھی تھے کہ جنہوں نے تنقید و تنقیص کو شعار بنایا۔ اس موضوع کے اعتبار سے اگر ہم شعرائے روہیل کھنڈ کا جائزہ لیں تو اس میں بہت وسعت ہے مگر یہاں ہماری تنگ دہائی اس کی اجازت نہیں دیتی۔ مگر یہ حقیقت ہے کہ اہل روہیل کھنڈ نے غالب سے خاصا عقائد کیا۔ ایک بزرگ مولوی احمد حسن رسوا ولد محمد حسن، بجنور کے رہنے والے تھے، وہ ایک علی خاندان کے چشمہ چراغ تھے۔ ان کا فارسی و دیوان مطبوعہ ذی کثور ۱۹۹۷ء اس وقت پیش نظر ہے۔ رسوا نے ۳۸ غزلیں غالب کی زمین میں کہی ہیں۔ مولوی علی بخش شرر بدایونی کے بیان میں یہ ذکر ہو چکا ہے کہ انہوں نے بھی غالب کی غزلیں پر ہم طرح غزلیں کہی ہیں، کتنے ایسے شعرا

ہوں گے کہ جنہوں نے غالب کے کلام کو تفصیل کیا ہوگا۔ بہت سے حضرات نے غالب کا کامیاب تتبع کیا۔ اس سلسلے میں سرفہرست غازی بدایونی کا نام ہے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

دکھ بچہ گریا قیامت کا بات پہنچی تری جوانی تک

نہ ابتدا کی خبر ہے نہ انتہا معلوم رہا یہ وہیم کہ ہم ہیں سو وہ بھی کیا معلوم
اک معاً ہے سمجھنے کا نہ کہہانے کا زندگی کل ہے کو بے خواب ہے دیوانے کا
دنیا کی بلاؤں کو جب جمع کیا میں نے دھندل سی مجھے دل کی تصویر نظر آئی
اسی طرح بدایوں کے ایک دوسرے خوش فکر شاعر امیر احمد امیر جالونی (نوناک والے) تھے ان کا ذوق شعری بڑی بلند تھا وہ بھی غالب کے رنگ میں کہتے تھے۔ چند شعر ملاحظہ ہوں۔

استیاد ہوئی جو بدستم بھی نہ رہا کثرت غم سے اب اندازہ غم بھی نہ رہا
اتنے غم کر کش ہو گئے ہم بیگانہ ہر کش ہو گئے ہم
چے آج ہمت جنوں لگا ہی جو ہونا تھا دوش ہو گئے ہم
چے ٹھکے فزا جنوں نردی کیوں خانہ بدوش ہو گئے ہم
ہم نے بننا بجئیہ دامان حسرت کے لیے وہ جواک تار نفس ہستی کے پیرا میں تھا
بریلی کے ایک نوجوان شاعر امتداد الدین عرش (۱۹۰۵ء - ۱۹۳۹ء) تھیں مشقی
ممداد الحسن قوتی تھے وہ غالب کے رنگ میں خوب کہتے تھے۔ انیسویں کے عمر نے وفات کی
ان کا مکمل دریاں سید الطاف علی بریلوی کے پاس محفوظ ہے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

بندگی کا حق ادا نہ ہوا خیر گزری کہ میں خدا نہ ہوا
حسی کا اعتبار اورم بڑھا میں جو شرمندہ وفا نہ ہوا
رہا کیوں نہیں دم سے کوئی بلکہ کسی کی خیر نہیں آئی

ہر قدم پر رہ محبت میں سجدہ نقش پا کیا میں نے
زندگی کیا ہے ایک دھوکا ہے اور اس پر مٹا ہوا ہوں میں
عرش بریلوی مرحوم تو خاندان غالب ہی کے ایک رکن تھے کیونکہ تحو بریلوی غلام بسم اللہ
بسل کے شاگرد تھے اور بسمل غالب کے شہر شاگرد تھے۔

روہیل کھنڈ کے مرکز بریلی میں غالب کی مقبریت کے سلسلے میں ڈاکٹر لطیف حسین
ادیب لکھتے ہیں :-

”مفتی عمار الحسن تحو (ف ۱۹۳۶ء) تلمیذ غلام بسم اللہ اپنے خاندان کے
اولیٰ درشتے کہنے کے اپنے مکان واقع سیانک برکات احمد میں گوشہ نشین
ہو گئے۔ انہوں نے ایک اولیٰ انجمن سنی ”بزم ادب“ کی ۱۹۱۳ء میں تشکیل
کی۔ ان کی حیات میں اور ان کے صاحبزادگان کے زمانے میں ۱۹۳۹ء
تک بزم ادب کے مشاعرے اسی مکان میں ہوتے رہے اور اسی طرح
دبستان غالب کا چرچا کافی عرصے تک روشن رہا اس خاندان کے بہت
کم شعراء نے خارجی اثرات کو قبول کیا ورنہ تمام شعرا اور ان کے
معتز سلین غالب سے نسبت پر ہی فخر کرتے رہے۔“

آخر میں ہم بریلی کے نامور عالم مولانا احمد رضا خاں رضا بریلوی (ف ۱۹۳۱ء)
کی ایک نعت کے چند شعر نقل کر رہے ہیں جو انہوں نے غالب کی غزل
دل ہی تو جہنم نہ سنگ و شستہ دھو سے بھر نہ آئے کیوں
دوئی گے ہم ہزار بار کوئی ہمیں ستائے کیوں
کے قبیح میں کہی ہے۔

۱۔ گلزارِ اسلامیہ کالج بریلی ۱۹۳۹ء (غالب نمبر) ص ۱۲۴
۲۔ حقائق بخشش حصارِ ازمولانا احمد رضا خاں بریلوی راز ہر کپڑے پر اکوچی

چہرے گل گل تباہ، شکر کی سب کی کھائے کیوں
 دل کو چھ عقل سے خدا، تیری گلی سے جہائے کیوں
 یاد حضور کی قسم غفلتِ عیش ہے ستم
 خوب ہیں قیدِ غم میں ہم، کوئی ہمیں چھڑائے کیوں
 جان ہے عشقِ مصطفیٰ، روزِ فرداں کرے خدا
 جس کو ہر دور و کامزا، نازِ دوا اٹھائے کیوں
 خوش رہے گل پہ عندلیب، خارِ حرم مجھے نصیب
 میری بلا بھی ذکر پہ پھول کے خار کھائے کیوں
 ہے تو رخصتا کر استم جرم پر گرے جاؤں ہم
 کوئی بھائے سوزِ غم سازِ طرب بھائے کیوں
 جس طرح شعرائے روہیل کشتہ نے غالب کی تقلید و پیروی اور ان سے انتساب
 کو فخر و مباہات کا ذریعہ سمجھا اسی طرح اکثر شعرائے روہیل کشتہ نے غالب کو مظلوم خراج
 محبت پیش کیا ہے۔ اس وقت جی شعراء کی ہم نشان دہی کر کے ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں۔
 ۱۔ استاد شاہجہاں پوری، "مقامِ غالب"۔ (متمم و راجا و غالب) دہلی ۱۹۶۹ء
 ۲۔ حیرت پور الہی، "علامہ" "رہنائے دکن حیدر آباد (روزنامہ) ۸ مارچ ۱۹۶۹ء۔

- ۳۔ نور شید غادر امر دہوی "غالب" المعلم کراچی غالب نمبر ۱۹۶۹ء
- ۴۔ دلاور نگار (دہلی) "غالب کو پڑا کیوں کہوں" ادب لطیف لاہور نومبر و دسمبر ۱۹۶۹ء۔
- ۵۔ رئیس امر دہوی "غالب کی صد سال یادگار کی تقریب میں"۔ المعلم کراچی۔ غالب نمبر ۱۹۶۹ء
- ۶۔ رشید جعفری آنرری "غالب"۔ فروغ اردو کمیٹی غالب نمبر ۱۹۶۹ء
- ۷۔ گوہر امر دہوی "روحِ غالب کو سلام" حیات نئی دہلی ۲۳ فروری ۱۹۶۹ء

- ۸۔ قمر جہا پوری (۱) مع روشنی ان کا نام رہے گا " ستارہ کراچی ۱۹۶۹ء
 قمر جہا پوری (۲) اُسے وسیع الملک " اعتمادیہ " دہلی یاد غالب
 ۹۔ دھندلہ قادری رام پوری - " حبشہ غالب " ہماری آواز یکم جولائی ۱۹۶۹ء
 ۱۰۔ علی احمد دہلوی " تصنیف " بہار نگر کراچی ستمبر ۱۹۶۱ء

مخطوطات غالب

غالب کے متعلق آج تہنہ تحقیق و تلاش ہو رہی ہے بلاشبہ برصغیر پاک و ہند کے کسی شاعر کو یہ بات نصیب نہیں ہوئی۔ اس کے متعلق ہر قسم کی معلومات فراہم کی جا رہی ہیں۔ اس کی تصنیفات کو جمع و شائع کیا جا رہا ہے اس طرح اس کی تحریکات و مخطوطات کو تلاش و جمع کیا جا رہا ہے اس اعتبار سے جب ہم علاقہ رومیل کھنڈ پر نظر ڈالیں تو سب سے اہم مرکز رام پور کا سرکاری کتب خانہ ہے۔ اس میں غالب کے نادرا آثار و نسخے محفوظ و موجود ہیں۔

(۱) دیوان غالب نسخہ رام پور (قدیم)

اس دیوان پر کوئی تاریخ ترجیمہ وغیرہ درج نہیں ہے مگر اندازہ لگایا گیا ہے کہ نسخہ ۱۲۳۸ھ میں لکھا گیا ہے اشعار کی تعداد ۱۰۶۷ ہے۔

(۲) دیوان غالب رام پور (جدید)

اس میں بھی تاریخ کتابت درج نہیں ہے مگر اندازہ ہے کہ ۱۲۶۱ھ میں نقل کیا گیا ہے۔ غالب نے خود تصحیح کی ہے۔ غالب نے یہ دیوان نواب یوسف علی خاں کو بھیجا تھا۔

(۳) انتخاب غالب

مرزا غالب نے نواب کلب علی خاں رائی رام پور کی فرمائش پر ۱۲۸۳ھ میں اپنے فارسی اور اردو کلام کا انتخاب کیا تھا یہ انتخاب شائع بھی ہو چکا ہے۔

ہے جس میں سارے پانچ صفات پر مشتمل نائب کے اردو دیوان کا انتخاب بھی شامل ہے یہ انتخاب شکستہ آمیز خط میں ہے اور کاتب نامعلوم ہے۔ سنہ نسیم سالوں پر مشتمل ہے: بیرکراچی،

مولوی نظامی بدایونی مرحوم کے صاحبزادے مولوی احمد الدین بدایونی کو دیوان غالب (اردو) کا ایک خطی نسخہ ہاتھ لگا جو نسخہ بدایوں کے نام سے موسوم ہوا ہے۔ یہ نسخہ سہ ماہی کا ایک ڈنپ کا ہے روشنائی کافی، جدول شجرہ اور باریکا لاجوردی ہے، تخلص بھی شجرہ روشنائی سے لکھا گیا ہے کاغذ بائس کا ڈیسی ساخت کا ہے، ہر ورق میں رکاب بھی ہے خط شکستہ نستعلیق ہے، معمولی کرم خوردہ ہے، اب یہ نسخہ فیضل میوزیم راکراچی کی ملکیت ہے۔

اس نسخہ کے بارے میں ایک بات خاص طور سے عرض کرنی ہے کہ اس کے سرورق پر ایک جہر ہے جس میں ”محمد ذوالفقار الدین“ ۱۲۵۲ھ ثبت ہے اور اس سے امتیاز علی عرشی صاحب نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ یہ نسخہ حسین مرزا کا تعلق کرایا ہوا ہے۔ کہیں کہیں حسین مرزا کا بڑا نام بھی تھا ہے اور عرشی صاحب نے یہ بھی رائے ظاہر کی ہے کہ اس نسخہ کا تعلق غالب کے کسی قریب دوست یا عزیز سے تھا ہے۔

حسین مرزا، نواب ذوالفقار الدولہ نجف خاں کے داماد و مبارز الدولہ متاز الملک حسام الدین حیدر خاں بہادر حسام جنگ کے فرزند نامدار تھے، مذہباً اثنا عشری تھے بلکہ کہا جاتا ہے کہ حسام الدین حیدر خاں کے اشرافی سے مرزا غالب نے اپنے خاندانی مسلک و روایت کے خلاف امامیہ مسلک اختیار کیا تھا۔ حسین مرزا کا چچا نام سید

۱۔ نقوش غالب نمبر حدود دوم اکتوبر ۱۹۶۶ء ص ۲۱۳ - ۲۲۶

۲۔ ملاحظہ ہو نقوش لاہور جون ۱۹۶۰ء۔

۳۔ نقوش لاہور جون ۱۹۶۰ء۔

ذوالفقار الدین حیدر الموسوی تھا شیخینام خود غالب نے اپنے قلم سے لکھا ہے کہ
اور جماعت خیال سے لفظ "سید" اور "حیدر" حسین مرزا کے نام کے اہم جزو
ہیں جو مہر میں حذف کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ مہر میں "محمد ذوالفقار الدین" ہے
لہذا یہ مہر حسین مرزا سید ذوالفقار الدین حیدر الموسوی کے علامہ کسی دوسرے شخص
کا ہے اور اس شخص کا تعلق بدایوں یا نواح بدایوں سے ہونا چاہئے۔ دراصل یہ بزرگ
محمد ذوالفقار الدین، حکیم غلام نجف خاں شیخ پوری ثم دہلوی کے حقیقی چچا زاد بھائی
تھے، محمد ذوالفقار الدین شیخ پور (بدایوں) کے سربراہ اور علم دوست شخص تھے
اور یہاں ہی کی مہر ہے۔ یہ نسخہ حکیم غلام نجف خاں کے توسط سے محمد ذوالفقار الدین
کو پہنچا ہو گا۔ لہذا اس مہر اور نسخے کا تعلق سید ذوالفقار الدین حیدر الموسوی عرف
حسین مرزا سے مطلق نہیں ہے۔

نسخہ امروہہ

ابھی حال ہی میں ایک خط نسخہ امروہہ کے تاجر کتب ترمذی احمد قادری چشتی مالک
نیشاپور ڈپو (امروہہ) کو بھجوا کر بھٹ غالب کے نمونہ سے ملا اور یہی "نسخہ
امروہہ" کے نام سے مشہور ہوا اتفاق سے اکبر علی خاں رام پوری اور نثار احمد فاضل
پردہ حضرات نے اس نسخے سے دل چسپی لی۔ اکبر علی خاں نے نسخہ عرش زادہ کے نام سے
اور نثار احمد فاضل نے "بیاض غالب بجنط غالب" (نسخہ لاہور) کے نام سے شائع
کرادیا۔ اس نسخے کی دریافت سے غالب شناسوں میں تحقیق و تدقیق کی مزید راہیں
کھل گئیں۔

لے خطاب کے ساتھ یہ نام معین الدولہ ذوالفقار الدین حیدر خاں ذوالفقار جنگ
تھا خطوط غالب (مہر) جلد دوم ص ۸۷

کہ ملا فتح ہدیوان غالب نسخہ ظاہر (ماہنامہ کتاب لاہور فروری ۱۹۶۱ء)۔ (عکسی
تحریر غالب) ص ۱۰۴

غزلیات معروف

مرزا غالب کے خسرو اب الہی بخش معروف کی غزلیات تصنیف کی تا تصنیف کی
رقم کے کتب خانے میں موجود ہیں، آج اور ہی کی روایت کی پوری غزلیات نہیں ہیں البتہ
۲ اور ۳ کی پوری غزلیات ہیں، صرف ان غزلیات میں ۲۳ غزلیں ایسی ہیں جو دلیان
معروف مطبوعہ (بدایین ۱۹۳۳ء) میں شامل نہیں ہیں۔

مطبوعات غالب

منظومات کے بعد یہاں ہم روپیل کھنڈ کی ان مطبوعات کا جائزہ لیتے ہیں جو
غالب شناسی کے سلسلے میں ہماری قصبہ اپنی طرف مبذول کرتی ہیں۔

دستبنو

دستبنو کا پہلا ایڈیشن نومبر ۱۹۵۹ء میں مطبع مفیدہ الحلائی آگرہ سے شائع
ہوا اور اس کا دوسرا ایڈیشن غالب کے شاگرد قاضی عبدالجلیل جتوئی ہری پور کی نگرانی
میں مطبع روپیل کھنڈ لٹریچر سوسائٹی بریلی میں طبع ہوا۔ اس میں ساٹھ صفحات تھے اور
پندرہ سطر مطبوعہ۔ اس کتاب کا تیسرا ایڈیشن بھی طبع دوم کے مطابق مطبع روپیل
کھنڈ لٹریچر سوسائٹی سے ۱۹۶۱ء میں شائع ہوا۔

دیوان معروف

مرزا غالب کے خسرو اب الہی بخش معروف کا دیوان ۱۹۳۵ء میں مولوی عبدالحمید
قادر جالپور (پتہ) ۲۰ جولائی ۱۹۶۰ء کی زیر نگرانی شائع ہوا معلوم ایسا ہوتا ہے
کہ قادر صاحب نے بہت سا کلام حذف کر کے چھاپا ہے۔

۱۔ یہ غیر مطبوعہ غزلیات "نقوش" ۵ ہجور کے تیسرے غالب نمبر میں شائع
ہو چکی ہیں۔ اور اب وہ گھر میں شامل ہیں۔

۲۔ اشاریہ غالب ۳ ۵۶-۵۷

روح کلام غالب

مرزا غالب کے شاگرد مرزا حبیب الدین انصاری سہارنپوری (وفات ۱۸۸۹ء) کے ایک شاگرد مرزا عونیہ بیگ سہارنپوری المستخلص بہ مرزا تھے وہ بڑے ہاکمال شاعر تھے۔ انداز بیان، اسلوب زبان اور طرز تخیل اگرچہ قدیم ہے مگر نہایت موزوں اور مناسب اور استادانہ ہے انہوں نے مرزا غالب کے پورے دیوان کو تفسیق کر ڈالا اپریل ۱۹۳۰ء میں اس کام سے فارغ ہو گئے اور اکتوبر ۱۹۳۰ء میں ان کا انتقال ہو گیا۔ ان کی یہ تفسیق پہلی مرتبہ نظامی پریس بدایوں سے طبع ہوئی۔ مولوی نظامی بدایونی نے روح کلام غالب پر مقدمہ لکھا ہے۔ یہ اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن بھی نظامی پریس ہی سے شائع ہوا۔ نمونہ تفسیق ملاحظہ ہو۔

یوں تو میرا علاج کیا نہ ہوا کم مرض ہی مگر ذرا نہ ہوا

مجھ پر احسان طیب کا نہ ہوا درد منت کش دوا نہ ہوا

میں نہ اچھا ہوا، برا نہ ہوا

سخن تلخ ہے کب ان کے قریب ان سے باقیں نے یکس کے نصیب

ہے صلاوت ہی کچھ سخن میں عجیب کتنے شیریں ہیں تیرے لب کر قریب

نکالیاں کھا کے بے مزہ نہ ہوا

ان دونوں شعروں کو پروفیسر حامد حسن قادری نے جو تفسیق کیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

نام بدنام عشق کا نہ ہوا میں بھی شرمندہ وقت نہ ہوا

یہ برا کیوں ہوا، بھلا نہ ہوا درد منت کش دوا نہ ہوا

میں نہ اچھا ہوا، برا نہ ہوا

دُھند آقاوارہ اک نہ اک تو قریب کہ مڑے ہوں تیرے لبوں سے نصیب

نزد بجے رہے یہ بات عجیب کتنے شیریں ہیں تیرے لب کرب

گھایاں کھا کے بے مزہ نہ ہوا

انتخاب غزلیات غالب

نظامی پریس دہلیوں سے ۱۹۲۵ء میں سر شاہ سلیمان نے بھی غالب کی غزلیات کا ایک

انتخاب شائع کیا تھا بلکہ

مثنوی دعا ٹٹے صباح

مرزا غالب کی یہ مثنوی ۱۹۵۰ء میں نظامی پریس دہلیوں سے بھی شائع ہوئی ہے

میگزین اسلامیہ کالج بریلی (غالب نمبر)

اسلامیہ کالج بریلی ایک ممتاز درس گاہ ہے ۱۹۶۶ء میں اسلامیہ کالج بریلی میں

زیر صدارت مولانا امتیاز علی عرشی، نویم غالب کی شاندار تقریب منائی گئی ۱۹۷۱ء میں

میگزین اسلامیہ کالج کاشاندار غالب نمبر شائع ہوا ہے جس کی ترتیب کے فرائض

ڈاکٹر شکیل احمد صدیقی نے انجام دیئے ہیں۔ کاغذ، کتابت، طباعت، سرورق، مضامین

کی ترتیب وغیرہ ہر اعتبار سے یہ میگزین قابلِ تحریف ہے سائز ۱۸ × ۲۲ اور

صفحات ۲۲۵ × ۵۵ (۳۱۰) صفحات سے ۵۵ صفحات ایک ہندی کا حصہ ہے

اس نمبر میں ملک کے مشہور ادیبوں اور مصنفوں نے حصہ لیا ہے۔ طلبہ کے مضامین

بھی نہایت معیاری ہیں۔ امتیاز علی عرشی، پروفیسر ضیاء احمد دہلوی، ڈاکٹر خواجہ

احمد فاروقی، پروفیسر عبدالشکور، حکیم رشید احمد، محترم آفتاب احمد جوہر دہلوی۔

ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی، وجاہت علی سندھوی، ڈاکٹر شجاعت علی سندھوی، ڈاکٹر

لطیف حسین ادیب جیسے اکابر و مشاہیر کے رشحاتِ قلم اور تحقیقات اس نمبر کی زینت

۱۔ کتاب لاہور، غالبیات نمبر فزوری مارچ ۱۹۷۲ء

۲۔ کتاب لاہور، غالبیات نمبر ۳ ۱۹۷۲ء

ہیں۔ کالج کے ساتھ نے بھی قابل قدر معائنہ کئے ہیں۔ مقررہ میگزین اسلامک کالج برلن کی اشاعت غالب صدی کے موقع پر ایک شاندار تحفہ ہے۔ اظہر کمالی بدایونی افسر امروہوی، ایم اے حامد بریلوی، ڈاکٹر حسین نقوی، امروہوی، رشید احمد معتمد بریلوی، ساجد امروہوی، سحر بریلوی، ضیاء احمد بدایونی، عبادت کلیم نقوی، امروہوی، فیض مبین نقوی، غور، مفتی حماد انیس بریلوی، ناظم بریلوی، امد وسیم بریلوی نے غالب کو منظوم خراج عقیدت پیش کیا ہے۔

قاضی عبد الجلیل جنون بریلوی، نواب کوکریا خان رگی بدایونی، مفتی سید احمد خاں بریلوی، عونیز الدین بدایونی، مفتی سخاوت حسین مدجوش بدایونی، نواب یوسف علی خاں ناظم، نواب کلب علی خاں، نواب مروان علی خاں رحنا، حکیم غلام نجف خاں غنیز پوری، حکیم ظہیر الدین احمد خاں، نواب امیر اسیم علی خاں سہسوانی، غلام بہار اللہ بھل بریلوی، عباس علی خاں، بیتاب رام پوری، مفتی بھل چند رام پوری، بھل روہیل کھنڈ کے وہ حضرات ہیں غالب سے تلمذ کا رشتہ بھی رکھتے ہیں۔ اور غالب کے مکتوب الہیم سے بھی تلمذ کے علاوہ روہیل کھنڈ کے مندرجہ ذیل حضرات کے نام بھی غالب کے خطوط ملتے ہیں۔

۱۔ نواب عبداللہ خاں رام پوری (روہیل غلام محمد خاں) (۱۸ اگست ۱۸۵۷ء)

۲۔ ان کے نام غالب کا ایک ناری خط ہے جو سب سے پہلے محفوظات و طبقات از اخبار علی بدایینی (امیر الاقبال پریس جاپور، سال طبع ۱۳۲۰ء) میں شائع ہوا ہے اس کو ابلد علی تہا خینہ دلاور کو راجی ۱۳۵۷ء میں شائع کرویا۔

۳۔ ان حضرات کے نام خطوط غالب مرتبہ غلام رسول مہر میں خطوط شامل ہیں۔
۴۔ دیکھیے مکاتیب غالب (عرضی)
۵۔ ایضاً

۲۔ خلیفہ احمد علی رام پوری۔

۳۔ مولوی محمد حسین خاں۔

۴۔ زین العابدین خاں عرف کلن میاں (ف ۱۸۹۳ء)

جس میں خطوط غالب کے مطالعے کے دوران مندرجہ ذیل حضرات ایسے نظر آئے کہ جن کا تعلق یقیناً روہیل کھنڈ سے ہے۔ ممکن ہے ان کے علاوہ بھی لوگ ہوں لیکن ہم ان کی نشان دہی نہ کر سکے ہوں۔

۱۔ نجم الدین حیدر شیون پوری بدایونی برادر حکیم غلام نجف خاں۔

۲۔ مولوی فضل رسول بدایونی (ف ۱۹۴۴ء)

۳۔ ملا فیاض الدین مولف غیاث اللغات

۴۔ مولوی عبدالقادر رام پوری (ف ۱۸۵۹ء)

۵۔ مولوی ہدایت علی تنگتین ساکن کندر کی ضلع مراد آباد۔

۶۔ مولوی الشریار خاں ہریوی

۷۔ مولوی درویش حسن ہریوی۔

۸۔ مولوی احمد حسن عرشی۔

۹۔ خلیفہ حسن علی رام پوری۔

۱۰۔ مولوی اسام الدین ہریوی

۱۱۔ کشش آملوی سلامت اللہ بدایونی ثم کانپوری (ف ۱۲۸۱ھ / ۱۸۶۵ء)

۱۲۔ علی بخش خاں خاںساں (ف ۱۲۸۴ھ / ۱۸۶۷ء)

۱۳۔ مولوی وجہیہ الزماں۔

۱۴۔ مولوی محمد حسن خاں صدرا الصدور (ف تقریباً ۱۲۸۴ھ)

۱۵۔ مفتی سید احمد خاں ہریوی۔

۱۶۔ اصغر علی خاں ابن عبداللہ خاں صدرا الصدور۔

۱۷۔ نواب عبدالرحمن خاں (ف ۱۸۵۰ء)

۱۸۔ غلاب سعید اکرم خان (ف ۱۸۸۰ء)

۱۹۔ حمید علی خاں (ف ۱۸۸۴ء)

۲۰۔ صاحبزادہ محمد حسن خاں (ف ۱۸۶۶ء)

۲۱۔ ممتاز علی خاں ۔

۲۲۔ شاہ کبیر الدین ۔

مقالہ نگاران غالب

آخر میں ان مقالہ نگاروں کی ایک فہرست شامل کی جا رہی ہے کہ جن کا ردی کیلئے
میں تعلق تھا یا ہے اور جنہوں نے غالب کے سلسلے میں مضامین اور مقالے لکھے ہیں ۔

۱۔ آفتاب احمد جوہر بدایونی : غالب ۔ میگزین اسلامیہ کالج بریلی غالب

نمبر ۱۹۶۹ء ۔

۲۔ سہاہیم خلیل (سہوانی) : مرزا غالب اور علم نجوم : العلم کراچی ۔

غالب نمبر ۱۹۶۹ء ۔

۳۔ ابوسلمان شاہجہاں پوری : "یعنی درستیوں میں غالب پر تحقیقی کام" قومی زبان

کراچی غالب نمبر فروری ۶۹ء ۔

۴۔ ابوسلمان شاہجہاں پوری : "اشارتے غالب" قومی زبان کراچی مئی ۱۹۶۹ء

دسمبر ۱۹۶۹ء ۔

۵۔ ابوسلمان شاہجہانپوری : غالب اور ابوالکلام : اردو نامہ کراچی غالب

نمبر ۱۹۶۹ء ۔

۶۔ ابوسلمان شاہجہانپوری : غالب پر رسائل کے خصوصی نمبر ۔ قومی زبان

کراچی ۱۹۶۹ء ۔

۷۔ ابوسلمان شاہجہانپوری : غالب اور ۱۸۵۷ء کے مصائب : العلم

کراچی غالب نمبر ۶۹ء ۔

۸۔ ابرہہ سلطان شاہجہانپوری "شاعر امروز و فردا (نصیر)" قومی زبان کراچی
فردی شد۔

۹۔ اختر اقبال کمال (بدایونی) "غالب اور غالب اور مطالعہ غالب" پنجاب
یونیورسٹی ریسرچ جرنل لاہور۔

۱۰۔ اختر اقبال کمال (بدایونی) "غالب کی شاعری میں طنز" قارئین اسلامیہ کالج لاہور۔
جولائی ۶۹ء۔

۱۱۔ اخلاق اختر حمیدی (بدایونی) "بارے غالب کا کچھ بیان ہو جائے" شان
کراچی فردی شد۔

۱۲۔ افسر امروہوی "غالب اور مصطفیٰ" نگار کمشنر شد۔ ۱۹۳۳ء۔

۱۳۔ افسر امروہوی "غالب اور مصطفیٰ" نگار کمشنر شد۔ ۱۹۳۳ء۔

۱۴۔ افسر امروہوی "غالب کا ایک دکنی شاگرد" صحیفہ لاہور۔

۱۵۔ افسر امروہوی "غالب کے چھ نئے اشعار کی نشاندہی" قومی زبان کراچی

مارچ ۱۹۶۳ء۔

۱۶۔ افسر امروہوی "شارحین غالب" قومی زبان کراچی اپریل ۱۹۶۹ء۔

۱۷۔ اکبر علی خاں (رام پوری) "رگ سنگ" ماہ (کراچی) فردی شد۔

۱۸۔ اکبر علی خاں (رام پوری) "ضمیمہ نسخہ عرشی" نقوش لاہور نومبر ۶۷ء۔

۱۹۔ ایوب قادری "محمد" غالب اور سرسید احمد خاں "ہمد و صحت" کراچی مارچ ۶۹ء۔

۲۰۔ ایوب قادری "محمد" کچھ غالب کے متعلق "اردو کراچی" اپریل ۱۹۶۹ء۔

۲۱۔ ایوب قادری "محمد" مرزا غالب سے معاصرین کی ادبی تجزیہ چھپاڑ: العلم

کراچی غالب نمبر ۶۹ء۔

۲۲۔ ایوب قادری "محمد" غالب اور غیاث اللغات "نقوش لاہور" غالب نمبر

حصہ اول اپریل ۶۹ء۔

۲۳۔ ایوب قادری "محمد" غالب اور مارہرو "صحیفہ لاہور" غالب نمبر جولائی ۶۹ء۔

۲۴۔ ایوب قادری محمدؒ غالب کے چند شاگرد۔ ادب لطیف لاہور فروری ۱۹۶۸ء

۲۵۔ ایوب قادری محمدؒ مطابقت غالبؒ قومی زبان کراچی فروری ۱۹۶۸ء

۲۶۔ توفیق احمد چشتی اردو ہیرو دیوان غالب نسخہ اردو ہند کے مالک کا بیان

ہماری زبان علی گڑھ ۱۹۶۸ء

۲۷۔ توفیق احمد چشتی اردو ہیرو مالک نسخہ اردو ہند کا بیان ہماری زبان

علی گڑھ ۱۹۶۸ء

۲۸۔ توفیق احمد چشتی اردو ہیرو مالک نسخہ اردو ہند کا بیان ہماری زبان

علی گڑھ ۱۹۶۸ء

۲۹۔ جمیل نقوی اردو ہیرو غالب اور سرسیدؒ ماہ نو کراچی

۳۰۔ جوہر محمد علی مولانا غالب کا غیر مطبوعہ شعر نقوش لاہور آپ بیتی نمبر ۱۹

۳۱۔ ذاکر حسین نقوی اردو ہیرو موازنہ موسمی و غالب میگزین اسلامیہ کالج بریلی

غالب نمبر ۱۹۶۸ء

۳۲۔ رشید احمد متعصم بریلوی احکیم غالب کی حقیقت پسندی ہماری کراچی

غالب نمبر ۱۹۶۸ء

۳۳۔ انجمن نقوی دلیک سماجی زندگی خطوط غالب کے آئینے میں آج کل دلی

غالب نمبر ۱۹۶۸ء

۳۴۔ سردار محمد خلیل دشا بھہاں پوری مرزا غالب اور علم نفسیات العلم کراچی

غالب نمبر ۱۹۶۸ء

۳۵۔ شمس بریلوی غالب کا ایک غیر مطبوعہ ادبی خط آج کل دلی ۱۵ اگست ۱۹۶۸ء

۳۶۔ شمس الدین بریلوی غالب گردش ایام کے آئینے میں میگزین اسلامیہ

کالج بریلی ۱۹۶۸ء

۳۷۔ منیا احمد بالینی پرنسپل غالب کی ایک غزل کا تجزیہ میگزین اسلامیہ

کالج بریلی ۱۹۶۸ء

- ۳۸۔ ضیاء احمد بدایونی پروفیسرؒ غالب کا عقیدہ کلامؒ۔ درخبار غالب
- ۳۹۔ ضیاء احمد بدایونی پروفیسرؒ محاورات غالبؒ۔ آج کل دہلی غالب نمبر ۶۹
- ۴۰۔ ضیاء اللہ خاں رام پوریؒ منظر مرقعہ غالب بنام علیؒ۔ معارف
اعظم گروہ دسمبر ۲۲
- ۴۱۔ ظہیر احمد صدیقی بدایونی ڈاکٹرؒ غالب اور خانی کی فکر کا موازنہ۔ امروز
لاہور ۱۶ فروری ۱۹۶۷
- ۴۲۔ ظہیر احمد صدیقی بدایونی ڈاکٹرؒ مفتوی چراغ دیرؒ میگزین اسلامیہ کالج
بریلی غالب نمبر ۱۱
- ۴۳۔ ظہیر احمد صدیقی بدایونی ڈاکٹرؒ مفتوی سرمد ہینٹؒ۔ فروغ اردو کھنڈ
غالب نمبر ۱
- ۴۴۔ عبادت کلیم نقوی امر دہویؒ ترقی پسندی اور مرزا غالبؒ میگزین اسلامیہ
کالج غالب نمبر ۲۰
- ۴۵۔ عبدالشکور بریلوی پروفیسرؒ غالب کی افسانہ دوستیؒ میگزین اسلامیہ کالج
غالب نمبر ۱۰
- ۴۶۔ محمد حسن مراد آبادیؒ غالب کا تصور دہرائیؒ۔ درخبار غالب۔
- ۴۷۔ عشرت رحمانی رام پوریؒ غالب کی اداس شناسی اور فرائسی۔ صحیفہ لاہور
غالب نمبر ۳
- ۴۸۔ حفصہ حفصہ اللہ خاں پروفیسرؒ غالب میری نظر میںؒ۔ العلم
کراچی غالب نمبر ۶۹
- ۴۹۔ فرخ حبیب بدایونیؒ مدد ہوش بدایونی کے نام غالب کا ایک غیر معروف خط
آج کل دہلی فروری ۱۹۶۷
- ۵۰۔ فرخ حبیب بدایونیؒ غالب اور سرسبزؒ۔
- ۵۱۔ قیصر مبین امر دہویؒ غم عشق اور غالبؒ میگزین اسلامیہ کالج بریلی

غالب نمبر ۱۱۷۰۔

۵۲۔ کلب علی خاں خاٹک : کچھ تلامذہ غالب کے بارے میں : اردو کراچی

غالب نمبر جنوری ۱۱۷۱۔

۵۳۔ لطیف حسین ڈاکٹر بریلی میں غالب کے تلامذہ : "معارف" فروری ۱۱۷۱۔

۵۴۔ لطیف حسین ڈاکٹر : شعرائے بریلی اور غالب : "مگزین اسلامیہ" کالج بریلی

غالب نمبر ۱۱۷۲۔

۵۵۔ محمد تقی سید امروہو : غالب کا لکھی جانے والا : اردو کراچی غالب نمبر

جنوری ۱۱۷۳۔

۵۶۔ محمد تقی سید امروہو : غالب کی ادبی تخلیقات مابعد الطبیعیاتی میں منظر

ہم کلم کراچی : جولائی ۱۱۷۳۔

۵۷۔ محمد طاہر فاروقی : غالب کی کہانی ان کی اپنی زبانی : خیابانی پشاور

فروری ۱۱۷۴۔

۵۸۔ محمود الحسن بدایینی : غالب کا گھر اور برصغیر کا موسم : مومن بدایین جولائی ۱۱۷۴۔

۵۹۔ مصطفیٰ علی بریلوی : غالب اخبارات کے آئینے میں : "العلم کراچی" غالب

نمبر ۱۱۷۵۔

۶۰۔ مصطفیٰ علی بریلوی : غالب کا ایک پرستار : عرش بریلوی : "العلم کراچی"

غالب نمبر ۱۱۷۶۔

۶۱۔ مصطفیٰ علی بریلوی : کتا بیات غالب : "العلم کراچی" غالب نمبر ۱۱۷۷۔

۶۲۔ م۔ م۔ فرشتوری : غالب کی ایک پیشین گوئی : "نئی قدس" حیدر آباد

پاک غالب نمبر ۱۱۷۸۔

۶۳۔ نصیب اختر مراد آبادی : غالب کے آباؤ اجداد : "العلم کراچی" غالب

نمبر ۱۱۷۹۔

۶۴۔ نصیب اختر مراد آبادی : غالب کا قیام ول میں : "العلم کراچی"

۶۵۔ نصیر احمد صدیقی (بدایونی) ڈاکٹر۔ غالب کا محبوب ڈیگیلین اسلامیہ

کالج بریلی غالب نمبر ۶۸

۶۶۔ نور الصباح بگیم ڈرام پورا اور غالب۔ اخبار جہاں۔ کراچی ۳۷ فروری ۶۹ء

۶۷۔ وحید احمد سہود ڈ غالب خستہ حال۔ العلم کراچی غالب نمبر ۶۹ء

۶۸۔ ویریندر پرشاد سکسینہ بدایونی۔ شنسی بالکنڈ بے صبر۔ العلم کراچی غالب نمبر ۶۸ء

۶۹۔ ویریندر پرشاد سکسینہ بدایونی۔ غالب کے ایک شاگرد۔ عزیز بدایونی

ہماری زبان چلی گزشتہ ۲۲ فروری ۶۹ء

اضافہ

شمس بدایونی فرحان ادیب اللہ قلم کار ہیں ان کے مضامین کا مجموعہ ”دید و دریافت“ (حصہ اول) اگست ۱۹۸۱ء میں روشنی پہلی کیشنز بدایوں سے شائع ہوا ہے۔ اس میں انہوں نے بدایوں کے چند شاعروں اور ادیبوں کو متعارف کرایا ہے گویا یہ کتاب بدایوں کے ماضی قریب کی ادبی و شعری تاریخ ہے اس میں ایک مضمون ”غالب بدایوں میں“ کے عنوان سے بھی شامل ہے جو ۳۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں نہایت تلاش و تحقیق سے غالب اور بدایوں کے تعلق کو اجاگر کیا گیا ہے۔ شمس بدایونی کے اس مضمون میں جو چیزیں ہمیں نئی معلوم ہوئیں ان کو یہاں نقل کیا جا رہا ہے۔

کتابیں

۱۔ مرزا غالب۔ قادر نامہ، مطبع صبح بدایوں، باہتمام حکیم مارٹ

علی (۱۹۸۸ء حصہ ۲)

۲۔ اعجاز احمد مجاز سہسوائی، مومن و غالب

اس کتاب میں مومن و غالب کے کلام پر محققانہ تبصرہ اور موازنہ

کیا گیا ہے۔ اور مومن کو غالب پر فوقیت دی ہے۔ اس کتاب کا پہلا
اڈیشن ۱۹۳۱ء میں فیض آباد سے اور دوسرا اڈیشن ۱۹۳۳ء میں سرگودھا
پریس کمپنٹ سے شائع ہوا۔ (صفحہ ۲۹)

۳۔ قاضی غلام امین بدایونی، بہترین غزل گو (ذوق)
اس کتاب میں ذوق و غالب کا موازنہ کیا گیا ہے اور ذوق کو غالب
پر ترجیح دی ہے۔ یہ کتاب الاناظر پریس کمپنٹ سے ۱۹۳۱ء میں بار دوم
طبع ہوئی ہے۔ (صفحہ ۲۹)

مقالے

۴۔ ابواللیث صدیقی، ڈاکٹر
نقش ہائے رنگ رنگ
ماہ نو (کراچی) فربر ۱۹۵۵ء (صفحہ ۳۴)

۵۔ آلی احمد سرور، پروفیسر
غالب کی شاعری میں معنویت
سرت سے بعیرت تک
عرفان غالب

اردو (اورنگ آباد) اپریل ۱۹۴۱ء
جامعہ دہلی (دسمبر ۱۹۵۰ء)
ہماری زبان (علی گڑھ) مارچ ۱۹۵۱ء
فروغ اردو (کمپنٹ) اکتوبر ۱۹۶۱ء
ہماری زبان (علی گڑھ) نومبر ۱۹۶۱ء
فروغ اردو (کمپنٹ) ستمبر اکتوبر ۱۹۶۵ء

دیوان غالب
کتابیں جڑمرد میں دیوان غالب
غالب کی زندگی اور شاعری پر
ایک نمبر

نسخہ حیدر کا انتخاب
غالب کے تیس بہترین اشعار
فکر و نظر (علی گڑھ) غالب نمبر ۶۵
ہماری زبان (علی گڑھ) ۱۵ فروری
۱۹۶۹ء (صفحہ ۳۶-۳۱)

۶۔ حلیف نقوی سہوانی، ڈاکٹر

غالب کے خطوط کی نفسیات

غالب خطوط کے آئینہ میں

غالب کے ایک باکمال شاگرد {
ولایت علی خاں ولایت

غالب سے منسوب ایک شعر

منشی نوکشور اور غالب

غالب کا سفر کلکتہ

۷۔ زلیخا خانم بی ایرنی

مرزا غالب

شاعر (بہمنی) مارچ ۱۹۵۶ء

معیار (علی گڑھ) مارچ ۱۹۵۶ء

آج کل (دہلی) اپریل ۱۹۶۳ء

آج کل (دہلی) دسمبر ۱۹۸۰ء

نیا دور (کھنؤ) دسمبر ۱۹۸۰ء

غالب نامہ (دہلی) جنوری ۱۹۸۱ء (۳۳)

ہماری زبان (علی گڑھ) یکم اپریل

۱۹۴۷ء (۳۵)

علی گڑھ میگزین اکتوبر ۱۹۳۲ء

اردو سے علی (دہلی) فروری ۱۹۶۹ء

" " " "

" " " "

کتابی دنیا کراچی فروری ۱۹۶۳ء

منہ

(انتخاب فارسی غزلیات و مثنویات)

دہلی ۱۹۶۰ء

دلی کالج میگزین ۱۹۶۱ء

زائے ادب بہمنی اپریل ۱۹۶۳ء

۸۔ ضیاء احمد بدایونی پروفیسر

غالب کے کلام پر نیا قدانہ نظر

فارسی غزل اور غالب

اسام بخش صہبائی معاصر غالب

دیوان غالب بخط غالب

شکلات غالب

رنیاز فتح پوری کی کتاب پر جامع شعرہ

۹۔ ظہیر احمد صدیقی، ڈاکٹر

نقش ہائے رنگ رنگ

مومن و غالب

غالب اور نفسیاتی کشمکش

غالب اور فانی
آج کل دہلی فروری ۱۹۶۸ء
غالب کی فارسی شاعری
فرخ اردو لکھنؤ غالب نمبر ۱۹۶۸ء
غالب کا محبوب فارسی غزل کے آئینہ می
میگزین اسلامیہ کالج بریلی غالب نمبر
۳۳

۱۰۔ قاضی غلام سجاد رحمتی بدایونی

تغییرات غالب

۱۱۔ فرخ جلالی

کچھ غالب کے بارے میں

کچھ غالب کے بارے میں

۱۲۔ مبشر علی صدیقی

دیوان غالب کے نظامی ادبیشی

غالب اور اردو خطوط نویسی

ڈاکٹر سید محمود کا مقدمہ دیوان غالب پر

۱۳۔ ویرید پر شا دسکینہ

حشٹی بانگشہ بے سبر

دیوان جانی بہاری لال رامتھی

بابو جگر بند سہائے نشاط

مرزا غالب کی ایک اردو تقریر

مرزا غالب کی رفات پر نہیں ہندو

اساتذہ سخی کے قطعات تاریخ رفات

مرزا غالب کی اصلاحیں منشی م

حبیب الدین سوزاں کے کلام

غالب کے ہندو نلامذہ

اعلم رکابی (غالب نمبر ۱۹۶۹ء)

ہماری زبان (علی گڑھ) ۲۲ ستمبر ۱۹۶۱ء

ہماری زبان ۲۲ مارچ ۱۹۶۶ء

ہماری زبان ۲۲ اپریل ۱۹۶۶ء

ہماری زبان یکم جون ۱۹۶۶ء

یکم دسمبر ۱۹۶۸ء

شیرازہ (سری نگم) جنوری ۱۹۶۸ء

۳۳-۳۴

غالب کی صد سالہ تقریبات کے سرفراز پرست ۱۹۶۶ء میں بدایوں ٹاؤن ہال میں ایک سیمینار منعقد ہوا جس میں تقریری بھی ہوئیں اور تحقیق و تنقید کی مقالے بھی پڑھے گئے۔ ایک شاندار شاعرہ منعقد ہوا جس میں مقامی شعراء کے علاوہ نشور واحدی، معین احسن جذبی، روشن صدیقی، ابرگنوری، حفیظ میرٹھی اور شہباز صدیقی وغیرہ وغیرہ نے شرکت کی۔

تحریر انصاری (مراد آبادی)

انتخابات غالب	افکار و کراچی / غالب نمبر ۱۹۶۵ء
غالب معلوم سے محسوس تک	افکار کراچی
غالب کے نین نقاد (رحال) -	افکار کراچی
بھنوری، لطیف)	
عذیب گلشن نا آفرین	مشرق - کراچی
غالب کی انقلابی رومانیت	ماہ نو - کراچی
ذکر غالب و ذکر عبدالحق (کتابچہ)	ادارہ یار نگار غالب کراچی

مطابقات غالب

مرزا غالب کی طبیعت میں مزاج و ظرافت کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ جس کا واضح ثبوت ان کے خطوط میں۔ مرزا غم روزگار کو ظرافت کے سہارے ہلکا کر لیتے تھے۔ حاکمی نے مرزا غالب کو حیوانِ ناطق کی بجائے حیوانِ ظریف کہا ہے۔ مرزا کے لطائف کا مجموعہ ”غالب کے لطیفے“ کے عنوان سے شائع بھی ہو چکا ہے۔

مرزا غالب کے چند مطابقات یہ ہیں جناب صابر حسین شیدا بریلوی کے ذریعے ملے ہیں۔ رحمانپور نے اپنے والد مفتی عباد الحسن (ف ۱۹۲۳ء) سے سنے ہیں اور ان کو یہ دیا۔ مرزا غالب کے شاگرد مفتی سلطان حسن بریلوی (ف ۱۳۹۹ھ) اور مولوی غلام بسیم اللہ بسمل (ف ۱۳۱۶ھ) سے بہارِ راست ملیں جن میں اول الذکر محو کے والد اور ثانی الذکر ان کے استاد ہیں۔

پینے پلانے کا کوئی سامان نہیں

حضرت قبلہ دادا صاحب مکے مفتی سلطان حسن خان علیہ الرحمۃ ایک زمیٹے میں میرٹھ میں مصنف تھے اور غالباً یہی وہ زمانہ ہے جب دادا صاحب قبلہ مرزا سے اصلاح لیتے تھے۔ مولوی غلام بسیم اللہ صاحب بسمل ناظر عدالت تھے۔ مرزا غالب حضرت شہید کے پاس جہانگیر آباد آئے ہوئے تھے۔ ناظر صاحب اور دادا صاحب نے ملے کیا کر اصلاح

لے غالب کے لینے مرزا مفتی اعظم امروہا، سال پیشنگ ہاؤس دہلی ۱۹۳۲ء
 لے ہم نے بطائف حضرت شیدا بریلوی کے الفاظ میں نقل کئے ہیں۔

برخواست کر کے بذریعہ ڈاک پاکنی نواب صاحب کے یہاں مرزا سے ملنے کے لئے چلتا چلا ہے۔ چنانچہ یہ دونوں حضرات جہانگیر آباد روانہ ہو گئے۔ مسافت کافی تھی باوجود کوشش و پیچھے میں تاخیر ہو گئی اور مرزا اپنے کھانے کے کمرے میں جا چکے تھے۔ نواب صاحب کو ان حضرات کے آنے کی اطلاع ملی تو موصوف فوراً باہر تشریف لے آئے۔ سلام و دعا اور رسمی مزاج پر ہی کے بعد نواب صاحب نے فرمایا کہ اب تو مرزا سے ملاقات نہ ہو سکے گی کہ وہ کھانے پر چلے گئے۔ یہ بات مشہور تھی کہ مرزا رات کو کھانے کے بعد بیٹے ہیں اور پھر کسی سے نہیں ملتے۔ ان حضرات کے لئے یہ دشواری تھی کہ بغیر رخصت لئے گئے تھے اور صبح بھرا جلاس کرنا تھا۔ آخر طے پایا کہ مرزا کے کمرے کے پاس بیٹھ کر بات چیت کرنی چاہئے۔ اگر انہوں نے سن لیا۔ اور بلا لیا تو سبحان اللہ درندہ گردی تو ہے ہی۔

حسن اتفاق کہ ان حضرات نے جو کچھ سوچا تھا وہی ہوا۔ یہ سب غیر معمولی آوازیں بات چیت کر رہے تھے کہ مرزا نے نواب صاحب سے دریافت کیا کہ نواب صاحب کون صاحب ہیں؟ انہوں نے جواباً کہا کہ مولانا سلطان حسن خاں صاحب ہیں اور سکتر شاعران (یہ مولوی غلام بسیم اللہ صاحب بمبئی کو مرزا کا دیا ہوا خطاب تھا)۔ مرزا نے اپنے ملازم خاص سے آواز بلند کہا بلاؤ۔ ان حضرات کو قدرے توقف سے دروازہ کھلا۔ ان حضرات نے فرمایا کہ غالباً یہ توقف چینیہ چلانے کا سامان سیٹھنے کی وجہ سے ہوا)

سلام و دعا کے بعد مرزا نے کہا کہ بھائی میں بڑا خوش نصیب ہوں کہ مجھے وہاں کے لئے دو ایسے معزز گواہ مل گئے کہ میں میں ایک بہت بڑے عالم دین ہیں اور دوسرے بہت بڑے لغت گو ہیں۔ آپ صاحبان دیکھ لیں کہ یہاں پہنچنے چلانے کا کوئی سامان نہیں ہے۔ بات ہنسی میں پڑ گئی۔

بہل صاحب اور دادا صاحب نے کچھ تازہ کلام سننے کی فرمائش کی مرزا نے معذرت کی کہ میں نے اس عرصے میں کچھ کہا نہیں ہے۔ جب ان حضرات

کا امرار بڑھتا تو مرزا نے قلمدان مالکا اور قلم اٹھا کر ڈھب لیا اور پشت قلم کو منہ میں لیا اور
حدود باغیاں خدا کہہ کر سنائی۔

والد صاحب قبلہ فرماتے تھے کہ اس قرچے سے اس کی ٹکڑ اور انداز فکر کا طریقہ
ذہن میں آتا ہے۔ یہ رہا عیاں مرزا کے مطبوعہ کلام میں نہیں ہیں۔ نہ تو موصوف ہی نے
ان کو محفوظ کیا اور نہ مجھ ہی کو یہ توفیق ہو سکی۔ خیال تھا کہ کبھی لکھ لیا جائے گا۔

واہ بے لڑکے پڑھی اچھی غزل

ایک واقعہ مرزا غالب کی مردم شناسی اور جہوت طبع کا بڑا لطیف ہے۔ ناظر
صاحب (مولوی غلام لہجہ اللہ بسمل) کے ایک عزیز جو معمولی تعلیم یافتہ تھے۔ ماہرہ
سے دلی پہنچے اور اس تعلق سے کہ وہ ناظر صاحب کے عزیز ہیں۔ مرزا سے ملاقات
کے لئے پہنچ گئے اور اپنا تعارف کرایا ساتھ ہی کلام سنانے کی فرمائش کی مرزا بڑی
خندہ پیشانی سے ملے۔ رسمی تراضع کے ساتھ ساتھ اپنا کلام سنادیا۔

ناظر صاحب نے فرمایا کہ لاجل و لا قوۃ الا باللہ۔ آپ نے بھی کس سحرے کو کلام
سنایا۔ وہ کیا سمجھا ہو گا۔ مرزا نے برجستہ کہا کہ بھائی سحرہ وہ نہیں آپ ہیں۔ آپ
نے مجھ سے یہ بھی پوچھا کہ میں نے کیا سنایا۔ میاں میں نے انہیں یہ کلام سنایا کہ

وہ چرائے باغ میں میدہ جسے بھانڈ جانا یاد ہو دیوار کا

واہ بے لڑکے پڑھی اچھی غزل شوق ابھی جسے چھ گچھے اشعار کا

ایک نگاہ کسی کے متعلق ایسا صحیح انداز نہ لگالینا ذہانت و لطافت کا شاہکار ہے۔

نہ اس میں قوت تھی نہ مجھ میں

ایک واقعہ اور بھی سن لیجئے۔

ایک بار ناظر صاحب قبلہ دلی گئے۔ مرزا کے یہاں پہنچے تو مرزا اپنے کسی قدیم
لازم کی تعزیت کے لئے جا رہے تھے۔ ناظر صاحب کو دیکھ کر کہنے لگے کہ خوب آئے

جہاں اپنے ملازم کی بیوی کے پاس تعزیت کے لئے جا رہے تھے۔ ناظر صاحب بھی مرزا کے ہمراہ چلے گئے۔ وہاں پہنچ کر مرزا نے مراسم تعزیت ادا کیے۔ اس کی بیوی نے رونا شروع کر دیا۔ مرزا جتنی دل چاہی کی گفتگو کرتے۔ وہ اندرونی مرزا پریشان ہو گئے۔ آخر مرزا نے کہا کہ نیک بخت کیوں ہوتی ہو۔ جتنی عورتوں کی تھی اتنی میری ہے، اتنا اس میں قوت باقی تھی نہ مجھ میں باقی ہے۔ جو اس کو دیتا تھا وہ تم کو دے گا۔ جیسے تم اس کو سمجھتی تھیں۔ ویسے تم مجھ کو سمجھنا۔ یہ سن کر وہ بے اختیار ہنس پڑی اور کہنے لگی کہ تم کو تو ہر موقع پر دل لگی سوجھتی ہے اور مرزا اٹھ کر چل دیئے۔

ہندی کو مولانا نے کیا سرفراز

مرزا کا ایک اور لطیف ناظر صاحب نے بیان فرمایا کہ جہاں وہ تھا اصلاح میں ہی گالیاں دینے سے نہیں چمکتے تھے۔ ناظر صاحب نے حضرت بلالؓ کا قصہ نظم کیا اور بغرض اصلاح غائب کو بھیجا۔ ناظر صاحب خوش خط نہ تھے اور اس زمانے میں یائے معروف و مجهول کے استعمال میں لوگ غلط نہیں نہ تھے ناظر صاحب کا ایک مصرع تھا۔

ہندی کو مولانا نے کیا سرفراز

”ہندی“ یائے معروف سے تحریر تھا۔ مرزا نے اس کے املا کی تصحیح کرتے ہوئے لکھا کہ حیاء بالشد آپ کا یہ عقیدہ ہے۔

ناظر صاحب نے کوئی لفظ لکھا تھا۔ مرزا نے اسے کٹ کر کچھ بنا دیا۔ اتفاق کرناظر صاحب کو یاد نہ رہا اور پھر وہی لفظ استعمال کیا۔ مرزا نے اسے کٹا اور نوٹ لکھا کہ ”ایک خطا دو خطا اور آگے... کی بجائے آخر تا یہ کہا خطا لکھ دیا۔“

ہمایاں اور آفر سے مہمانی

نواب صدیق حسن خان قنوجی غم مہجواں نے دہلی میں مفتی صدر الدین آزادؒ کے تعلیم حاصل کی تھی اور انہوں نے اس دور کے نامور علماء و دانشورا و ادبا کو دیکھا

تھا ان مجالس میں شریک ہوئے تھے ان کے فرزند اور سوانح نگار نواب علی حسن خاں نواب
 صدیقی حسن خاں اور مرزا غالب کی ملاقات کا ذکر مندرجہ ذیل الفاظ میں لکھتے ہیں ۔
 ”نصائے آغاز ملاقات میں والا جاہ (نواب صدیقی حسن خاں) ایک بار مرزا غالب
 مرحوم کے دولت خانے پر خانہ بے تکلف کچھ کر بلا اطلاع سابق یکایک پہنچ گئے
 اس وقت یارن رنگین طبع کی محفل گرم تھی مرزا نے ان کو دیکھ کر بے ساختہ
 یارنہ لہجے میں کہا۔

بیاباد اور آؤں سے بھائی

اس وقت آپ کی کیا دعوت کروں پہلے سے کچھ کو آپ کے آنے کا علم بھی نہ تھا
 خیر میٹھے میں ضیافت طبع کیے رہتا ہوں۔ یہ کہہ کر مرزا صاحب نے اپنی تازہ غزل سنائی
 جو اشہیں و زوں شاہی و بار کی فرمائش سے لکھی تھی اس کا مطلع یہ ہے ۔
 نکشہ چیں ہے غم دل اس کو سنائے نہ بنے

کیا بنے بات جہاں بات بنائے نہ بنے

والا جاہ اکثر اوقات کہا کرتے تھے کہ مرزا صاحب کا وہ دل آویز لب و لہجہ اور
 ان کے فصیح و بلیغ اشعار کی حسن ترتیب و ادب لطافت شعریہ اور جذبات معانی
 کی تاثیر کچھ ایسی دل میں پیوست ہو گئی ہے کہ جب کبھی اس کی یاد آتی ہے تو دل میں
 ایک عالم وجد و حال پیدا ہو جاتا ہے اور ہر وقت تازہ تازہ نثر و لطف حاصل
 ہوتا ہے ۔

تازہ تر از تازہ تر سے محال

قطعات تاریخ انتقال و مزار غالب

مرزا غالب کے انتقال پر شعری و ادبی حلقوں میں خاصا ماتم برپا رہا شعاعوں اور ادیبوں نے ان کے انتقال پر قطعات تاریخ اور مرثیے لکھے، بقول حالی۔

ان کی وفات کی تاریخیں جو مدت تک ہندوستان کے اردو اخباروں میں چھپتی رہیں، وہ گنتی اور شمار سے باہر ہیں۔ لے

اسی قسم کی دو غیر مطبوعہ تحریری مہیں ملی ہیں جن میں سے ایک حکیم جعفر حسین دیوبند کا خط ہے جو ان کے خطوط کے مجموعہ "مکتوبات جعفری" میں شامل ہے۔ انہوں نے یہ خط اپنے بھائی یوسف علی کو لکھا ہے جو ضلع ہوشیار پور میں سب اور میر تھے۔

حکیم جعفر حسین دیوبند (ملا سرائے پیر زادگان) کے رہنے والے تھے، ان کے والد کا نام حکیم غلام عباس ہے جو ریاست جھپال میں سینہ پوسیس میں ملازم رہے اور گھر پر مطلب بھی کرتے تھے۔ جعفر حسین مولوی سید محبوب رضوی مولف تاریخ دیوبند کے والد سید ظہور الحسن لے کے ماہوں تھے، رضوی صاحب لکھتے ہیں لے

لے یادگار غالب ص ۹۰

لے سید ظہور الحسن ۱۲۸۵ھ میں پیدا ہوئے، دارالعلوم دیوبند کے درجات فارسی میں تعلیم پائی۔ بچپن میں کچھ عرصے اپنے ۵۷ حکیم سید غلام عباس صاحب کے پاس جھپال میں بھی قیام رہا۔ محکمہ نہر میں ملازم تھے۔ رمضان ۱۳۰۰ھ میں انتقال ہوا۔ مکتوب سید محبوب رضوی بنام راقم مورخہ ۲۲۔ مئی ۱۹۶۱ء

لے مکتوب سید محبوب رضوی بنام راقم مورخہ ۱۲ مارچ ۱۹۶۱ء

”سید جعفر حسین بن حکیم غلام عباس میرے والد مرحوم کے حقیقی ماموں تھے، دیوبند میں محلہ سرلے پیر ناوگان کے رہنے والے تھے۔ ان کے جد اعلیٰ دیوبند کے مشہور بزرگ الحاج بندگی سید محمد عباسیم صاحب قدس سرہ (وفات ۱۲۴۰ھ) ہیں۔ راقم السطور کے جد اعلیٰ بھی ہیں بزرگ ہیں۔

حکیم سید غلام عباس ریاست بھوپال میں انسپکٹر پولیس تھے ملازمت کے ساتھ گھر پر مطب کا مشغلہ بھی جاری رہتا تھا۔ سید جعفر حسین صاحب... ایک فاضل شخص تھے، اور قانون میں بھی مہارت تھی۔ ان علوم میں صاحب کمال کئے جاتے تھے۔ والد مرحوم سے میں نے سنا ہے کہ وہ ریاست بھوپال میں مشیر قانون تھے، کثرت مطالعہ سے آخر عمر میں بنیادی جاتی رہی تھی۔ ان کے فرزند محمد عباسیم صاحب ولد فوت ہوئے سید جعفر حسین کا سنہ ولادت و وفات معلوم نہیں ہو سکا۔

حکیم جعفر حسین بھوپال کے نامور فاضل اور ادیب شہیر ابو الفضل محمد عباس شروانی (ن ۱۳۱۵ھ) کے شاگرد تھے۔ محکمہ پولیس وغیرہ میں ملازم رہے، ان کی دو کتابیں خطی صورت میں ہمارے ذخیرہ کتب میں ہیں، ایک تو یہی ان کے مکتوبات کا مجموعہ اور دوسری میر غلام علی آزاد بگڑی کی مشہور کتاب سرو آزاد کا خلاصہ ہے۔

مکتوب منشی جعفر حسین دیوبندی

بنام خداوند پیروزگار مردہر ساز و شب و روزگار
 سنے کہ بربر سخن می چہ بزم نش ایزد بخشایندہ داوگر است و دوشے کہ بربر
 روش از د پاس توانا داو و بخشایش گر اگر چه من بے ریا راجہ یار کہ ہنگامہ شوری ہریا
 کہم و کندہ یچ و پچ باریاں ستودی کسی انگنم مگر امروز غالب بہاؤ و کمند

پہنچ کر پہنچے بالوایں ستون کسی انگنم نگار روز غالب بہار و سخن پر زور جہاں سخن
 چینیان کا دم گردانید و آفتاب روشن روشن گریانی از گوشہ باختر برگردانید روشن
 کلکش زخم ریزہ آب و نقش مریم کا فردا سیر زباں جاشنی جہاں شیریں سخاں بکوش
 مایہ شہد پہرہ ساخت۔ کس بلند وازگی و روشنی و شش سوئے گیتی تراخت و سخنش
 در غنہ انگشت نما، مگر ہر گفتارش گراں بہا، اگر جامہ ماہ نور آسار میدان چہ درخ
 نیلگون نہر آسوی، رنگ تیرگی از آئینہ روزگار۔ بہ کونک فروغ کہ رہوی، چکاگر
 نقش تر و چشم نازک مانا، اگر سر پہنچ رسامے از گجا بنیا آگاہی رنگینے تلخ کا ملان را
 واروئے بہار کہا بودے، تخم بیکائی و گلزمیں دلہائے آرش خرمناں پا شد رنگ چنان
 خود فروشان را از تیغ آبدار خراشد والا مایگان زیر گاہ نشیناں جو ہر شناسی را بوب
 کیانی بر سر می بند و سر فرازاں گیہاں پیشگ نشین بزم سروب خوانی را پیرمین در سراز
 شرفی ہوائے بہار آگاہائی شاخ زرخش غنچہ رواں خوشاب و از اندازہ رنگین شاخ
 گل گفتارش سبزہ نگاہ سیراب ہر گاہ زباں نیرنگ سازی کشوے، غوغا نیاں گلہاں را
 اسیر فرمودے و در تبسم غنچہ خندہ از گلزار چہرہ بر انداخت، خاموشی بہاایش در پائے
 موج داشتے، از خاک پائش زمین آسمان شد از اوج جاہش آسمان زمین شد
 سخنش چون زلف مشکیں سواداں ہے آہر از آب نور و دار گریا پیش گوہر دندان
 را آہر و گل نوشیز اندیشہ رنگینش از خار ناکامی پاک دلالتہ پندار خوش اندازش از داغ
 نامرادی بیباک و اگر گل از سر داو رنگیں برکان خود را بچو شیر فرزند خواں بہ باد سازد
 از دگر شخوآن از شرمندگی گفتار نقد آرائی خوش بچوے گرو گل بر سر انشا بد سز و پنچ
 آہنگ سے مرغ شب آہنگ ایست با شاہنگ چہرہ مینارنگ ہم آہنگ نے
 نے دریا نیست بے پایاں سپار گوہر ہائے رنگ برنگ با دانش و فرہنگ ہر نیروز
 و دستوبہ ہوائے سرمایہ فروغ بخش جہاں و ہوائے ریاں و مانع پریشان گرمی
 جنگ مر وے آفتاب جہاں تاب پائیدار از غم می سوزد و چون آن دل سوختہ ماہ
 بر میدان آسمان ہموخ شرم برافروزد غارہ جاں بری بروئے جہانیاں مالید

سرمد از آں سواد و در چشم مرغان کشید پیچید گہبائے آں تاجہائے ستان بادہ
 سر جوش اند کرد دست در گردن کید بگرد و بستگان نزاکت سخن باہزاران زبان غیش
 گر گشتند سخن زنان و آتش زبانان شیریں بیانان خاک آستانش بزرگان نقد
 غبار و سنگا ہش کیسائے دانائی و خاک و سہ پرنگا ہش پارس ہینائی و درش چاک
 گر بیاں نہیے پچہ پچہ و غبار آستانش پچہ قہر

کاش اینک اوستا دای پیشیں بودند سے زبان سپاس شکر بار بزد باز و نش
 کشاوند سے و مائی بے نیازی آں برگزیدہ بارگاہ بے نیاز کا بیہ باز و نمودند سے
 ملاز سر و چشم بر ہمیش پرنیدند سے بزرگان راست گفتند و در سفند کہ تا وریکتائی
 و سخن پوری و دیا نشو و گردار شویا ہائی بدست نیاید تا وری پرتو مانا ہوا نہ گردو
 فروغ بخش جہاں آرا نہ بر آید ہیات ہیات گرش ستم دیدگان خورد و آہ غالب
 ببرد و جان بھان آفری سہ و و چراغ پر ماس و سخن موعوم خمیکہائی بے برگان سخت
 و ہنگامہ گری سوز و گمراہ فروخت میری کار ایں سلسلے ناپائیدار چلی است
 و بدہ دئے کار گزاران روزگار ہمہ کرد و گر شہا کر است در پی کاخ پنج خالی ز گنج
 ہیچ شاند نہ ہیچ چیز سے جاوید خواہ ماند

اے بھٹاک رمیدن آں مروز بانداں کشادہ زبان سر بخش شیریں گویاں جوہر
 شناس موزوں ہیاں رستم دستاں تازہ گوئے سام نریمان رزم سنگفتہ ، رونے
 جمشید ارکیستارک ہیاں شاہنشہ ایران ترزبانی اسروقی کردار زیک سار ہم شاہ سخن
 سرانی ہم پہلوان پلاک آزمائی آسمان ساز زمین شیداوش روگاہ اجزائے سرخوش
 نیک آہنگ نجم الدولہ و سیر الملک مرزا اسد اللہ خان بہادر نظام جنگ انچہ و دول
 بود ، جل ماند ، و کار ہیکل بدر سے رساند از نارسائے ہلکے در خیابان نامرادی جزو دانہ
 اٹک چہا بدیم کاشت و از نارسا زہائے در زمین سینہ جزو ک خاد ناقرانی حہا بدیم
 عواشت ، خواہم ہمیشہ تا در آب و آتش گزارم دوست از پی کار بر آرم جنگام
 زیست آں راہ گور کہ آفتاب لب کردہ بودند ، بہن زبان سخن سرانی و آتش بر آرمی

کھڑے ہو کر نامہ پارسہ زبان فرستادہ ہر دم و زوشٹہ ہر دم کہ بنگاہ اور ستادی
 بنگاہ و نشیب و قرار کئی نگاہیں بست روز از فرستہ واپس فرمود و از کلمک
 ہر دی سک فرور بخشتہ بود کہ رہے تو پسندیدیم و خوش گردیدیم، پہنچ آہنگ و دستنبو
 بینید، وہاں درزش کنید، اوستا و قدیز یکتاے روزگار است و از چو خراہان
 راست کردار ما است از دے کار بگیر و آنچه گردیت، بپذیر، اکنون بانگ پشت
 خاموشکتہ و غبار اندوہ را بسخن ہستہ۔

(۲)

منشی فضل حسین برشتہ کا تخیل دیوان ہمارے ذخیرہ کتب میں موجود ہے۔ کلام
 کا خصوصی انداز کا اوسط درجہ کا ہے۔ برشتہ کے تخیل حالات معلوم نہ ہو سکے۔ غالباً
 دہلی کے رہنے والے تھے۔ مرزا قادر بخش صاحب گرگانی مراد تذکرہ گلستان سخن اور خدا
 بخش تزییر کے شاگرد تھے۔ انہوں نے اپنے دیوان میں بعض یادداشتیں بھی لکھ رکھی ہیں
 اور اکثر غزلیات سے متعلق۔ مزاحمت بھی کی ہے کہ کب کہاں اور کس شخص کے یہاں
 مشاعرے میں وہ غزل پڑھ گئی۔ اندازہ ایسا ہے کہ وہ مراد آباد میں متوطن ہو گئے
 تھے۔ کیونکہ انہوں نے اپنا یہ دیوان مراد آباد ہی میں مرتب کیا ہے اور تاریخ اختتام
 ۹۔ جون ۱۸۹۹ء درج ہے۔ برشتہ نے مرزا غالب کے انتقال پر دو قطعات
 تاریخ تحریر کئے ہیں۔ جہد راج ذیل ہیں۔

تاریخ وفات مرزا اسد اللہ خاں صاحب غالب دہلی۔

وحید زماں مقار دہلی میں غالب۔

وہ معنی سرا اٹھ گیا ہائے ویلا۔

برشتہ کھو بہر تاریخ مصرع۔

”سخن کا مزہ اٹھ گیا ہائے ویلا“۔

یہ اس شعر کے ۱۸۸۳ء میں مراد آباد کے قتل جرمہ کا ایک عدد بھی شامل کیا
 جانے تو ۱۸۸۳ء میں جہد راج کے ساتھ مراد آباد کے قتل کے ”کروائے“ سے بدل دی تو ۱۸۸۳ء
 میں جہد راج ہی

دیگر

اٹھ دنیا سے کیا مرزائے غالب جہاں سے اٹھ گئی شیریں زبانی
برہنہ نے لکھی تاریخِ رحلت موا ہے سعدی شیرازِ ثنائی

۱۲۸۵ھ

(۳)

ذیلی میں چند قطعات تاریخ اور بھی پیش کیے جا رہے ہیں جو مطبوعہ میں لیکن
عام نگاہوں سے اوجھل ہیں :

تاریخ وفات مرزا اسد اللہ خاں غالب ملقب بہ فرشتہ
کرفن شاعری میں پکتا بلکہ حدیم المثل تھے
از محمد علی جوہر

غالب چو ازین جہان گزراں
شد داخلِ غلد ہر ملک گفت
تاریخ وفات از از جویا
”تاج سر شاعراں“ نکل گفت

(۴)

تاریخ وفات مرزا اسد اللہ خاں غالب دہلوی صائمہ اللہ بالمعزہ
از منشی اسماعیل حسین منیر شکوہ آبادی رتھ

آں غالب دہلوی کلیمِ دوراں سلطان سخن غلام آلِ یسین
در نظم و زبان فارسی نایِ دہر در نثر بہند افاداتِ یحیی
ہر دا شترِ رخت ازین سرے فانی یارب برسانیش بفر دوس ہرین

”تاج سر شاعراں“ سے ۱۳۸۶ء برآمد ہوتے ہیں۔

”نظم منیر“ (مطبوعہ سعیدی رام پور) ص ۱۷۰

دنیاست سیاہ بیدہ اہل سخن در بہج لہجہ رفت آن ہر مہیں
تاریخ وفات اور چنین گفت میر آہ افصح عصر و حیف ثنائی حوی
۱۲۸۵ھ

(۵)

قطعات لے تاریخ وفات نواب اسد اللہ خاں غالب دہلوی
از منشی دبی پرشاد سحر بدایونی لے

حیف کہ غالب ز جہاں رخت بہت بود کیے شاعر با علم و فضل
مرد چو او این جہاں بے جاں شہند شعر و سخن، نشر و ہنر، علم و فضل

۵۰۰ + ۱۱۰ + ۲۵۰ + ۲۰۵ + ۱۱۰ + ۱۱۰ = ۱۲۸۵ھ

۴

تھا شاعر نامی ہی اب دنیا میں
افسوس یہ ہے کہ مر گیا غالب بھی
ہے سحر یہ مصرع مرے لب پر جاری
دنیا سے آج چل بسا غالب بھی

۱۲۸۵ھ

مر گیا غالب جو لائانی تھا شاعر ہند میں
لے گیا دنیا نے دوں سے حشر میں کیا کیا دریغ
لکڑی اے سحر میں بہتا ہوا تھا ناگہاں
یہ ندا آئی لک سے "ولے واویلا دریغ" ۱۲۸۵ھ

لے علامہ ہردیاں سحر "کوسا مری و طامات کور" نزل کشور ہے کس کان پر ۱۸۹۴ء ۳ ۱۱۱
لے منشی دبی پرشاد سحر ۲۴ دسمبر ۱۸۸۳ء اگر جہاں میں پیدا ہوئے کہ کتب متداولہ مولوی
طاہر الدین فرشتوری سے پڑھیں۔ ڈپٹی انسپکٹر مدارس رہے تصنیف و تالیف کا ذوق تھا
متعدد کتابیں یادگار ہیں۔ "عشق" میں فوت ہوئے۔

(۶)

قطعه تاریخ وفات مرزا غالب و جلوی -

از مفتی محمد حسن خان بریلوی صدر الصدور -

غالب که بود پیرمغان سخنوری زنی و هر چو بدست سلامت گرفت راه
سافر شکست و میکده شعر شد خراب مینا گریست ز لور که " غالب ببرد آه"

۱۲۸۵ هـ

(۷)

قطعه تاریخ از مولوی عبدالکیم خوش

آغا احمد علی مصنف هفت آسمان گفته می باشد

مولوی عبدالکیم خوش تخلص مدرس اسکول میراثه، تاریخ وفات او که در سبند

یک هزار و دویست و هشتاد و پنج واقع شده چنین یافته

مرد بیباک میرزا نوشه ۱۲۸۵ هـ

(۸)

شمس الملک مظفر الدین حیدر خان بهادر مظفر جنگ

شعر

سال میلاد دست لفظ " غریب " ۱۲۱۲ هـ

سال فرقتش " ببرد غالب آه " ۱۲۸۵ هـ

تاریخ وفات مرزا اسد الله خان غالب

از سید آل محمد سارهدوی -

(۱)

۱- پیشان سخن از مفتی محمد حسن خان، مطبع رفاه عام گورکپور ۱۹۰۸ء ص ۲۱

۲- ملاحظه " هفت آسمان از آغا احمد علی ایلیا یک حوساتی آن جنگال نکته ۱۲۸۳ هـ

بنام سیرنا نوشه صد افسری ہونے دارفا سے رہگرا آج
 گواہ آل محمد سال منقوٹ کر رشک حافظ و طالب مرا آج
 تاریخ وفات سر شاعر نامی بصنعت زہد و بینہ ۱۲۸۵ھ

(۲)

سر شاعر زوال آمد بیک سال کہ چند از شعر ثاں چوں اصفہاں بود
 یکے آن غالب استاد لسانین کہ او خود پیر و شعر او جواں بود
 دوم زانہا سرور استاوار دو کہ شعر او سرور افزائے جاں بود
 سوم شاعر خلیل مرغیہ گو کہ در ملک سخن صاحب قرآن بود
 ہمہ عالم ز فوت این سر شاعر پیر از فریاد و از شورو فغاں بود
 زہد بابینہ از بہرہ تاریخ فراہم شد زوال شاعران بود
 ۱۲۸۵ھ

ولیکن باز یہ وہینہ باہم سر حزن و یکجا شامل ہاں بود

(۳)

غالب کہ بشعر فارسی در عہدیش لفاظی او بود وہم عنانش لافظ
 تاریخ مسیحی پے سال نقلش از آل محمد است فخر حافظ
 ۱۸۶۹ء

(۴)

حیف رفت آنکہ از کلاش بود آشکارا معانی سعدی
 در میادین نظم و نثرش داد طالعش ہم عنانی سعدی
 ہر کہ دیوان او مطالعہ کرد یافت شیریں بیانی سعدی
 بود در ہند بعد مرگ حزبی حق او ہم زبانی سعدی
 ہر نیساں کلک در سلکش درخت مگر ہر نشانی سعدی

سعدی از زندہ ہوتے اور سخن
 صحبت پر افادتش وادی
 لذت شعر خوانی سعدی
 پیریش با جوانی سعدی
 در اقلیم نظم بر نامش
 سکے حکمرانی سعدی
 ہود فات بلاغت آیاتش
 در زمانہ نشانی سعدی
 گفت آبل محمدش تاریخ
 رشک جانی و نشانی سعدی
 ۱۲۸۵ھ

تعمیر مزار

امتداد زمانہ سے مرزا غالب کی قبر شکستہ و ریخت ہو گئی تھی۔ اس کی حالت
 بہت خراب و خستہ تھی۔ تعمیر کے سلسلہ میں بعض موقر اخبارات میں تحریک بھی ملی۔ چنانچہ
 سب سے پہلے مولانا محمد علی جوہر نے ۱۹۱۲ء میں اس بارے میں آواز اٹھائی کہ اس کے
 بعد اور لوگوں نے بھی اس بات کو آگے بڑھایا۔ جیسے مولوی نظام الدین حسین نظامی بدایونی
 ایڈیٹر ذوالفقارین بدایوں ۱۹۳۶ء کا ایک اعلان طلبے جس کو ذیل میں پیش
 کیا جا رہا ہے۔

مرزا غالب کے مزار کی مرمت

• کمٹی مرتبہ ملک کے بعض معزز اخبارات نے مرزا غالب مرحوم کی قبر
 کی مرمت کی آواز اٹھائی ہے لیکن افسوس کہ ملک اس کے متعلق کوئی
 عملی کارروائی نہیں ہوئی، مرزا مرحوم کا مزار جو ابھی بالکل بے نشان
 نہیں ہوا اور جو ایک مشہور و مقدس درگاہ کے احاطہ کے اندر

واقع ہے اس کی مرمت ہو جانا کوئی بڑی بات نہیں اور ساس کے لئے کسی خاص چندے اور بڑے بڑے عطیوں کی ضرورت ہے۔ تمام چندستان میں دلدلگان کلام غالب تھوڑا تھوڑا چندہ دیں۔ جب بھی کام آسانی سے پورا ہو سکتا ہے۔ میں اپنی طرف سے اردو دیوان غالب کے خاص ایڈیشن کی بقیہ ۳۰۰ (جلدی) اس ضروری کام کے لئے اس طریقہ سے پیش کرتا ہوں کہ وہ تمام ارباب دروہا اس جو مرزا غالب کی یاد کو زندہ رکھنا ضروری سمجھتے ہیں احباب دیوان کا ایک روپیہ آٹھ آنے میں اردو دیوان غالب کا خاص ایڈیشن بذریعہ وی۔ پی۔ ان کے نام نامی پر بھیج دیا جائے اور جس وقت یہ سب کتابیں فروخت ہو جائیں تو کل دو پیہ حضرت خلیق، دہلوی یا کسی دوسرے دوست کو جو دہلی میں مقیم ہوں، سپرد کر دیا جائے کہ وہ اس تاجدارِ سخن کے ٹوٹے ہوئے مزار کی جس کا نظارہ اہل نظر ارد اہل دل کے لئے ایک عزیزِ خاک سین کا کام دیتا ہے، مرمت کر کے آثارِ سلف کی بقا و حفاظت کے فرض کفایہ کو انجام دیں۔

خاکسارِ نظامی عفی عنہ ایڈیٹر ذوالقرنین، دہلی۔

معلوم ہوتا ہے کہ نظامی مرحوم کی اس پیش کش کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہیں ہوا ان کی یہ اپیل ماہنامہ عبرت، نجیب آباد میں شائع ہوئی تھی، بشیر الدین دہلوی مولف واقعات دارالحکومت دہلی، ۱۹۱۹ء میں لکھتے ہیں۔

استادِ نامی گرامی شاعر اور اس کی قبرِ حجاج یادگارِ زمانہ ہوتی اس کس مہرِ سی کی حالت میں ہے۔ ولے برقوم! اس سے معلوم ہوا کہ نفسی نفسی کا معاملہ ہے یہاں قوم دوم خاک بھی نہیں، غالب کے ایک نہیں دو نہیں، ہزاروں خاکِ رستے۔ جن میں سے اب بھی

بہت سے کھاتے پیتے خوشحال ہیں، جن کو دوسری غالب سے تلخ کا ہے
 اگر حضورِ خدا بھی دیتے تو قبر کی یہ حالت نہ ہوتی۔ کچھ دن ہوئے ہا ہی
 کڑوسی میں ابال آیا تھا، غفلت سے سنا تھا کہ غالب کی قبر یہ رہی ہے، چندہ
 ہر دہا ہے اور کچھ چندہ ہوا بھی مگر جس طرح مسلمانوں کے اور کلام
 ایندڑہ جاتے ہیں، یہ دفتر بھی گاؤ غود ہو گیا۔ خیر ان کی کوئی یادگار
 بنانے یا نہ بنائے ان کا کلام اور ان کی تصانیف ایک ایسی دائمی یادگار
 ہے کہ ابد الابد تک رہے گی۔ قبر پر یہ کتبہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے
 کہ اوپر یہ غالب کی قبر ہے اور نہ کوئی جانتا بھی نہ کہ یہ درجے بہا کہاں
 رک گیا۔

رنگ عرفی و فخر طالب مرد . اسد اللہ خان غالب مرد

کل میں غم و اندہ میں با خاطر محزون

مقاربت استاد پہ بیٹھا ہوا غمناک

دیکھا جو مجھے نگر میں تاریکی کی مروج

’ہاتف نے کہا‘ گنج معانی ہے تہ خاک“ ۱۲۸۵ھ

پھر ۱۹۳۵ء میں یہ تحریک نہایت زور کے ساتھ اٹھی اور آخر ۱۹۵۵ء میں مزار
 غالب کی قبر کی مرمت و تعمیر کا کام انجام کو پہنچا اور اس کا افتتاح ۱۵۔ فروری ۱۹۵۵ء
 کو مہاجران کی وفات کا دن ہے۔

علامہ اقبال، غالب کے مزار پر :

درگاہ نظام الدین اولیا میں غالب کا مزار مہونے کی وجہ سے اکثر لوگ غالب کے
 مزار پر فاتحہ خوانی کے لئے پہنچتے ہیں، چنانچہ حب علامہ اقبال اعلیٰ تعلیم کے لئے سازگار ہے۔

شہ غالب سو سائیں از ملک رام ماہنامہ ’آج کل‘، دہلی مارچ ۱۹۵۸ء

ہم نے تو پہلے درگاہ نظام الدین اولیا میں حاضری دی اور پھر مرزا غالب کی قبر پر فاتحہ پڑھی۔ اس فاتحہ خوانی کا ذکر شمس العلماء خاجہ حسن نظامی دہلوی کے الفاظ میں ملاحظہ ہو۔

”چلتے چلتے مرزا غالب کے مزار پر بھی گزر ہو گیا اور ایک ایسا نظارہ دیکھا، جو وفات غالب سے لے کر آج تک کسی نے نہ دیکھا ہو گا۔ حبیب ہم قبرستان کے احاطے میں ناقابل پروا شدت تیزی تھی۔ اول چند مغل امرا کی قبروں کو پا مال کرنا چڑھا جو مرقد غالب کے رستے میں حائل تھیں۔ اس کے بعد ہم خاک کے اس ڈھیر پر پہنچ گئے جس کے نیچے گینچ معانی دفن ہے۔ مرزا غالب کا آدھا چہرہ ترہ سٹی میں پرشیدہ تھا۔ ہم اس درخت ایک کچی دیوار کا تکیہ لگا کر بیٹھ گئے۔ یہ چھوٹی سی دیوار غالب کے دائیں پیلو میں اور اس اور چپ چاپ کھڑی تھی۔ اس نے باوجود بے سرو سامانی ہم پر سایہ ڈالا اور مرنے والے غالب کی طرف سے میزبانی کی۔ فیرنگ واقبال پر اس سین کا اتنا اثر تھا کہ افسروں کے عالم میں خاموش سر جھکائے بیٹھے تھے، ویسی ہی ’اکرام‘ نذر محمد نور الدین، حسن نظامی کی حالت تھی اور مزار کے گرد حلقہ بنائے بیٹھے تھے۔ یکایک ولایت نے غالب کا یہ شعر پڑھا۔

وہ بادۂ شبانہ کی سرمستیاں کہاں

اٹھے بس اب کر لنت خواب سحر گئی

سب پر از خود رنگی کی کیفیت طاری ہو گئی۔ خاص کر انقبال

مجوم مجوم کر شعر کی جھکڑ کرتے تھے۔ اس پر حسرت و پر حسرت سین

۱۔ اخبار وطن لاہور، تاریخ ۱۹ ستمبر ۱۹۰۵ء بروز جمعہ مطابق ۱۳۲۳ء جلد ۵ شمارہ ۱۴۳۵

غیر دیکھنے غالب نام آدم ان آدم سینا پوری (لاہور سنہ ۱۹۱۵ء) صفحہ ۲۱۵۔

کا بہت جلد خاتمہ ہو گیا اور ہم غالب کو اکیلا چھوڑ کر چلے آئے ۔
 اب خواجہ حسن نظامی کے رفیق حضرت ملا واحدی کے تاثرات ملاحظہ فرمائیے ۔
 ”والہیں ہیں پارٹی مزار غالب کی قبر پر ٹھہری ۔ میر نیرنگ قبر کی لوح کو کہتے
 بیٹھے تھے ، اقبال دایمیں جانب عالم غوریت میں تشریف فرما تھے ،
 تمبر کا چہنہ تھا ہوا بند تھی اور دھوپ بڑی تیز ، لیکن کسی کو گرمی کا
 احساس نہ تھا ۔ ولایت بولا : حضور ! اجانت ہو تو مزار غالب کی
 غول پیش کروں ۔ سرود بہشتاں یاد دہانیدن ، یہاں کسے عذر تھا
 چنانچہ اس نے کہنا شروع کیا ۔

دل سے تری نگاہ جگر تک اتر گئی
 دونوں کو اک ادا میں رضا مند کر گئی
 غول کے ان دو شعروں نے حاضرین میں ہلچل پیدا کر دی ۔ دیکھئے کس قدر برعلی تھا۔
 اڑتی پھرے ہے خاک مری کوئے بار میں
 بارے اب اسے ہوا ہوس بال و پر گئی
 وہ بادۂ شبانہ کی سرمستیاں کہاں
 اٹھتے بس اب کہ لذت خواب سحر گئی
 ولایت نے غول ختم کی اور پارٹی ہوش بجا کر کے چلنے کے لئے اٹھی ۔ اقبال نے
 جوش مصیبت میں غالب کی لوح مزار کو بوسہ دیا اور شہر کا راستہ لیا ۔

کتابیات

- ۱۔ آب حیات - محمد حسین آزاد، کتاب منزل لاهور ۱۹۵۰ء
- ۲۔ ۱۸۵۶ء کے بھارتی شعرا - اسد اوصاحبی (مطبوعہ دہلی)
- ۳۔ آثار الصنادید - سر سید احمد خاں، پاکستان بک سوسائٹی، کراچی
- ۴۔ آثار غالب - تاجی عبد اللہ و علی گڑھ میگزین ۱۹۴۸ء
- ۵۔ اخبار الصنادید (دو جلد) حکیم نجم الغنی خاں رام پوری، نو کشور پریس، لکھنؤ ۱۹۵۸ء
- ۶۔ اخبار امدادہرہ (خطی) بہاؤ الدین ماریہ وی (مملوکہ حاجی محمد زبیر کراچی)
- ۷۔ اردوئے معلیٰ - اسد اللہ خاں غالب، اکمل المطابع، دہلی ۱۸۹۱ء
- ۸۔ اردوئے معلیٰ - اسد اللہ خاں غالب، مطبع مجیدی کراچی ۱۹۳۲ء
- ۹۔ اسرار حسن - محمد احسن بلگرامی، قومی پریس، لکھنؤ ۱۹۰۳ء
- ۱۰۔ اشاریہ غالب، سید معین الرحمن، لاهور ۱۹۶۶ء
- ۱۱۔ اصح التواریخ (دو جلد) مولوی محمد میاں ماریہ وی، خانقاہ برکاتیہ ماریہ وی ۱۹۳۴ء
- ۱۲۔ احوال نامہ - سر رضا علی، دہلی ۱۹۳۳ء
- ۱۳۔ اکمل ان رنج (دو جلد) مولوی محمد یعقوب خیاں قادری، دہلی، مطبع نادری دہلی ۱۹۱۹ء
- ۱۴۔ ابراہیم القاطعہ علی قلام الانوار ساطعہ، مولوی خلیل احمد، مطبع بلال سادھوڑہ
- ۱۵۔ المشاہیر فیض احمد، نالی پریس میرٹھ ۱۹۷۷ء
- ۱۶۔ انتخاب نذری، سر سراس مسعود، نقلائی پریس دہلی ۱۹۴۱ء
- ۱۷۔ انتخاب غزلیات غالب، سر شاہ سلیمان، نقلائی پریس دہلی ۱۹۳۵ء
- ۱۸۔ انتخاب یادگار، منشی امیر محمد مینائی، لکھنؤ ۱۹۲۹ء
- ۱۹۔ انساب شیعہ فرخندہ، مولوی رضی الدین بسمل، بکس پریس شاہ آباد ضلع ہرنا
- ۲۰۔ انوار العادین، مولوی محمد حسین قدوسی، مطبع حدائق بریلی ۱۹۶۰ء
- ۲۱۔ انوار ساطعہ در بیان مولود و فاتحہ مرہ نامہ السبع پیدل، مطبع نفیس مراد آباد
- ۲۲۔ آئین اکبری، ابو الفضل ربیع سر سید احمد خاں، مطبع اسماعیل دہلی ۱۹۴۲ء
- ۲۳۔ آئینہ دلدار، ابرار علی دہلی، انجمن پریس کراچی ۱۹۵۶ء
- ۲۴۔ باغ ہندوستان، عبد الشاہ خاں شردانی، مدینہ پریس بکھنور ۱۹۳۶ء

- ۲۵ - بدایین مستطریحی - محمد سلیمان بدایونی رفیق اکیڈمی کراچی مستطریحی
- ۲۶ - ہرکات - ابرہہ - طفیل احمد بدایونی - نو کشور پریس کھنڈ
- ۲۷ - ہریم سخن - نواب علی حسن خاں مطبع شاہجہان بدایونی ۱۲۴۵ھ
- ۲۸ - بوستان اودھ - راجندر گاکر پشاور - کھنڈ ۱۸۸۶ء
- ۲۹ - بیاض ملائکہ کشی (خطی) (ملک محمد حکیم عبدالغفور ساکن آنور ضلع بریلی)
- ۳۰ - بیاض ملائکہ عمر عین مراد آبادی (خطی) (مولانا محمد عرفی کراچی)
- ۳۱ - تاریخ پنجاب کھنڈ احباب - مفتی عبدالکریم مطبع محمد حسین کھنڈ ۱۲۴۵ھ
- ۳۲ - تاریخ ردہ جہل کشتہ عبدالعزیز حاسی - مکتبہ علم و فکر کراچی مستطریحی
- ۳۳ - تاریخ ہدیہ - مولوی خادم علی - نو کشور پریس کھنڈ ۱۸۶۷ء
- ۳۴ - تاریخ قزوچ (خطی) قباب مولیٰ حسن خاں شروانی کلکتہ مسلم یونیورسٹی لائبریری علی گڑھ
- ۳۵ - تذکرہ آب بقا - خواجہ عبدالرؤف مشرت کھنڈ ۱۹۳۸ء
- ۳۶ - تذکرہ ریاض الفردوس - مولوی محمد حسین خاں - لاہور ۱۹۶۸ء
- ۳۷ - تذکرہ شمیم سخن (جلد اول) مولوی عبدالکلی صفایا بدایونی - مطبع اندو الہند مراد آباد ۱۲۵۹ھ
- ۳۸ - تذکرہ طبقات الشعراء - قدرت اللہ شوق (مرتبہ نثار احمد فاروقی) مجلس ترقی ادب لاہور ۱۹۶۷ء
- ۳۹ - تذکرہ طلائع اہل سنت - مولوی محمود احمد قادری رضا نقاش قادریہ اسلام آباد بدایونی پریس مستطریحی
- ۴۰ - تذکرہ طلائع حال - مولوی محمود حسین نگلی - نو کشور پریس کھنڈ ۱۸۶۷ء
- ۴۱ - تذکرہ طلائع ہند در عمان علی (مترجم و مرتبہ) نواب نادری پاکستانی ہمارا کمال سوسائٹی کراچی ۱۹۶۷ء
- ۴۲ - تذکرہ کاظم رام پور - حافظ احمد علی خاں شوق - دہلی ۱۹۲۹ء
- ۴۳ - تذکرہ مشاہیر کاکودی - محمد علی حیدر - کھنڈ ۱۹۳۸ء
- ۴۴ - تذکرہ نادر مرزا کلپ حسین نادر - (مرتبہ مسعود حسن رضوی) کھنڈ ۱۹۵۶ء
- ۴۵ - تذکرہ الواحہ علیہ - مولوی رضی الدین اسماعیل مفتی گلاب سنگھ اینڈ سنز پریس کھنڈ ۱۳۱۸ھ
- ۴۶ - تذکرہ الواحہ علیہ - مولوی رضی الدین اسماعیل - نظامی پریس بدایونی ۱۹۳۵ء
- ۴۷ - تشریح الانساب (خطی) مولوی ضیاء اللہ بھدرانی (ملک محمد منظر الرحمن بھدرانی) کراچی
- ۴۸ - تفسیر ابکریم - مولوی امیر الدین - دہلی مستطریحی
- ۴۹ - تھاقی غالب - نثار احمد فاروقی - مکتبہ شاہراہ دہلی ۱۹۶۶ء
- ۵۰ - تھاقی غالب - نثار احمد فاروقی - کتابیات لاہور ۱۹۶۶ء

- ۵۱ - خلاصہ غالب - ملک رام - مرکز تصنیف و تالیف نکودہ ۱۹۵۷ء
- ۵۲ - جنگ آزادی ۱۸۵۷ء روایات و شخصیات محمد الہیہ قادری - پاک آکائی کراچی ۱۹۶۰ء
- ۵۳ - چار ہزار اہل حق فاروقی اٹا دہ ۱۹۵۹ء
- ۵۴ - جلوہ خضر (حصہ دوم) صغیر احمد گلگرائی آرمہ ۱۸۸۵ء
- ۵۵ - جہان غالب - سکھ چاند پوری - مکتبہ کائنات لاہور ۱۹۶۶ء
- ۵۶ - چشتیانِ حق - مفتی محمد حسن خاں - مطبع رشاد عام گرگسپور ۱۹۶۵ء
- ۵۷ - حدائقِ بخشش - مولانا احمد رضا خاں بریلوی - ازہر یک - راجپور کراچی
- ۵۸ - محمد باری - مولانا عبدالسمیع بیگل - مطبع عقیباتی دہلی ۱۹۱۵ء
- ۵۹ - حیات جاوید - الطاف حسین حالی - پنجاب اکادمی لاہور ۱۹۵۹ء
- ۶۰ - خاندانِ برکات - مولوی محمد میاں ماسپوری حسنی پریس بریلی ۱۹۶۵ء
- ۶۱ - خاندانِ برکات - مولوی محمد میاں ماسپوری (طبع اول) ۱۹۵۱ء
- ۶۲ - خطوط غالب (دو جلد) اسد اللہ خاں غالب و مرتضیٰ غلام بریلوی کتاب منزل لاہور
- ۶۳ - ختم خانہ جاوید (جلد چہارم) لالہ سری رام دہلی ۱۹۶۶ء
- ۶۴ - داستان تاریخی اردو - حامد حسن قادری - آگرہ ۱۹۵۱ء
- ۶۵ - واقع الاولام فی فضل خیر الانام - مولانا عبدالسمیع بیگل - مطبع محمد فیض کھنڈر
- ۶۶ - دستنبز اسد اللہ خاں غالب - روہیل کھنڈر شری سوسائٹی بریلی ۱۸۵۱ء
- ۶۷ - دیہ و دریافت - رئیس بدایینی - روشن پبلی کیشنز جالپور ۱۹۸۱ء
- ۶۸ - دیوانِ برشتہ (خطی) فضل حسین برشتہ - ملک محمد الہیہ قادری کراچی
- ۶۹ - دیوانِ تنہا (خطی) مولوی محمد حسین تنہا مراد آبادی (ملک محمد مولوی محمد الہیہ قادری کراچی
- ۷۰ - دیوانِ قاریج - سید آل محمد ماسپوری - مطبع قریب الافکار آرمہ ۱۹۸۵ء
- ۷۱ - دیوانِ رستا - احمد حسن رستا - نو کشتور پریس کھنڈر ۱۸۹۸ء
- ۷۲ - دیوانِ عرش (خطی) افتخار الدین عرش فاروقی (ملک سید الطاف علی بریلوی کراچی -
- ۷۳ - دیوانِ غالب اسد اللہ خاں غالب - نظامی پریس جالپور ۱۹۱۵ء
- ۷۴ - دیوانِ غالب اسد اللہ خاں غالب - نظامی پریس جالپور ۱۹۱۵ء
- ۷۵ - دیوانِ غالب - اسد اللہ خاں غالب - نظامی پریس جالپور ۱۹۲۳ء
- ۷۶ - دیوانِ غالب (نسخہ حمید) اسد اللہ خاں غالب - محمد پال ۱۹۶۱ء

- ۷۷۔ دیوانی غالب (نسخہ خوشی) اسد اللہ شاہ غالب، انجمن ترقی و دور رسد، علی گڑھ ۱۹۵۵ء
- ۷۸۔ دیوان غالب نسخہ طاهر اسد اللہ شاہ غالب، راجہ پور ۱۹۶۹ء
- ۷۹۔ دیوان غریب - مطبع ملک شاہ فتح گڑھ ۱۳۸۳ھ
- ۸۰۔ دیوان معروفہ غالب انجمن ترقی و دور رسد مولوی عبداللہ دیوانی، نظامی پریس، یوپی ۱۹۳۵ء
- ۸۱۔ ذکر غالب، ماکہ دہلوی - مکتبہ حیات دہلی ۱۹۶۳ء
- ۸۲۔ ذوق، سوانح و انتقاد، ڈاکٹر تنزیل احمد علوی - مجلس ترقی ادب، راجہ پور ۱۹۶۳ء
- ۸۳۔ راحت القلب فی مولد المہبوب - مولانا عبد الصمد بیہلی، مطبع حب کشور، منہ پور ۱۳۹۰ھ
- ۸۴۔ رچش ٹھٹھان احمد علی، انجمن ترقی و دور رسد، مولوی عبد الرحیم دہلوی، مطبع مفید عام، لاہور ۱۹۶۰ء
- ۸۵۔ رچش کبھی خواہنگار ترقی تعلیم صلاخان، مرتبہ سر سید احمد خاں، پٹنہ ۱۸۹۴ء
- ۸۶۔ رسالہ مولوی سلطان حسن بریلوی، ترقی و دور رسد، مولانا آزاد (مطبع شعلہ طور، کانپور) ۱۳۸۵ھ
- ۸۷۔ رسالت، مہوش بخت، حسین دہلوی، مرتبہ حامد سعید خاں، مولوی، نظامی پریس، یوپی ۱۹۶۳ء
- ۸۸۔ رسالہ کلام غالب - مرزا عزیز بیگ سہارن پوری - نظامی پریس، یوپی
- ۸۹۔ رسالہ خوشی (تذکرہ) محمد مظفر حسین بہا - جہوپال ۱۳۹۵ھ
- ۹۰۔ سید باغ دودر - اسد اللہ شاہ غالب، مرتبہ انشیا علی خوشی، انجمن ترقی ادب، کراچی ۱۹۷۵ء
- ۹۱۔ سیر سامری و طامات سامری، دیوانی، خوشی، دیوبند، شاد کوٹ، جالپوٹی، نوکٹر، پریس، لاہور ۱۹۶۳ء
- ۹۲۔ سخن شعرا، عبد الغفور سادہ - نوکٹر، پریس، لاہور ۱۳۹۱ھ
- ۹۳۔ سرکش شمع بجزور، سر سید احمد خاں، سلطان اکبر، یوپی کراچی ۱۹۶۳ء
- ۹۴۔ سلسلہ عالیہ، حکیم غزالی، حسین، مرتبہ، ترقی و دور رسد، انجمن ترقی ادب، علی گڑھ ۱۳۸۰ھ
- ۹۵۔ سیرت حاجی ابو اللہ، ابدان کے خلفاء، مولوی ابو نعیم، دہلی ۱۹۵۱ء
- ۹۶۔ سیرت فرید، سر سید احمد خاں، مرتبہ حکیم محمد احمد برکاتی، پاک اکبر، یوپی کراچی ۱۹۶۳ء
- ۹۷۔ شرح دیوان غالب، یوسف سلیم شہق، عشرت پیشنگ، لاہور ۱۹۵۹ء
- ۹۸۔ شمع انجمن، غزالی، حسن خاں، مطبع شاہجہانی، جہوپال ۱۳۸۳ھ
- ۹۹۔ صبح گلشن، غزالی، حسن خاں، مطبع شاہجہانی، جہوپال ۱۳۹۵ھ
- ۱۰۰۔ طبقات الشعراء، کریم الدینی، دہلی ۱۸۴۸ء
- ۱۰۱۔ طوابع الانصار، مولوی، غزالی، جالپوٹی، مطبع سراج صادق، سیتا پور ۱۳۸۹ھ
- ۱۰۲۔ علم و عمل، رشید، جہانگیر خاں، راجہ پور، مرتبہ محمد حبیب، مولوی، آل پاکستان، انجمن ترقی و دور رسد، کراچی ۱۳۸۵ھ

- ۱۰۰۔ حمد و شکر ذیاب اعظم لکھنؤ میں محمد رفیع خاں مراد (مرتبہ خواجہ احمد ناردانی) دہلی ۱۹۶۱ء
 ۱۰۱۔ عبد الجبار کی سیاسی علمی اور تحقیقی تاریخ معنی و لفظ درجہ عروج بکادی (الہ پاکستان ایکشن کلچر سوسائٹی لاہور ۱۹۶۵ء)
- ۱۰۲۔ حیات الشہداء - خوب چند ڈسکار - (فوتوا سنٹ کا پی) انجمن ترقی اردو کراچی۔
- ۱۰۳۔ حسین الامین سحافی علی احمد محمد الشہدائی - دکن گورنمنٹ پریس بھارتی۔
- ۱۰۴۔ غالب - غلام رسول قہر - لاہور ۱۹۶۳ء
- ۱۰۵۔ غالب - شاعر سرور و فزا، ڈاکٹر فرحان فتح پوری لاہور ۱۹۶۰ء
- ۱۰۶۔ غالب نامہ اسٹیج محمد اکرام - لاہور ۱۹۶۶ء
- ۱۰۷۔ غالب نامہ آدم - نادم سیتا پوری - لاہور سنہ ۱۹۶۶ء
- ۱۰۸۔ غالب کا فن - ڈاکٹر عبادت بریلوی - لاہور ۱۹۶۶ء
- ۱۰۹۔ غالب کی نادر تحریریں - ڈاکٹر خلیق انجم - دہلی ۱۹۶۱ء
- ۱۱۰۔ غالب کے لطیف معنی انتظام الشہدائی - سحافی پبلشنگ ہاؤس دہلی ۱۹۶۴ء
- ۱۱۱۔ غزلیات معروف (دخلی) ذیاب الہی بخش معروف و محلو کہ محمد ایوب قادری (کراچی)
- ۱۱۲۔ غیاث اللغات - مولوی غیاث الدین رام پوری - مطبع میر حسن رضوی کھنڈہ ۱۹۶۶ء
- ۱۱۳۔ غیاث اللغات - مولوی غیاث الدین رام پوری - فرنگشور پریس کانپور ۱۹۶۵ء
- ۱۱۴۔ غفری مولود و عرس وغیرہ - مطبع گلزار احمدی مراد آباد
- ۱۱۵۔ حضرت خطوط کتب خانہ سالار جنگ مرتبہ نصیر الدین ہاشمی - حیدر آباد دکن ۱۹۵۴ء
- ۱۱۶۔ فیضانِ قدسی مولانا عبدالمصعب ہیکل - خواجہ بک گوپ دہلی ۱۹۶۶ء
- ۱۱۷۔ قاصد المسامیر (دو جلد) نظامی دہلوی - نظامی پریس بھارتی ۱۹۱۵-۲۶ء
- ۱۱۸۔ قرآن کریم (مطبوعہ باہتمام ممتاز علی) مطبع مجتہبی میرٹھ ۱۹۶۳ء
- ۱۱۹۔ قرآن کریم - (مطبوعہ باہتمام ممتاز علی) مطبع مجتہبی میرٹھ ۱۹۶۳ء
- ۱۲۰۔ کاشف الاستاد (دخلی) شاہ حمزہ ماسرہ پوری و محلو کہ محمد ایوب قادری (کراچی)
- ۱۲۱۔ کشف المستوری فی حل نظام الدین تازی - تازی علی قلعہ درتہ احمد علی علی اصح المطابع کھنڈہ ۱۹۶۳ء
- ۱۲۲۔ کلیات شرفیاب - اسد اللہ خاں غالب - فرنگشور پریس کانپور ۱۹۶۵ء
- ۱۲۳۔ کلیات غالب فارسی (جلد اول) مرتبہ رفیع حسین قاضی - مجلس ترقی ادب لاہور ۱۹۶۶ء
- ۱۲۴۔ کنز الدیر کا (رضی الدین) ہیکل دہلی ۱۹۶۰ء
- ۱۲۵۔ محلِ رحمت - حکیم عیدالسی - دارالمصنفین اعظم گڑھ ۱۹۶۰ء

- ۱۲۹۔ کلشی بجاو۔ نواب سبط خان شیفتہ۔ لاہنؤ ۱۲۹۱ھ
- ۱۳۰۔ کلشی جیش بہار۔ نصر اللہ خان غوثی۔ انجمن ترقی اردو کراچی ۱۹۶۶ء
- ۱۳۱۔ ماسٹر صدیق نواب علی حسن خاں۔ نوکلشور پریس لاہنؤ ۱۹۲۳-۲۵ء
- ۱۳۲۔ شتو دیملئے صباح۔ اسد اللہ خان غالب۔ نظامی پریس جالپوں ۱۹۵۰ء
- ۱۳۳۔ مراثی خیال (روایان شعری) مطبع دیا من چند امرتسر ۱۳۳۳ھ
- ۱۳۴۔ مسلم شعرائے بہار (حصہ دوم) حکیم احمد اللہ ندوی۔ کراچی
- ۱۳۵۔ معجم المطبوعات العربیہ المعربہ (جلد اول) مصر ۱۳۲۳ھ
- ۱۳۶۔ مکاتیب غالب۔ اسد اللہ خان غالب (ترجمہ) استیاذ علی بخش۔ رام پور ۱۹۴۹ء
- ۱۳۷۔ مکتوبات جعفری (خطی) سید جعفر حسین دیوبندی۔ مملوکہ محمد ایوب قادری، کراچی
- ۱۳۸۔ ملفوظات و لطایف مذاق میاں۔ مرتبہ انیسار علی دایوئی۔ امیرالاقبال پریس جالپوں
- ۱۳۹۔ سرانامہ فیض احمد دایوئی۔ محمد ایوب قادری۔ پاک اکیڈمی کراچی ۱۹۵۱ء
- ۱۴۰۔ موسیٰ۔ کاتب علی خاں خاں۔ مجلس ترقی ادب لاہور ۱۹۳۳ء
- ۱۴۱۔ مونس الذاکری۔ شیخ الشکلی گزہ مکیشری۔ مطبع سوسائٹی دہلی ۱۳۸۷ھ
- ۱۴۲۔ میری سرگزشت۔ برہیس احمد میری۔ کراچی ۱۹۵۰ء
- ۱۴۳۔ نامورات غالب۔ مرتبہ آفاق حسین کراچی ۱۹۴۹ء
- ۱۴۴۔ نامورائے فارسی غالب۔ سید اکبر علی ترمذی۔ غالب اکیڈمی دہلی نو ۱۹۶۹ء
- ۱۴۵۔ نذر بخش۔ مرتبہ مالک رام۔ دہلی ۱۹۳۳ء
- ۱۴۶۔ نوشتہ الفاظ (جلد ہفتم) حکیم عبدالحی۔ دائرہ المعارف حیدرآباد
- ۱۴۷۔ نظامی دایوئی۔ محمد احمد کاکلی۔ نظامی پریس جالپوں ۱۹۳۹ء
- ۱۴۸۔ نظم منیر (کلیات منیر) منیر شاہ آبادی۔ مطبع سمیع رام پور
- ۱۴۹۔ نکات غالب۔ نظامی دایوئی۔ نظامی پریس جالپوں ۱۹۳۰ء
- ۱۵۰۔ نقد و نظر۔ حامد حسن قادری۔ آگرہ ۱۹۳۲ء
- ۱۵۱۔ نقش آزاد۔ مرتبہ غلام رسول جبر۔ کتاب منزل لاہور ۱۹۵۹ء
- ۱۵۲۔ نور مدائح حضور۔ مولوی غلام شہر دایوئی۔ امیرالاقبال پریس جالپوں
- ۱۵۳۔ پنج الاصبہ۔ حکیم نجم العفی خاں رام پوری۔ نوکلشور پریس رام پور ۱۹۶۹ء
- ۱۵۴۔ نئے اور پرانے چراغ۔ آل احمد سرود۔ اردو اکیڈمی سندھ کراچی ۱۹۵۱ء

- ۱۵۵ - وقائع نصیر خانی - نصیر الدین برلاس (ترجمہ عربیہ قلعہ علی آل پاکستان ایجوکیشنل کانسولس کراچی ۱۹۹۶ء)
- ۱۵۶ - وسیلہ مغفرت - مولانا عبدالمصیح بیگل - مطبوعہ
- ۱۵۷ - جنت آسمان - آغا احمد علی - ایڈیشن ایک سو ساٹھ آٹھ ہنگال کلکتہ ۱۸۷۳ء
- ۱۵۸ - جنت مسئلہ - رحمانی امجدی اللہ مہاجر مکی (مطبوعہ)
- ۱۵۹ - ہندوستانی اخبار نویس - محمد عتیق صدیقی - انجمن ترقی ادب و ہند علی گڑھ ۱۹۵۷ء
- ۱۶۰ - یادگار شمع - عبد اللہ خاں ضیف - حیدر آباد دکن ۱۸۸۶ء
- ۱۶۱ - یادگار خطاب - الطاف حسین حالی - شیخ مبارک علی لاہور ۱۹۳۳ء

رسائل و جرائد

- ۱ - آجکل (دہلی) فروری ۱۹۶۵ء (نواب غائب از ڈاکٹر شاہ محمد نادر علی)
- ۲ - آجکل (دہلی) مارچ ۱۹۵۵ء (نواب سوسائٹی - ازناک رام)
- ۳ - العلم و کراچی (اپریل ۱۹۶۹ء) (غالب نمبر)
- ۴ - العلم و کراچی (اپریل ۱۹۷۱ء)
- ۵ - العلم و کراچی (۱۹۷۲ء) (ظہیر احمد علی از ڈاکٹر محمد ایوب قادری)
- ۶ - المومنین مارچ ۱۹۷۲ء (دہلی اور اہل حدیث از محمد علیان جالوی)
- ۷ - البہار (کلکتہ) ۱۷ جون ۱۹۶۳ء
- ۸ - ذوالقرنین جالوی (دفتر دار) مستند شاعری
- ۹ - سرحد و کراچی جون جولائی ۱۹۷۳ء (نواب صوفی حسن خاں سرحد محمد ایوب قادری)
- ۱۰ - علی گڑھ میگزین ۳۶-۳۷ ۱۹۳۸ء (نواب ازہری عبدالحودہ)
- ۱۱ - عبرت، پنجاب آباد، ستمبر ۱۹۱۵ء (غالب کا مزار)
- ۱۲ - کتاب لاہور فروری، مارچ ۱۹۱۵ء (غالبیات نمبر)
- ۱۳ - کمال، دہلی - جنوری ۱۹۱۳ء
- ۱۴ - ماہ نو، کراچی - فروری ۱۹۶۶ء (غالب کا کلکتہ حمید احمد خاں)
- (غالب ادب ہنگال و فاراشدی)
- ۱۵ - معارف اعظم گڑھ - اگست ۱۹۶۷ء (خانان مفتیان کی شاعری کا مختصر مجموعہ ڈاکٹر لطیف حسین ایڈیٹ)
- ۱۶ - معارف اعظم گڑھ فروری ۱۹۶۹ء
- ۱۷ - میگزین اسلام آباد کالج بریلی ۱۹۶۹ء (غالب نمبر)

- ۱۸۔ نگار نام پر فردوس ۱۹۶۳ء
 ۱۹۔ نقوش لاہور ۱۹۶۱ء
 ۲۰۔ نقوش لاہور اکتوبر ۱۹۶۹ء (غائب ہر دوم)

۲۱۔ وطن لاہور ۱۸ ستمبر ۱۹۶۵ء

مکتوبات بنام واقم الحروف

- ۱۔ سلاطین عبدالحمید امینی مریض ۳۰ دسمبر ۱۹۶۹ء
 ۲۔ مریض ضیاء القادری جالپتی ۱۳ فروری ۱۹۶۹ء ۱۷ اپریل ۱۹۷۰ء
 ۳۔ شیخ شمس الدین میرٹھی ۲۳ اپریل ۱۹۵۹ء ۱۹ مئی ۱۹۵۹ء
 ۴۔ ریض حسین احمد میری موصولہ ۹ دسمبر ۱۹۶۸ء
 ۵۔ مولوی محبوب رضوی دیوبندی ۱۲ مارچ ۱۹۶۶ء ۲۲ مئی ۱۹۶۷ء
 ۶۔ دبیہ احمد سعید ۲ اگست ۱۹۶۱ء

۲۰٪	حبیب اللہ خاں خضنفر	مقالات خضنفر
۱۲٪	حبیب اللہ خاں خضنفر	اردو کا عروض
۴٪	حبیب اللہ خاں خضنفر	ہندی ادب
۲۰٪	ڈاکٹر محمد حسین	جدید اردو ادب
۲۰٪	وحیدہ نسیم	عورت اور اردو زبان
۱۵٪	عبدالحلیم شرر	مشرقی ملک کا آخری نمونہ



غالب محمد غالب